ماہنامہ صبح امید بمبئی

SUBH-E-UMMID



تین روپے

عبدالحمید خان بوہیرے



A attractive sceen from a village of Maharashtra

مصور ماہنامہ

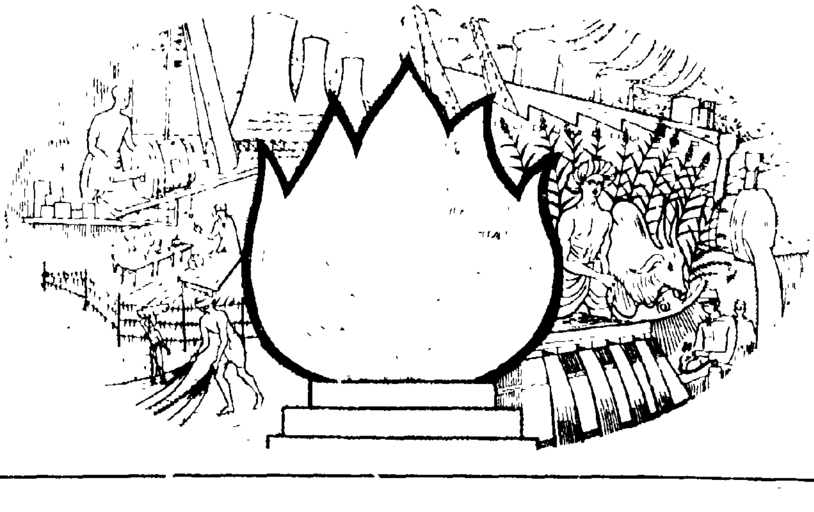
سال اجراء ۱۹۳۶ء

اشاعت کا انتیسواں سال ۲۹

صبح امید

بمبئی

مہاراشٹر نمبر حصہ دوم (صنعتی)



ایڈیٹر
عبدالحمید خان بوبیرے

گورنر، وزرا اور نائب وزرائے مہاراشٹر



شری ڈی۔ایس۔ڈیسائی
وزیر داخلہ



شریمتی وجے لکشمی پنڈت
گورنر مہاراشٹر



شری شنکر راؤ چوہان
آبپاشی و بجلی



شری جی۔بی۔کھیڈکر
دیہی ترقی



شری ایس۔جی۔بروے
صنعت



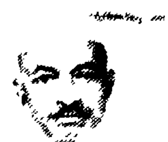
شری پی۔کے۔ساونت
زراعت



شری وی۔پی۔نائیک،
چیف منسٹر مہاراشٹر



شریمتی جے۔ایچ۔طالعیار خاں
غذا۔مکانات
ماہی گیری۔اسمال سیونگز۔سیاحت



شری شانتی لال شاہ
صحت، قانون و عدلیہ



شری ایس کے وانکھیڈے
مالیات



شری ڈی۔زیڈ۔پاسپگار
شراب بندی



شریمتی نرملا راجے بھونسلے
سماجی بہبود



شری مدھوکر چودھری
تعلیم۔ مواصلات



شری کے ایس سوائونے
امداد باہمی



شری این۔ ایم ٹڈکے
محنت



ڈاکٹر رفیق زکریا
شہری ترقی اور اوقاف

نائب وزرا



شری جی۔ ڈی۔ پاٹل
صنعت، پلاننگ اور بجلی



ڈاکٹر این کیلاش
تعلیم



شری وائی جے موہیتے
زراعت



شری ایم اے ویراے
آبپاشی، مواصلات
مکانات



شری آر اے پاٹیل
ریونیو، جنگلات



شری ایچ جی ورتک
صحت۔ کھار لینڈ



شری بی جے کھتال
غذا و سول سپلائز



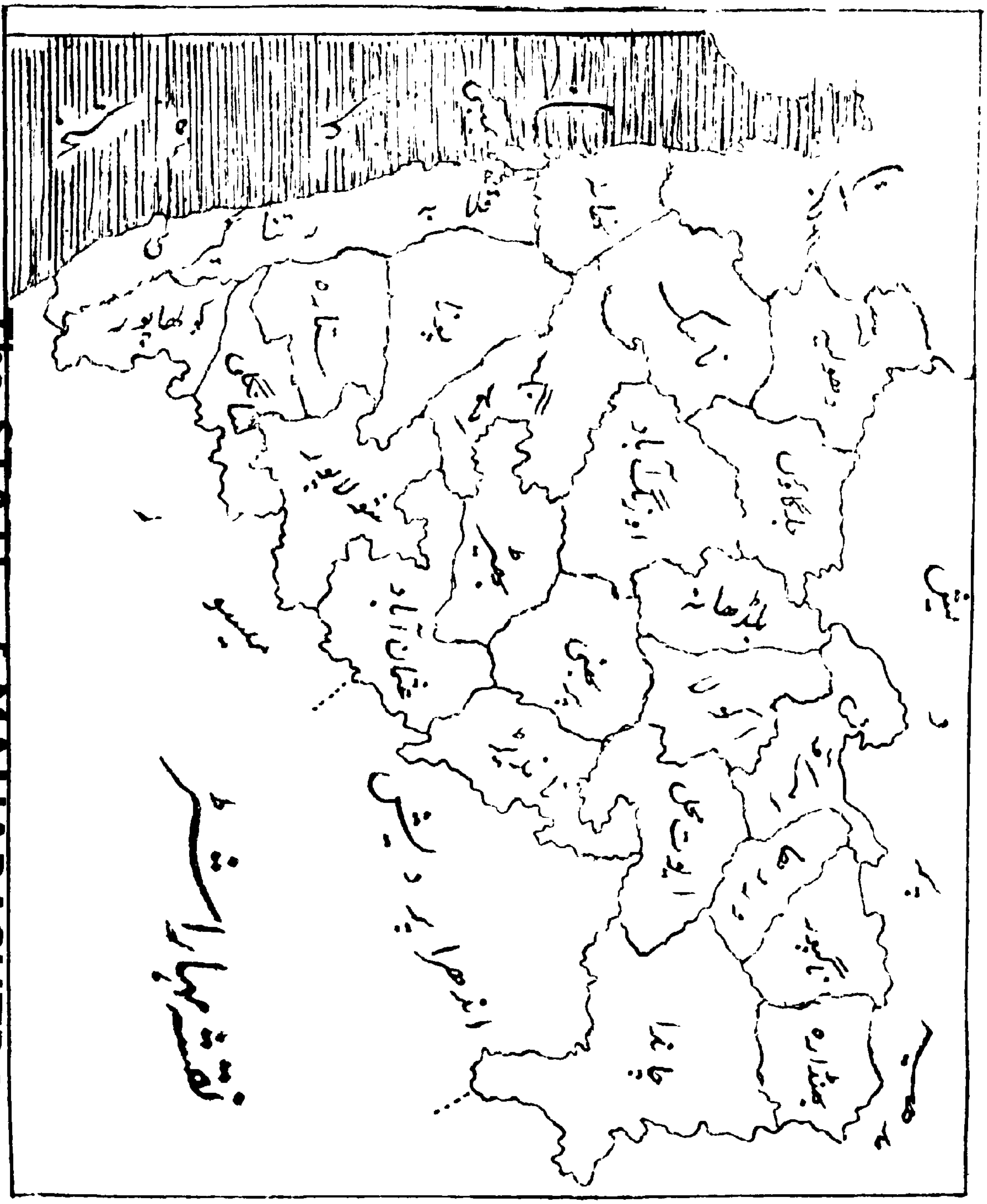
شری کے پی پاٹیل
داخلہ، محنت



شری ڈی ایس جگتاپ
دیہی ترقی



شری ڈی ایس پڈکی
[illegible]



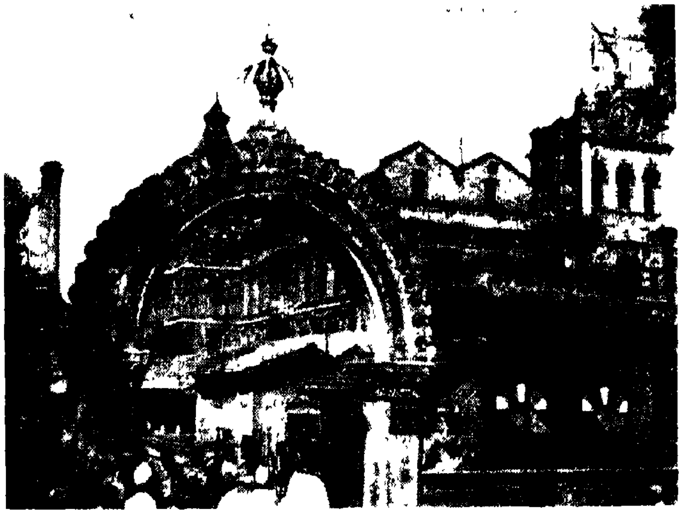
The STATE of MAHARASHTRA



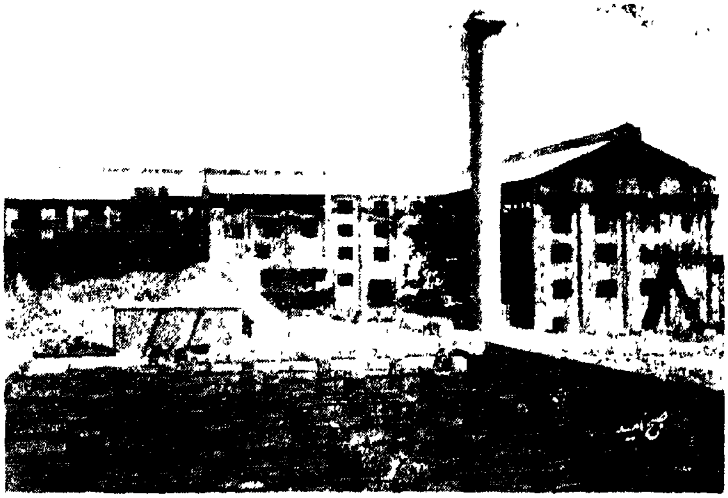
لوناولا کے پبلک پارک کا ایک منظر



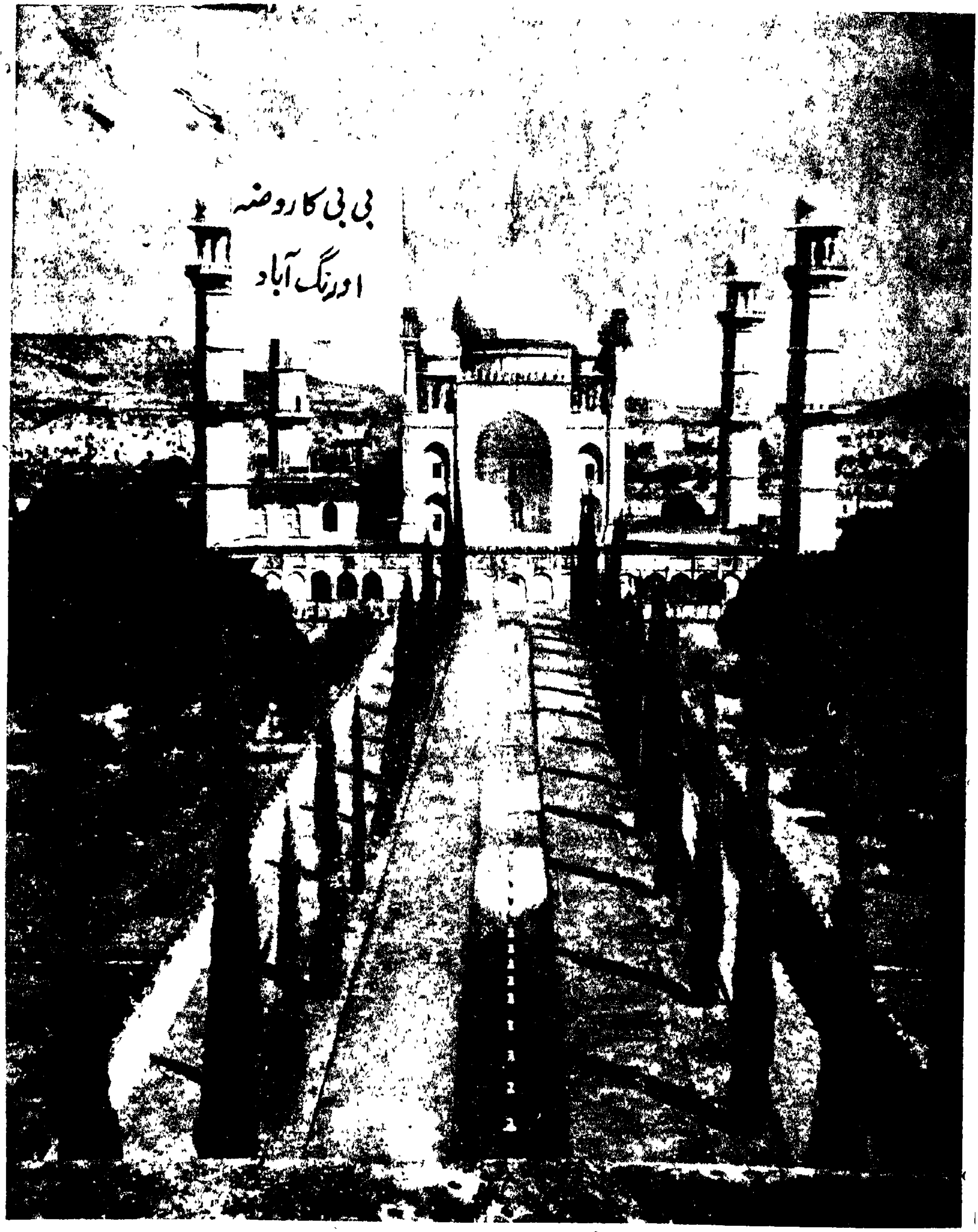
◁ شری سدھیشور مندر، شولاپور



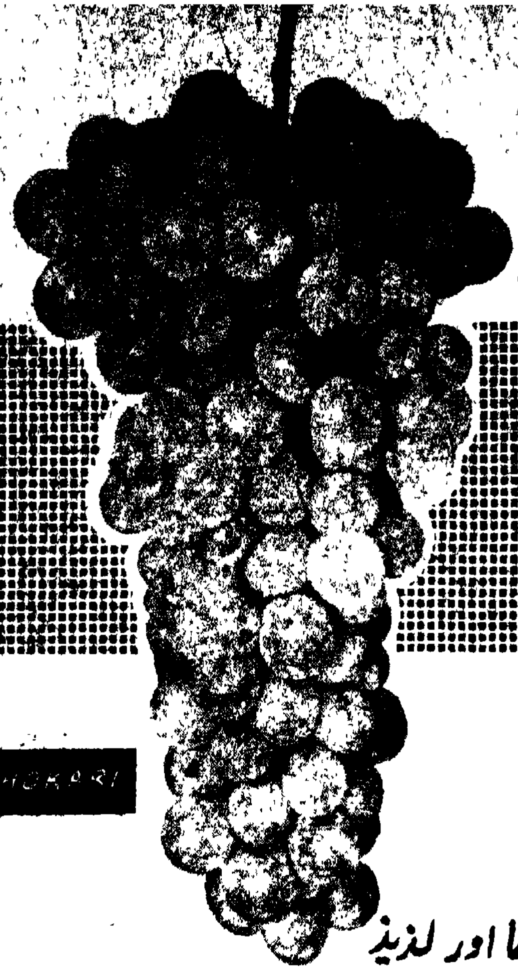
نرسنگ گیرجی مل شولاپور مزدوروں کی حالیہ ہمت کے زیر اہتمام ◁



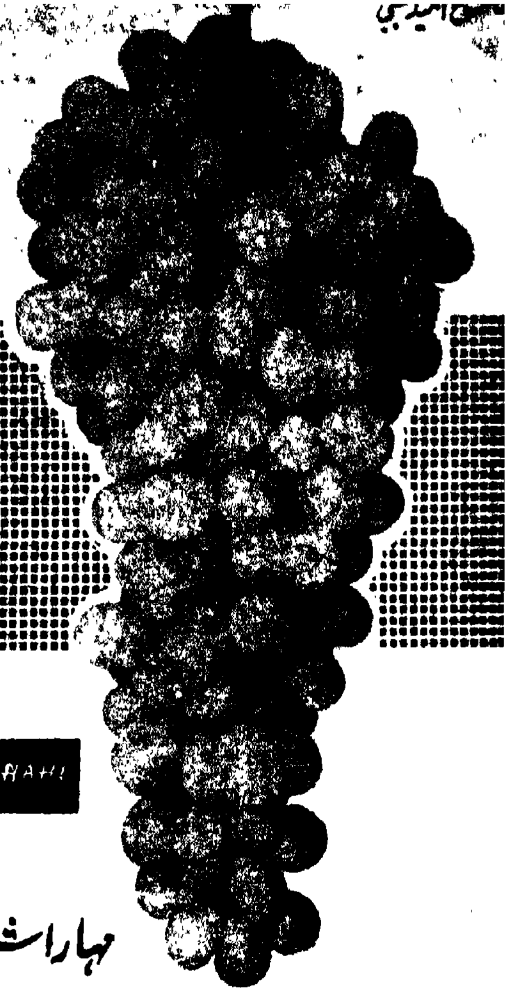
◁ شولاپور میں امداد باہمی کے اصول پر چلنے والا شیونت شکر کا کارخانہ



بی بی کا روضہ
اورنگ آباد

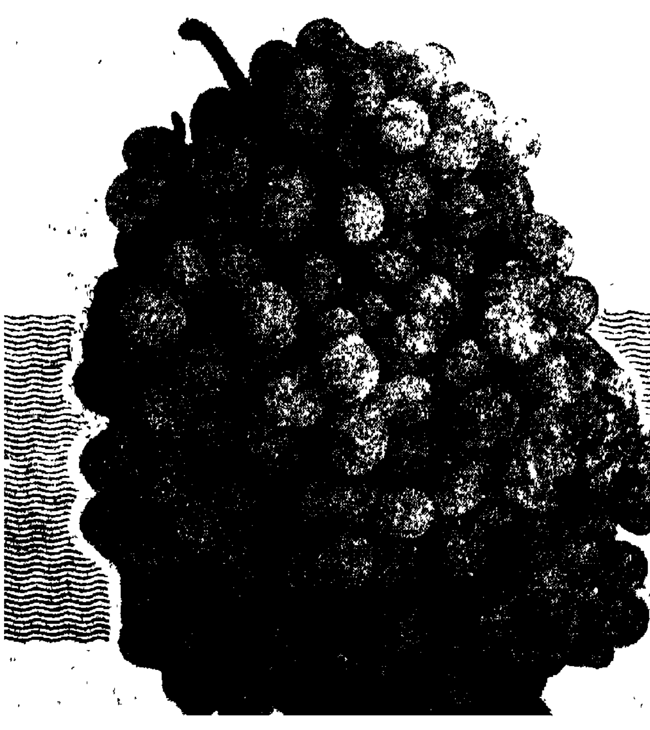


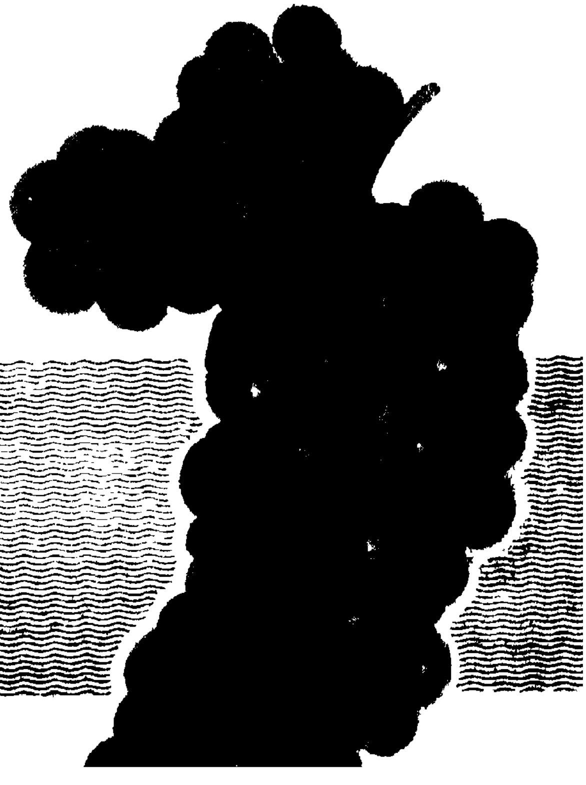
BHOKARI



ANABESHAHI

مہاراشٹر کے خوشنما اور لذیذ
انگور





یہ ہے "صبحِ اُمید" سلور جوبلی نمبر

شاعر کے خیال کی طرح اچھوتا، مصور کے شاہکار کی طرح حسین اور فن کار کے فن کی طرح گراں بہا!

اس میں "صبحِ اُمید" کی ۲۵ سالہ اَدبی و علمی خدمات ہی کا نہیں
مہاراشٹر میں "اُردو ادب" کی ربع صدی کی تاریخ کا نچوڑ پیش کردیا گیا ہے
نثر و نظم کے علاوہ علیحدہ حصوں میں نامور اہلِ قلم کی تخلیقات موجود ہیں

- باوقار اور بیش بہا علمی مضامین
- فکر و وجدان کو جلا دینے والے ادبی تحفے
- بلند پایہ شاعروں کے خونِ دل سے تخلیق کردہ کلام



- رعنائیاں و دلچسپیاں سمیٹے ہوئے افسانے
- چبھتے اور فکر کو جگاتے ہوئے طنز و مزاح کے شاہکار
- شخصیات کی جھلک عکسی تصویروں میں

خوبصورت سہ رنگی سرورق جو آپ کے جمالیاتی ذوق کے لئے
ہمیشہ ایک پیامِ شادمانی بنا رہے گا
اس ضخیم و بے نظیر سلور جوبلی نمبر کی قیمت
صرف تین روپے

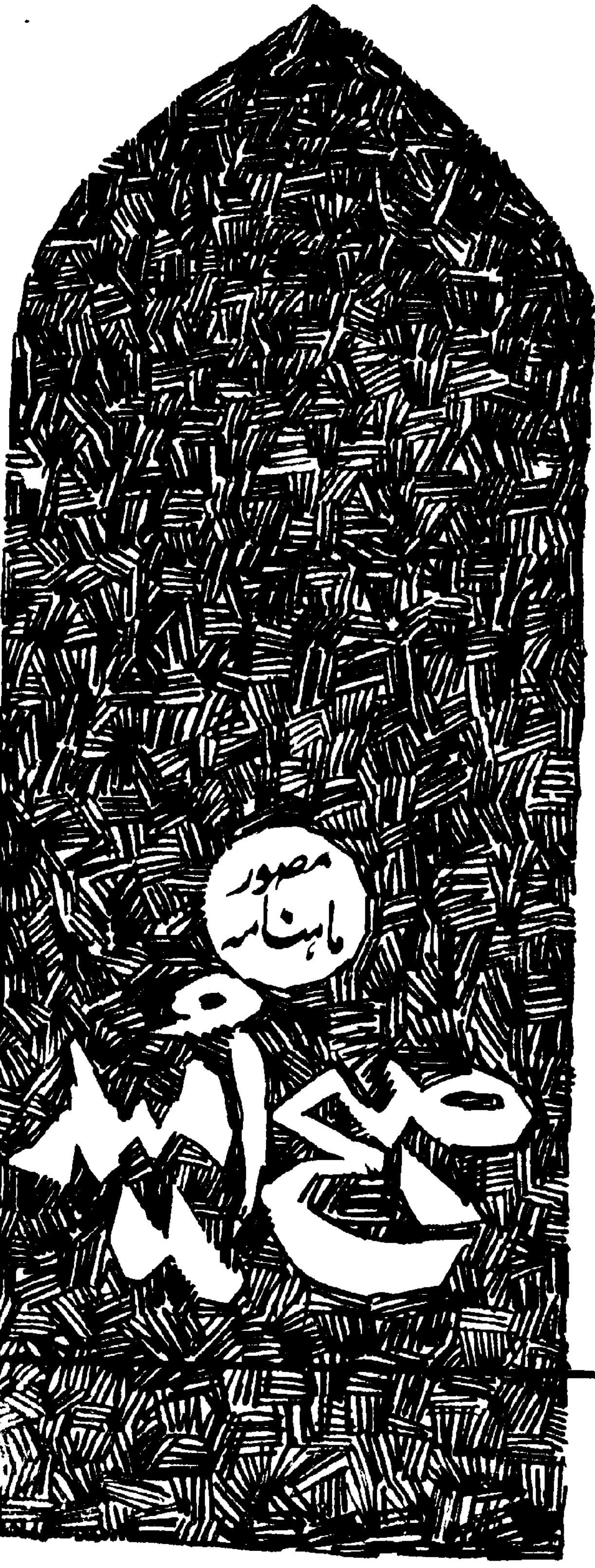
منیجر صبحِ اُمید ____ بلاسس روڈ ____ بمبئی ۸

تصاویر —— مہاراشٹر نمبر حصہ دوم

ہز اکسلنسی گورنر مہاراشٹر مسز وجے لکشمی پنڈت۔
شری وی - پی نائیک چیف منسٹر مہاراشٹر۔
وزراء و نائب وزرائے مہاراشٹر، ریاست مہاراشٹر کا نقشہ

پونا ولا کا ایک پبلک پارک	جناب سیتو مادھو راؤ پگڑی
شری سدھیشور مندر شولاپور	" خواجہ عبد الغفور
نرسنگ گیرجی مل شولاپور	" ایشور راج ماتھر
شکر کا ایک کارخانہ	حضرت سلام مچھلی شہری
بی بی کا مقبرہ۔ اورنگ آباد	جناب نریش کمار شاد
مہاراشٹر کے انگور	" مانک ٹالہ
مہاراشٹر کے صحافی	پروفیسر نکہت خاں بھابندری
درگاہ حضرت شاہ مسعود الدین غازیؒ	جناب محمد حنیف خان
پونہ ہائیڈرولک ڈیم	" مہر ورولوی

مہاراشٹر کے دیہات میں سہ پہر کا ایک منظر
مہاراشٹر کے دیہات کا ایک دلکش منظر



ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۴ء
جلد نمبر ۲۹، شمارہ نمبر ۹، ۱۰
قیمت سالانہ
چھ روپے
ممالک غیر سے
۲۰ شلنگ
دفتر صبح امید، بمبئی ۸
فون نمبر: 75238
قیمت تین روپے

مینجر: عبدالسمیع بوبیرے

رکن انڈین لنگویجز نیوز پیپرس ایسوسی ایشن، بمبئی ۲۸

فہرست

مہاراشٹر نمبر حصۂ دوم

بمبئی اُردو کا مرکز ہے

غلط نہیں کہ بمبئی اُردو کا مرکز ہے ـــــ بمبئی میں اُردو کی بڑی تعداد میں اُردو میڈیم کے پرائمری اور ہائی اسکول ہیں۔ ماہانہ ادبی نشستیں ہوتی ہیں۔ سیکڑوں مقامی، آل انڈیا اور انڈو پاک مشاعرے ہوتے رہتے ہیں۔
اُردو کے بلند پایہ شعراء اور کثیر تعداد میں اُردو کے اخبارات و رسائل ہیں۔ ذیل میں مہاراشٹر کے اُردو اخبارات و رسائل کی فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

روزنامے

نام	نوعیت	ایڈیٹر یا مالک	پتہ
۱- انقلاب	سیاسی	عبدالحمید انصاری	انقلاب منزل مولانا ابوالکلام آزاد روڈ۔ بمبئی ۸
۲- اُردو ٹائمز	″	محمد نذیر	مولانا ابوالکلام آزاد روڈ بمبئی ۸
۳- اجمل	″	معین الدین حارث	پرنس بلڈنگ جے جے ہسپتال بمبئی ۸
۴- آج	″	خلیل احمد خلیاش	۲۷۰ مولانا ابوالکلام آزاد روڈ بمبئی ۹
۵- آشکار	″	″	″
۶- خلافت	″	زاہد شوکت علی	خلافت ہاؤس۔ بولین۔ بمبئی ۸
۷- قیادت	″	محمد ابراہیم فطرت	جیل روڈ (نارتھ) ڈونگری بمبئی ۹
۸- ہندستان	″	غلام احمد خاں آرزو	۲۵۹ مولانا ابوالکلام آزاد روڈ بمبئی ۴
۹- شام	″	عبدالحمید انصاری	انقلاب منزل۔ مولانا ابوالکلام آزاد روڈ۔ بمبئی ۸
۱۰- انجام	″	خواجہ غلام جیلانی	دفتر انجام ۱۱۱ انڈیا اسٹریٹ بمبئی ۹

ہفتہ وار

نام	نوعیت	ایڈیٹر یا مالک	پتہ
۱- آواز وطن	سیاسی	محمد اسمٰعیل خواجہ	جیل روڈ (نارتھ) ڈونگری بمبئی ۹
۲- بلٹز	″	آر کے کرنجیا	پٹیل ہاؤس۔ کاؤس جی پٹیل اسٹریٹ۔ بمبئی ۱
۳- کہکشاں	فلمی	شمیم زبیری	انقلاب منزل۔ مولانا ابوالکلام آزاد روڈ۔ بمبئی ۸
۴- المنار	″	حسن صحرائی	۲۷۰ مولانا آزاد روڈ بمبئی ۸
۵- پائل	″	محمد صدیق ٹکلی	عبدالرحمٰن اسٹریٹ۔ بمبئی ۳
۶- تنویر	فلمی	محمد صدیق ٹکلی	عبدالرحمٰن اسٹریٹ۔ بمبئی ۳
۷- دورِ حیات	ادبی	قیصر مظہر حسین	پرنس بلڈنگ جے جے ہسپتال بمبئی ۸
۸- دھنک	سیاسی	جوہر امروہوی	بھیونڈی
۹- سلاسل	″	مظفر شاہجہانپوری	مولانا ابوالکلام آزاد روڈ بمبئی ۸
۱۰- انٹی ہینی	″	عبدالحمید خاں بوہرے	بلاسس روڈ۔ بمبئی ۸
۱۱- رقص	فلمی	محسن کمال	۳۴۴ چودھواں راستہ بمبئی ۵۰
۱۲- عکاس	″	محمد امین خطیب	۲۱- علی عمر اسٹریٹ۔ بمبئی ۳
۱۳- سحر	سیاسی	مرزا احمد علی بیگ چغتائی	ناندیڑ

پندرہ روزہ

نام	نوعیت	ایڈیٹر یا مالک	پتہ
۱- مسیحا	طبی	حکیم مختار احمد اصلاحی	اصلاحی دواخانہ پائیدھونی بمبئی ۹
۲- اسٹوڈیو	فلمی	شیخ قمر الدین فضل	۲۷۰ اے۔ گھوڑ بندر روڈ کھار۔ بمبئی ۵۲
۳- آبِ حیات	ادبی	ایم اے غازی	نور جہاں منزل۔ ۱۱۵ بیل باغ مالیگاؤں۔

ماہنامے

نام	نوعیت	ایڈیٹر یا مالک	پتہ
۱- البلاغ	مذہبی	محی الدین منیری	صابو صدیق مسافر خانہ کرناک روڈ بمبئی ۱
۲- محشر	″	محمد ابراہیم شرار	۲۸ ب، قریش نگر۔ کرلا۔ بمبئی ۷۰
۳- شاعر	علمی ادبی	اعجاز صدیقی	مکتبہ قصر الادب پوسٹ بکس ۴۲۶۳ بمبئی ۸
۴- صبحِ اُمید	علمی ادبی	عبدالحمید خاں بوہرے	بلاسس روڈ۔ بمبئی ۸
۵- گگن	کلچرل	شمس کنول	پونیل بازار۔ کلیان (تھانہ)
۶- عکاس	فلمی	محمد امین خطیب	۲۱- علی عمر اسٹریٹ۔ بمبئی ۳

ماہنامے

نام	نوعیت	ایڈیٹر یا مالک	پتہ
۷۔ شکیلہ	فلمی	ایم آئی چودھری	کامبیکر اسٹریٹ۔ بمبئی ۹
۸۔ فلم آرٹ	؍؍	محمود صحرائی	۹۴ جی۔ بی روڈ بمبئی ۵۶
۹۔ فلم شناس	؍؍	ایم۔ عاصم	خلافت ہاؤس۔ ولین بمبئی ۸۰
۱۰۔ مینا	؍؍	محمود آفندی	اندریا اسٹریٹ۔ بمبئی ۹
۱۱۔ مستور	؍؍	آغا خلش کاشمیری	پاٹن والا ہاؤس بمبئی ۲۷
۱۲۔ ادا	؍؍	شاہد اکبر آبادی	۳۴ مولانا ابوالکلام آزاد روڈ بمبئی ۴
۱۳۔ نقش کوکن	افسانہ ، شاعری	عثمان حسین خان	جیل روڈ۔ ڈونگری۔ بمبئی ۹
۱۴۔ عوامی آواز	سیاسی	نہال احمد	۷۴۹ نیا پورہ۔ مالیگاؤں
۱۵۔ آواز حق	؍؍		گولی پورہ امراوتی
۱۶۔ ہم سب	؍؍	ہارون احمد	مالیگاؤں پرنٹنگ پریس مالیگاؤں
۱۷۔ حالات	؍؍	جرس محمد آبادی	ناندیڑ
۱۸۔ نقاش	ادبی	فیضی نظامپوری	نظام پور بھیونڈی۔ تھانہ
۱۹۔ بچوں کا ساتھی	ادب اطفال	غلام محمد غلام رسول	مسلم ہوٹل جواہر چوک مالیگاؤں
۲۰۔ ہیرا	؍؍	افتخار احمد	۶۰۶ نیا پورہ مالیگاؤں
۲۱۔ شباب	معمہ بازی	محمد خلیل	مولانا ابوالکلام آزاد روڈ بمبئی ۴
۲۲۔ مقابلہ	معمہ بازی	عبدالمجید سیف اختر	پروین بکڈپو ۱۷۔۳ مولینڈ روڈ بمبئی ۸

سہ ماہی

۱۔ نوائے ادب	علمی ادبی	نجیب اشرف ندوی	انجمن اسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ دادابھائی نوروجی روڈ بمبئی ۱
۲۔ سفر	مذہبی	نسیم اعجاز	۹/۲ نیو قاضی اسٹریٹ بمبئی ۳

ششماہی

۱۔ نیا دور	ادبی	شاکر حسین	ادارہ بزم اردو قریش محلہ ناگپور

سالانہ

۱۔ نوائے ادب	علمی ادبی	این۔ ایس گورنمنٹ	زیویرس کالج بمبئی ۱

ہر چند کہ ادارہ نے کوشش کی کہ ترتیب کے مطابق مضامین اپنے مقام پر شائع کئے جائیں، مگر پریس میں کاپیوں کی جلد طلبی کے سبب یہ مضمون دوسری جگہ شائع کیا جا رہا ہے۔

اطلاع۔ وزراء کی تصاویر کے چھپنے کے بعد اطلاع ملی کہ یکم اکتوبر ۱۹۶۴ء کو گورنر مہاراشٹر کے اعلان کے مطابق شری زیڈ بلسیگر کو ان کے عہدۂ وزارت سے برطرف کر دیا گیا۔

پیغامات:

CHIEF MINISTER

MAHARASHTRA

سچیوالیہ۔ بمبئی ۳۲
۲۵ر اگست سنہ ۱۹۶۴ء

عزت مآب وی۔پی۔نائک وزیر اعلیٰ حکومت مہاراشٹر

مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ ماہنامہ "صبح اُمید" جو اُردو کے قدیم ترین جرائد میں سے ایک ہے مہاراشٹر کا خصوصی صنعتی نمبر شائع کر رہا ہے۔

ہر وہ کوشش جو عوام کو مہاراشٹر میں صنعتی ترقی کی تیز رفتاری سے آگاہ کرے لائق ستائش ہے اور اس کی معاشرہ کے ہر شعبے کی طرف سے حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔ صبح اُمید جیسے جرائد جو تعمیری اور وطنی سرگرمیوں پر پوری پوری توجہ دیتے ہیں بلاشبہ عوام کی گراں قدر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

میں "صبح اُمید" کے خصوصی مہاراشٹر نمبر (صنعتی) کی کامیابی کا متمنی ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ اس کے ذریعہ عوام میں صنعتی پیداوار کے بڑھانے کا شعور پیدا ہوگا اور ترقی کرے گا۔

دستخط

وی۔پی۔نائک

سچیوالیہ۔ بمبئی ۳۲
۱۷ر جولائی سنہ ۱۹۶۴ء

عالیجناب ایس۔جی۔بروے

وزیرِ صنعت حکومتِ مہاراشٹر

جناب من

آپ کے خط مورخہ یکم جولائی سنہ ۱۹۶۴ء کے لئے آپ کا شکریہ۔

مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ آپ اپنے ماہنامہ "صبح اُمید" کا ایک خاص مہاراشٹر صنعتی نمبر شائع کر رہے ہیں۔ میں آپ کی اس کوشش میں کامیابی کی تمنا کرتا ہوں اور مجھے بھروسہ ہے کہ یہ نمبر پڑھنے والوں کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

آپ کا مخلص

(دستخط) ایس۔جی۔بروے

بخدمت:۔
جناب عبدالحمید بوبیرے
ایڈیٹر "صبح اُمید"۔ بمبئی

سچیوالیہ۔ بمبئی ۳۲
۱۸/ اگست ۱۹۶۷ء

عالیجناب ڈاکٹر رفیق زکریا

وزیر شہری ترقیات و اوقاف حکومت مہاراشٹر

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ "صبحِ اُمید" جو کہ بمبئی کا ایک قدیم ماہنامہ ہے، اپنی سابقہ روایات کے مطابق ایک "خاص مہاراشٹرا صنعتی نمبر" شائع کر رہا ہے، کسی بھی مُلک کی زندگی کا انحصار تو زراعت پر ہوتا ہے اور صنعت وحرفت اس کی ترقی وخوشحالی کی ضامن ہوتی ہے ۔ یہ مخزِ مسرت کی بات ہے کہ ریاست مہاراشٹر صنعت کے میدان میں پیش پیش ہے اور یہاں سرکاری سطح پر چھوٹی بڑی متعدد صنعتوں کی پوری پوری حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے ۔ مجھے اُمید ہے کہ "صبح امید" کا یہ خصوصی نمبر اُردو داں عوام کو مہاراشٹر کی صنعتی ترقی اور اس کی تہذیب ومعاشرت کے مختلف پہلوؤں سے رُوشناس کرے گا اور ان میں صنعت وحرفت سے دلچسپی بڑھانے کا باعث ہوگا۔ میری نیک تمنائیں اس کے ساتھ ہیں۔

رفیق زکریا

بخدمت جناب عبدالحمید بوبیرے صاحب
ایڈیٹر صبحِ اُمید

زبان!

او رقلم کی قوت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جس کو ملی ہے وہ اس کی قدر کرے۔ اور اس قوت کو ان کاموں میں صرف کرے جن سے مخلوقاتِ الٰہی کو فائدہ پہنچے جن سے سچائی اُبھرے اور جھوٹ نیچے ہو۔ جن سے نیکی پروان چڑھے اور بدی پست ہو۔ جن سے اچھائی پھیلے اور بُرائی دبے۔ جن سے دیس والوں میں بلکہ دنیا کے بسنے والوں میں میل ملاپ ہو۔ امن و امان ہو۔ لڑائی کا چرچا بند کیا جائے۔ لوگوں کے دلوں سے انسانی نفرت کا جذبہ مٹے۔

(علامہ سلیمان ندوی رح)

انکشافِ حقیقت :

مہاراشٹر میں صنعتی ترقّی!

"اردو" زبان میں علم و ادب کے سرچشمے کبھی خشک نہیں ہوئے۔ یہ وہ بہار ہے جس نے کبھی خزاں کا منہ نہیں دیکھا۔ ہر دور میں ہر زمانے میں اُردو کا دامن شعر کی لطافتوں اور نثر کی گُل آفرینیوں سے مالا مال رہا ہے لیکن آج زمانہ کا رنگ، ڈھنگ کچھ بدل گیا ہے بہت کچھ بدلتا جا رہا ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی نے انسانی تخیل کی پرواز کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے اور اسی مناسبت سے ملک میں صنعتی زندگی کی نئی ریل پیل ہے۔ ملک کے کسی بھی حصے میں نکل جایئے دیو پیکر مشینیں، بلند و بالا کارخانے اور آسمانوں سے باتیں کرتی ہوئی چمنیاں صنعتی دور کی یاد دلاتی ہیں۔ یہ بدقسمتی ہے کہ "اُردو" کے دامن میں ملکی صنعتوں کے متعلق کافی معلومات دستیاب نہیں ہوتیں جبکہ دوسری زبانوں میں یہ اہم مواد آسانی سے مل جاتا ہے۔ مہاراشٹر میں مرہٹی سرکاری زبان ہے۔ انگریزی کے علاوہ مرہٹی میں ریاست کی صنعتی ترقی اور ترقی کے منصوبوں کی ساری تفصیل دیکھی جا سکتی ہے، صرف اُردو اس نئے اور حیات بخش خزینے سے محروم ہے۔ اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ مہاراشٹر نمبر کا دوسرا حصّہ اُردو داں عوام کی ٹھوس خدمت کے طور پر صنعتی معلومات کے لئے وقف کر دیا جائے۔ نظم کے گلزاروں اور ادبی نثر کے چمن زاروں سے مشینوں اور کارخانوں کی دنیا بڑی بے کیف، بے رنگ اور بے مزہ نظر آتی ہے لیکن آج انسانی زندگی کو متاثر کرنے والے سارے اہم عناصر ان ہی مشینوں اور صنعتوں کی طرف کھنچ آنے پر مجبور ہیں۔ اُردو بھی اس کلیّے سے فرار نہیں حاصل کر سکتی۔ اُردو زبان میں صنعتی معلومات کی اشاعت بجائے خود ایک بہت بڑی خدمت ہے کیونکہ یہ اُردو دانوں کو نئی منزلوں کی طرف لے جائے گی اور نئے راستے دکھائے گی...

مہاراشٹر میں اُردو کو پھلنے پھولنے کے مواقع بھی ہیں اور ضرورت بھی ہے۔ اُردو کو اپنے گھر یوپی میں وہ جگہ اب تک نہیں مل سکی ہے جو مہاراشٹر میں ملی ہوئی ہے۔ مہاراشٹر کے مختلف مقامات پر اُردو مدارس حکومت کی دلچسپی کا یقین دلاتے ہیں، اُردو کے مشاعرے اور اُردو کے جلسے جس آب و تاب سے کامیاب ہوتے ہیں اس سے بڑا حوصلہ بڑھتا ہے۔ مہاراشٹر کی حکومت نے بھی آج تک اُردو سے غیروں کی زبان کا برتاؤ نہیں کیا۔ اس لئے اُردو کے اخبارات اور رسائل کا فرض ہے کہ وہ مہاراشٹر کی ساری ترقیاتی سرگرمیوں سے اپنے پڑھنے والوں کو باخبر رکھیں۔ اسی طرح حکومت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اُردو ادیبوں، شاعروں، اُردو اداروں کی خبرگیری کرے اور مرہٹی کے ساتھ ساتھ بہترین اُردو کتابوں اور رسائل پر انعامات کا سلسلہ شروع کرے تاکہ اس کی اُردو نوازی کا چرچا ملک بھر میں ہو جائے۔

مہاراشٹر جیسی وسیع و عریض ریاست کا جو ۲۶ اضلاع پر مشتمل ہے صنعتی تذکرہ ایک ہی نمبر میں سمونا بڑا دشوار تھا۔ موضوع ایسا کہ اُردو میں کوئی معلومات دستیاب نہیں ہوتیں اور ہر مرحلہ پر تحقیق و ترجمے کی نوبت آئے۔ تفصیل اتنی کہ صفحات کو تنگ دامانی کی شکایت پیدا ہو جائے۔ بڑی عرق ریزی سے یہ منزلیں طے کی گئیں اور اس نمبر میں اجمالی تذکرہ کئی صنعتوں کا کیا ہے۔ لیکن پھر بھی کئی تفصیلات رہ گئی ہوں گی۔ جیسے فلم انڈسٹری جو اپنی جگہ ایک بہت وسیع صنعت ہے اگر اس کا تذکرہ شروع کیا جاتا تو شاید دفتر مرتب ہو جاتا پھر بھی فسانہ ختم نہ ہوتا۔ اگر موقع ملے تو مستقبل میں "صبحِ اُمید" کے دامن میں ان رہی سہی صنعتوں کو بھی سمیٹنے کی کوشش کی جائے گی۔ حوصلے بلند ہیں، عزائم دُور رس ہیں۔ لیکن آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔

مُلکی و قومی معلومات کے ساتھ علمی و ادبی چاشنی بھی ضروری ہے۔ کیونکہ

بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

ادبیات کا سرور ہی کچھ اور ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ "صبحِ امید" کے شائقین کو اس سے محروم رکھا جاتا۔ چنانچہ نمبر میں یہ حصّہ بھی موجود ہے اور مختصر ہوتے ہوئے بھی رنگ جمانے میں کامیاب!

شعلہ و شبنم

مہاراشٹر کے تمدن، تہذیب اور تاریخ کا دامن اس قدر وسیع اور بھرپور ہے کہ اس سے خوشہ چینی کر کے ایک نہیں کئی ضخیم جلدیں تیار کی جا سکتی ہیں۔ زیر نظر مہاراشٹر نمبر حصہ دوم میں خاص تذکرہ صرف صنعتی ترقیات کا مقصود تھا تاہم نشانیاں کے طور پر اس میں ادبی و تاریخی مضامین شریک کئے گئے ہیں۔ اختصار کے باوجود ہمیں یقین ہے کہ ان مضامین میں وہ افادیت موجود ہے جو پڑھنے والوں سے بے ساختہ دادِ تحسین حاصل کرے گی۔ میں خود مہاراشٹرین ہوں۔ مہاراشٹر ہی کے ایک خطہ میں میں نے آنکھ کھولی اور اس میں شعور حاصل کیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ایک اخبار نویس کی حیثیت سے میں نے مہاراشٹر کے مختلف حصوں کا دورہ بھی کیا ہے۔ یہ سفر کبھی اکیلے بھی گذرا اور کبھی ریاست کے دوسرے اردو یا مرہٹی صحافیوں کے ساتھ بھی ـــ اس سفر میں میں نے مہاراشٹر کے کونے کونے میں نئی زندگی کی کروٹ دیکھی ہے اور اس ریاست کو ترقی کی نئی منزلوں کی جانب بڑھنے کے لئے کوشاں پایا ہے ـــ نئی صنعتیں قدم جما رہی ہیں، نئی اسکیمیں بن رہی ہیں۔ زمین کا سینہ چیر کر نہریں نکالی جا رہی ہیں۔ منہ زور طوفانوں کا راستہ روک کر بند بنائے جا رہے ہیں ـــ غرض انسانی محنت مہاراشٹر کی خوبصورت دھرتی کو اور زیادہ خوبصورت، خوشحال اور ترقی یافتہ بنانے کے لئے جد و جہد میں مصروف ہے۔ میں نے دورانِ سفر محسوس کیا کہ مہاراشٹر کی اس صنعتی بیداری اور ترقی کے راستے پر بڑھتے ہوئے قدم اُردو داں طبقہ کی نظروں سے کسی نہ کسی وجہ سے اوجھل رہ گئے ہیں۔ اُردو میں ایسا لٹریچر بہت کم ہے جو صنعتوں کے خاکے اور ترقی کے منصوبے اپنی اصلی شکل میں عوام کے روبرو پیش کر دیتا ہو۔ مہاراشٹر نمبر حصہ اول اسی احساس کا نتیجہ تھا۔ مہاراشٹر نمبر حصہ دوم میں حصہ اول کی کمی پوری کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن اب بھی کئی پہلو ہیں ہماری عظیم ریاست کے جو بے نقاب نہیں ہو سکے ہیں اور تشنہ رہ گئے ہیں ـــ ہو سکتا ہے کہ مہاراشٹر نمبر حصہ سوم کی تیاری کی ضرورت بھی پیش آ جائے۔

ہدیۂ تشکر میں ان تمام مضمون نگار حضرات و خواتین کا ممنون ہوں جنہوں نے "صبح اُمید" کو اپنی گرانقدر تخلیقات عنایت فرمائیں اس طرح اس کام میں میرا ہاتھ بٹایا۔

"صبح اُمید" ایک نئے انداز کے تعمیری ادب کا علمبردار ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے مہاراشٹر کی ہمہ رنگی زندگی سے متعلق مضامین پر جو زور دیا اس کی افادیت و ضرورت سے اکثر قلمکاروں نے اتفاق کیا اور میرے حوصلے بڑھائے ہیں۔

میں نے جن اہلِ قلم حضرات کو مہاراشٹر نمبر حصہ دوم کے لئے زحمتِ نگارش دی تھی ان میں سے چند کے مضامین کافی تاخیر سے موصول ہوئے ـــ اس وقت جبکہ "مہاراشٹر نمبر" کتابت کے ہفت خواں مراحل طے کر کے "طباعت" کی منزلوں کی جانب رواں دواں تھا۔ یہ مضامین مجبوراً شریک اشاعت نہ کئے جا سکے۔ ان کی کاوشات آئندہ اشاعتوں میں شائع کی جائیں گی۔

ادارہ منشی قیصر صاحب کا ممنون ہے جنہوں نے صبح اُمید کے لئے مہاراشٹر کا نقشہ، ڈیزائن اور سرورق سازی سے صبح اُمید کے صفحات کو زینت بخشی۔

ـــــ ہ ـــــ

تشریح تصاویر:

گیٹ وے آف انڈیا: سرورق کی سہ رنگی تصویر بمبئی کے ساحل اپالو پر گیٹ وے آف انڈیا کی ہے۔ (باب الہند) بیرون ہند کے مسافر جب ہندوستان آتے ہیں تو سب سے پہلے اسی دروازہ سے ہندوستان کی عظیم ریاست مہاراشٹر میں قدم رکھتے ہیں۔

تصویر کے لئے پبلک ریلیشن آفیسر بمبئی میونسپل کارپوریشن کا شکریہ۔

سرورق کے صفحہ ۲ پر کوکن (مہاراشٹر) کے دیہات کا ایک دلکش منظر۔

ریاست مہاراشٹر کی گورنر، وزراء و نائب وزراء کی تصاویر صفحہ ۳ و صفحہ ۴ پر۔

صفحہ ۶ پر ریاست مہاراشٹر کا نقشہ۔

لوناولہ — لوناولہ پونہ سے قریب ایک پرفضا اور صحت افزا مقام ہے۔ بمبئی کے لوگ موسم گرما کی تعطیلوں میں یہاں جاتے ہیں۔ یہ لوناولہ کے ایک پبلک پارک کی تصویر ہے صفحہ ۷ پر ملاحظہ فرمایئے۔

سدھیشور کا مندر شولاپور - صفحہ ۸ پر شولاپور کی ایک خوبصورت جھیل کے درمیان شری سدھیشور کا مندر ہے۔

نرسنگ گیرجی مل - یہ تصویر نرسنگ گیرجی مل کے صدر دروازہ کی ہے۔ جو حکومت مہاراشٹر کی طرف سے مزدوروں کے روزگار کے لئے چلائی جارہی ہے صفحہ ۸ پر

شکر کا کارخانہ - اکلوج شولاپور میں یشونت شکر کا کارخانہ جو امداد باہمی کے اصول پر چلایا جاتا ہے۔ صفحہ ۸

بی بی کا مقبرہ - اورنگ آباد میں تاج محل کے مماثل یہ عالیشان اور خوبصورت عمارت جسے بی بی کا مقبرہ کہتے ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ نے اپنی بیگم کی یاد میں بنوائی - صفحہ ۹

انگور - انگور کے یہ چار خوشے مہاراشٹر میں پیدا ہونے والے انگوروں میں سے چند کے نمونے ہیں - ۰۰ اسے زیادہ قسم کے انگور ریاست مہاراشٹر میں ہوتے ہیں۔ ناسک اور اورنگ آباد اس کے مرکز ہیں۔ مثلاً

از خوشۂ انگور عیاں شد کہ درین باغ
شیرازۂ جمعیت دلہا رگ تاک است

(سرخوش)

مرہٹواڑہ کا دورہ - صفحہ ۸۵ پر - مہاراشٹر کے ۲۱ صحافیوں نے حکومت مہاراشٹر کی دعوت پر مہاراشٹر کا دورہ کیا۔ اس دورہ کی ایک تصویر - شولاپور اسٹیشن پر کلکٹر شولاپور شری موہنے کے ساتھ مسٹر عبدالحمید مدیر صبح امید اور مرہٹی اخبارات کے ۲۰ صحافی۔

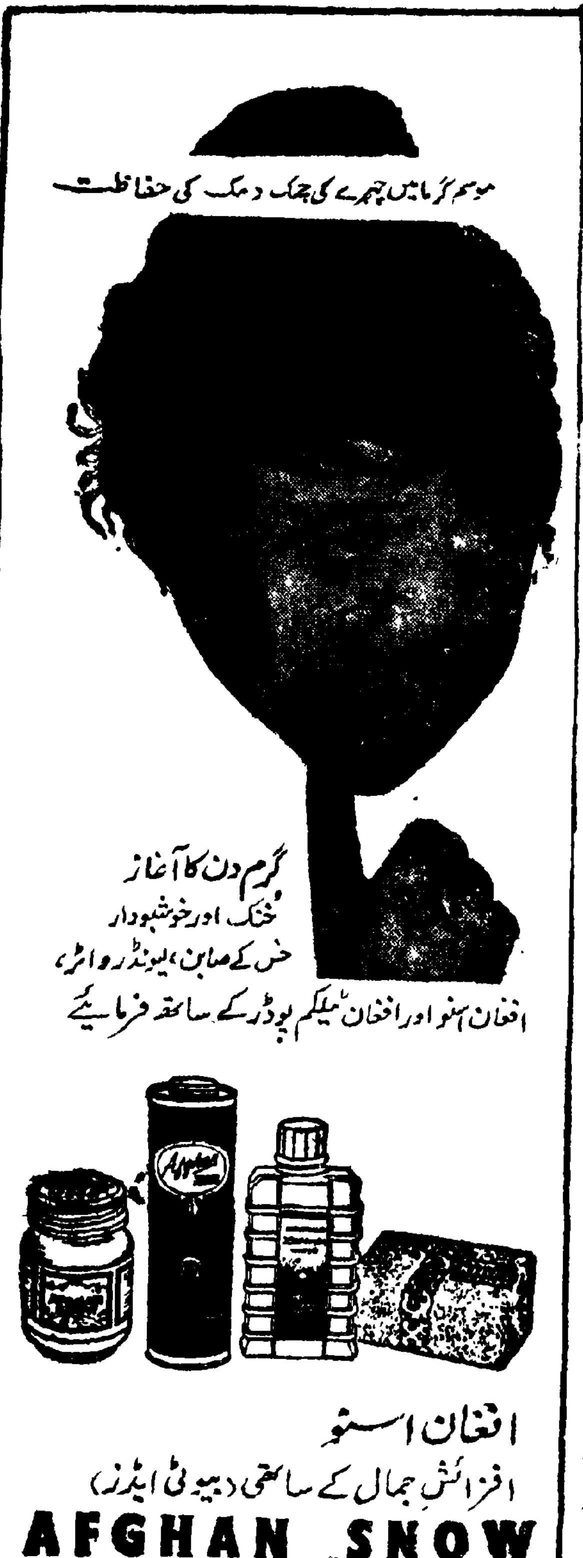
غازی مسعود الدینؒ کی درگاہ صفحہ ۸۶ پر - مرہٹواڑہ کے ضلع عثمان آباد میں حضرت مسعود الدینؒ غازی کی مشہور درگاہ۔

پورنہ ندی —— پورنہ ندی پر ہائیڈرو الکٹرک پروجکٹ تیار ہوگیا ہے۔ جس سے مرہٹواڑہ کے لئے پانی اور بجلی کی فراہمی ہوتی ہے۔ اور جو بھاگ لکشمی کے نام سے مشہور ہے صفحہ ۸۷

سرورق کے صفحہ ۳ پر مہاراشٹر کے ایک دیہات میں سہ پہر کے وقت کا منظر

جناب حافظ محمد زکریا کا انتقال

مشہور و مقبول عطر ساز اور روغنیات کے تاجر حافظ محمد زکریا یکے از مالکان میسرز حافظ محمد زکریا برادرس کا ۱۴ ستمبر کو مکہ معظمہ میں انتقال ہوگیا۔ اِنا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک خلیق، ملنسار اور بلند کردار کے حامل تھے۔ دینی تعلیمی علمی کاموں سے انھیں شروع ہی سے دلچسپی تھی۔ صبح امید، انکے تقریباً ۲۰ سالہ مراسم تھے — ادارۂ صبح امید کو اس سانحہ پر بیحد غم ہے اور مرحوم کے چھوٹے بھائی جناب محمد ہارون اور ان کے فرزند جناب محمد معروف اور محمد ہارون صاحب جو مرحوم کے بھتیجے اور داماد بھی ہیں، کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔



شادی خانہ آبادی

۱۶ ستمبر ۶۷ء شام کے ۵½ بجے بمبئی کے تاج محل ہوٹل کے خوبصورت کرسٹل روم میں جناب ایچ ایچ اسمٰعیل قونصل جنرل ڈومینکین ری پبلک کے صاحبزادے محمد خالد کی شادی خانہ آبادی کی رسم نکاح جناب اے، ایس کابلی بار، ایٹ لا کی صاحبزادی فرحانہ بیگم کے ساتھ انجام پائی۔

شادی کی اس پرمسرت تقریب کی شان و شوکت اور وزرائے حکومت مہاراشٹر، غیر ممالک کے سفراء، تاجران معزز و صحافیان کی شرکت جناب ایچ۔ ایچ اسمٰعیل صاحب نیز کابلی صاحب کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا ثبوت ہے اسمٰعیل صاحب مدیر صبح امید کے دیرینہ دوست اور صبح امید کے ہمدرد ہیں۔ ادارہ مسٹر و مسز اسمٰعیل، مسٹر و مسز کابلی اور دولہا دولھن کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔

اور ان کی نئی رفیقانہ زندگی کو ہمیشہ خوشگوار رہنے کی پُرخلوص دعا کرتا ہے۔

اُردو کے ادیب و مورخ مولانا نصیر الدین ہاشمی کا انتقال

ہم نہایت دُکھ کے ساتھ اپنے ناظرین کو اطلاع دیتے ہیں کہ اُردو کے مشہور و معروف ادیب، مورخ، محقق مولانا نصیر الدین صاحب ہاشمی حیدر آباد میں ۲۶ ستمبر ۶۷ء کو انتقال کر گئے۔ موصوف کی رحلت اُردو دنیا کے لئے ایک ایسا سانحہ ہے جس کا غم عرصہ تک بھلایا نہ جا سکے گا۔ خصوصاً ادارہ صبح اُمید مولانا کے اخلاق حمیدہ، صبح اُمید سے اُن کے دلی لگاؤ، ان کے نیک اور مفید مشوروں کو تو کبھی نہیں بُھلا سکے گا۔ موصوف گذشتہ سال دو بار بمبئی تشریف لائے اور ہر بار دفتر صبح اُمید کو بھی اپنی آمد سے سرفراز فرمایا۔ مولانا کی قلمی سرپرستی سے صبحِ امید کے ناظرین فائدہ حاصل کرتے رہے۔

ادارہ بیگم نصیر الدین ہاشمی، ان کے صاحبزادگان اور ان کے رشتہ داروں کے اس غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے (آمین)

تعارف

سیتو مادھوراؤ پگڑی ایم۔اے۔آئی۔اے۔ایس

"صبح اُمید" کے کرم فرما اور ہمارے مضمون نگار شری سیتو مادھوراؤ پگڑی کی شخصیت ادبی و علمی حلقوں کے لئے محتاجِ تعارف نہیں۔ شری پگڑی صرف ایک شریف النفس انسان اور فرض شناس عہدہ دار نہیں بلکہ ان ہستیوں میں سے ہیں جن کے لئے علم و ادب اوڑھنا بچھونا بن کر رہ جاتے ہیں — تاریخ ہو یا تنقید، سماجی مسائل ہوں یا لسانیات ہر موضوع پر سیتو مادھوراؤ کو کمال قدرت حاصل ہے اور اسے نپے تلے انداز کے ساتھ لکھتے ہیں کہ پڑھنے والے کے ذہن کے دریچوں کو کھول کر رکھ دیتے ہیں۔

شری پگڑی کی تصانیف کی تعداد ۲۵ تک پہنچ گئی ہے۔ ان میں ۹ اکتابیں مرہٹی میں اور چھ انگریزی میں ہیں۔ مرہٹی کے تنقیدی ادب میں آپ کی دو کتابیں نہایت قابلِ قدر ہیں تاریخ پر ۶ کتابیں آپ ہی کا وشوں کا نتیجہ بن کر روبرو آچکی ہیں۔ شری پگڑی کے "اُردو" سے شغف و دلچسپی کا عالم یہ ہے کہ آپ نے اُردو شاعری پر بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ اُردو فارسی ادب سے متعلق بھی ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ مہاراشٹر کی قومی زبان مرہٹی کو اُردو سے قریب تر لانے کی جو کوششیں شری سیتو مادھوراؤ پگڑی نے کی ہیں وہ آبِ زر سے لکھی جانی چاہئیں۔ ان دونوں زبانوں کو ایک دوسرے کی اعلیٰ خصوصیات سے مالا مال کرنا مرہٹی کی بھی بہت بڑی خدمت ہے، اور اُردو کی بھی۔ شری سیتو مادھوراؤ نے اسی کا بیڑہ اُٹھایا ہے۔ چنانچہ یہ سہرا آپ ہی کے سر ہے کہ آپ نے اُردو کے عظیم اور لافانی شاعر مرزا غالب کے کلام کا مرہٹی میں ترجمہ کیا اور اسے مرہٹی داں عوام تک پہنچایا۔

شری سیتو مادھوراؤ اُردو فارسی اور انگریزی تینوں زبانوں کے عالم ہیں اور ہر زبان میں اظہارِ مدعا کی قدرت رکھتے ہیں۔ حیدرآباد میں جدوجہد آزادی کے موضوع پر آپ نے ایک کتاب تین جلدوں میں لکھی ہے جو اس موضوع پر بہترین تصنیف کہی جا سکتی ہے۔ قبائل کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں شری پگڑی نے کافی تحقیقاتی کام کیا ہے اور اپنے احساسات و مشاہدات کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا ہے۔ قبائل کی بہبودی عادل آباد کے گونڈ قبائل کے متعلق آپ کی تصانیف خالص علمی و سماجی کارنامے ہیں جن کی قدر و قیمت ان موضوعات پر ریسرچ کرنے والے ہی جان سکتے ہیں۔

مہاراشٹر خوش قسمت ہے کہ اُسے سیتو مادھوراؤ پگڑی جیسے عالم باعمل کی خدمات حاصل ہیں۔ صبح اُمید کو بھی فخر ہے کہ اُسے ایڈیٹر گزیٹر بمبئی کی قلمی معاونت حاصل ہے۔ زیرِ نظر شمارے میں شری پگڑی کا مضمون "مرہٹوں کی تاریخ اور فارسی مورخین" پیش کر رہا ہے۔

خواجہ عبدالغفور آئی۔اے۔ایس۔ کلکٹر شولاپور

حیدرآباد کی مردم خیز سرزمین کے ایک باعزت گھرانے کے چشم و چراغ ہیں لیکن ان دنوں مہاراشٹر کے ہو کر رہ گئے ہیں اور یہیں انتظامی میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ سیکریٹریٹ بمبئی میں مختلف اہم عہدوں پر عمدگی کے ساتھ کارگزاری انجام دینے کے بعد آپ کا تقرر عثمان آباد (مرہٹواڑہ) میں بعہدۂ کلکٹری کیا گیا۔ اس پسماندہ ضلع میں آپ کی خدمات اتنی شاندار اور ان کا نتیجہ اسقدر واضح رہا کہ آپ کو شولاپور کے اہم ضلع کا

کلکٹر مقرر کیا گیا۔ شولاپور آپ کے حسنِ انتظام اور رہنمائی کی بدولت مہاراشٹر کے بہترین نظم ونسق کا حامل ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ نیشنل ڈیفنس فنڈ میں شولاپور ضلع کا بدیگر سارے اضلاع پر بازی لیجانا بنیادی طور پر خواجہ عبدالغفور صاحب ہی کی کوششوں کا مرہونِ منت ہے۔ چنانچہ حکومت اور عوام سب ہی نے آپ کی تعریف اور مستعدی کو خراجِ تحسین ادا کیا۔

خواجہ عبدالغفور صاحب نے، ضلع کی بھاری اور انتہائی تھکا دینے والی ذمہ داریوں میں بھی علم وادب کی پیاس بجھنے نہیں دی ہے۔ یہ ان کا علمی و تحقیقاتی شوق ہے جس نے ان کو شولاپور کی تاریخ پر ایک مکمل اور معلومات آفریں مضمون لکھنے پر اُکسایا۔ ہم نہایت مسرت کے ساتھ یہ مضمون مہاراشٹر کے صنعتی نمبر میں شائع کررہے ہیں جو یقین ہے کہ قارئینِ صبحِ امید میں بے حد پسند کیا جائے گا اور اپنی افادیت کے پیشِ نظر نہایت دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

الینور راج ماتھر ایم۔اے

حیدرآباد کے ایک معزز خاندان کے چشم وچراغ ہیں اُردو آپ کی اور آپ کے گھر کی زبان ہے۔ بہت اچھی اُردو بولتے اور اس سے کہیں عمدہ لکھتے ہیں۔ آپ نے عثمانیہ یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔ ایم اے کرنے کے بعد صحافت کی اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ گئے۔ واپسی کے بعد اپنی خاص تربیت کے پیشِ نظر محکمۂ اطلاعات و تعلقاتِ عامہ میں شامل ہوگئے۔ — صحافیوں سے آئے دن کا ربط ضبط ہے، اسی طرح علم وادب کا ذوق بھی کامل رکھتے ہیں۔ اُردو اور انگریزی جرائد میں مضامین لکھتے ہیں۔ کم لکھتے ہیں لیکن بڑے ٹھوس علمی انداز میں لکھتے ہیں۔ موجودہ شمارے میں آپ کا ایک مضمون "دکنی اُردو اور مرہٹی کے ایک دوسرے پر اثرات" اُردو کے عام پرستاروں میں بے حد دلچسپی سے پڑھا جائیگا صبحِ امید کے ساتھ آپ کا قلمی تعاون ہمارے لئے باعثِ فخر ہے۔

سلام مچھلی شہری

انہیں کون نہیں جانتا کہ مچھلی شہر سے آکر دہلی میں آباد ہوئے اور اپنے ساتھ ساتھ ملک بھر میں مچھلی شہر کا نام مشہور کردیا۔ مشاعروں کی جان ہیں اور محفلوں میں ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے ہیں۔ طبیعت میں رنگینی بھی ہے رندانہ سرمستی بھی۔ ہنگامہ پسند ہیں اس لئے ہنگامہ شروع کرنے کا گُر بھی خوب جانتے ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو دہلی سے وابستہ ہیں لیکن مشاعروں کے ضمن میں ملک بھر میں گھوما کرتے ہیں۔ صبحِ امید کے کرم فرماؤں میں سے ہیں۔ آپ کا ایک منظوم خط "اندھیرے میں روشنی دیجئے" اس اشاعت میں شامل ہے۔ اس کو خط کہہ لیجئے یا نظم، لیکن یہ سلام مچھلی شہری کے فن اور مزاج کا بڑا عمدہ نمونہ ہے۔

نریش کمار شاد

"دستک" کا شاعر کسی مزید تعارف کا محتاج نہیں حضرت نریش کمار شاد ان جدید شعراء میں سے ہیں جو نہایت چپکے سے محفل میں آئے لیکن دیکھتے ہی دیکھتے جانِ محفل بن گئے۔ آج کوئی ادبی جریدہ شاد کی نظموں کے بغیر مکمل نہیں سمجھا جاتا نریش کمار کے پاس موضوع کے اظہار کے لئے نرم ونازک اور خوبصورت الفاظ کا ایسا ذخیرہ ہے کہ پڑھئے اور سر دھنئے۔ ایک ہی بات جسے دوسرا شاعر شاید ساری نظم میں نہ کہہ سکے شاد چند مختصر الفاظ میں کہہ جاتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ ان کی نظم پڑھ کر خود پڑھنے والے کا احساس نہ گنگنانے لگے۔ صبحِ امید کے کرم فرما ہیں اور اپنے کلام سے نوازتے رہتے ہیں۔ موجودہ شمارے میں آپ کی نظم "بمبئی" شامل ہے۔

مانک ٹالہ۔ (بی۔ ایس۔سی) مانک ٹالہ ان افسانہ نگاروں میں سے ہیں جنھوں نے بہت جلد اُردو کے افسانوی

ادب میں اپنا مقام پیدا کر لیا ہے۔ مانک ٹالہ صرف افسانہ نویس نہیں ہیں، صرف کہانی نہیں سناتے بلکہ قلم سے نشتر کا کام لیتے ہیں اور سماج کی گھناؤنی پرتوں کو اس طرح اُدھیڑ کر رکھ دیتے ہیں کہ قاری کا ذہن کانپ کر رہ جائے۔ انکا ہر افسانہ کچھ اس طرح انجام کو پہنچتا ہے کہ پڑھنے والا کچھ سوچتا رہ جاتا ہے۔ یہی مانک ٹالہ کے فن کی بڑی کامیابی ہے۔ پیاسی بیل آپ کا افسانوی مجموعہ ہے۔ شخصی طور پر مانک ٹالہ بڑے خوش اخلاق اور دردمند انسان ہیں۔ "صبح اُمید" کے قدیم معاونین میں سے ہیں اور اپنی کاوشوں سے اکثر شائع ہمیں عطا کیا کرتے ہیں۔ موجودہ خاص نمبر کے لئے آپ کی کہانی "دِتّی کنیا" لائق مطالعہ ہے۔

محمد حنیف خاں صاحب احمدنگر کے باشندے ہیں ۱۹۳۶ء میں بمبئی کی سکونت اختیار کی۔ زمانۂ طالب علمی میں تعلیم کے ساتھ کھیل کود میں جوہر دکھائے بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس کے چیمپین تھے۔ بی کام اور ایف۔سی۔اے کے کورس مکمل کرکے چارٹرڈ اکونٹنٹ بن گئے۔

نہایت خوش اخلاق اور ملنسار نوجوان ہیں سوشل کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہتے ہیں۔ خاندیش کی ہنسا سیوا سنگھ کے چیرمین ہیں اسی ادارے کے صدر مہاراشٹر کے وزیر تعلیم شری مدھوکر چودھری ہیں۔ ادارہ "الدار القیامۃ" کے سکریٹری بھی ہیں۔ عام اکونٹ کے علاوہ آپ کے پاس مساجد درگاہ اور دوسرے ٹرسٹ وغیرہ کے ۵۰۰ سے زائد اکونٹ موجود ہیں۔ مذہبی اداروں کا کام رعایت کے ساتھ کرتے ہیں۔ غربا اور مساجد کی امداد میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔ اور آپ صبح امید کے اعزازی مخبر قانونی ہیں۔ نہایت خوش اخلاق اور ملنسار دوست ہیں۔

علامہ نکہت شاہجہانپوری جی۔ایف کالج شاہجہاں پور کے شعبۂ فارسی و اُردو کے صدر ہیں نیز آگرہ یونیورسٹی کے اکیڈمک کونسل کے ممبر۔ نہایت ذی علم مصنف ہیں طرز استدلال بہت اچھا ہے۔ اپنی تعلیمی مصروفیات کے باوجود علمی مشاغل کے لئے وقت نکالتے ہیں آپ کئی تصنیفوں کے مصنف ہیں۔ علامہ نثر کے ساتھ ساتھ نظم کے میدان میں بھی جولانیاں دکھاتے ہیں۔ ان کی نظم "سیر ما تغیران" بڑی دلکش اور پُرکیف نظم ہے جو اس شمارے میں شائع کی جارہی ہے۔

مہر وردلوی آپ کا تعلق بھی کوکن ہی کے مردم خیز خطے سے ہے۔ ہندی اور مرہٹی میں اپنی دستگاہ کا یہ خود بھی فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور اُردو کو بھی فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ اُردو ادب کے دامن کو مالا مال کرنے کے لئے آپ بڑے سلیقے سے ترجمے کا فن استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ ہندی اور مرہٹی سے آپ نے کئی کامیاب افسانوں کو اُردو کا لباس پہنایا ہے۔ ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ روانی اور سلاست میں کہیں فرق نہیں پڑتا۔ اُمید ہے کہ آپ اسی طرح مرہٹی اور ہندی کے شاہکار ادب کو اُردو میں منتقل کرنے کی خدمت مستعدی سے جاری رکھیں گے۔

آپ کی تخلیقات عموماً صبح اُمید میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ زیر نظر شمارے میں ان کا مضمون "موجودہ دور کی عورت" شامل ہے

مہاراشٹر میں رہنے والوں کا طریقہ زندگی

ہم "صبح امید" کے پچھلے مہاراشٹر نمبر میں مہاراشٹر اسٹیٹ کا محل وقوع، آبادی، تعلیمی تناسب، صنعتی ترقی وغیرہ کا ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں پر اس اسٹیٹ کی آبادی پر مزید معلومات مہیا کر رہے ہیں۔ ریاست مہاراشٹر میں مختلف مذاہب کے لوگ یعنی ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی، جینی بدھسٹ، سکھ اور لنگایت رہتے ہیں۔ تعداد کے لحاظ سے ہندو اور مسلمان اکثریت میں ہیں۔ باقی خاص خاص حصوں میں پائے جاتے ہیں

ہندوؤں میں اونچی اور نیچی ذات کا امتیاز اب تک چلا آ رہا ہے مگر صنعتوں کی نمایاں ترقیوں نے اور زمانہ کی رفتار نے اتنا اثر ضرور کیا ہے کہ چھوت چھات کی دیواریں منہدم ہوتی جا رہی ہیں۔ اور سماجی رفارمرس کی کوششیں اور گورنمنٹ کے احکامات نے بھی اب اخوت اور برادری کا جذبہ باہم پیدا کر دیا ہے ہم کو یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ ہندوؤں میں آپس کی چھوت چھات تو ایک طرف رہی۔ مہاراشٹر کا تعلیمیافتہ اور روشن دماغ طبقہ اب مسلمانوں سے بھی وہ چھوت روا نہیں رکھتا جو آج سے پچاس برس پہلے ایک سدباب بنا ہوا تھا۔

ہندوؤں میں مرہٹوں کی اکثریت ہے۔ اور ان کا پیشہ کاشتکاری ہے یہ کاشتکار بہت محنتی اور جفاکش ہیں۔ اور موجودہ سائنٹفک طریقہ پر کاشتکاری رفتہ رفتہ اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ مرہٹے ایک جنگ جو فرقہ سے ہیں اور بھارتی فوج میں شوق سے داخل ہوتے ہیں۔ پولیس میں بھی ان کی تعداد کافی ہے چونکہ وہ قدرتاً جفاکش، محنتی اور اچھے ہاتھ پیر کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا فوج میں داخل ہو کر اپنے فطری رجحان کی تکمیل کا زیادہ موقع پاتے ہیں۔

ہریجن جن کو اچھوت کہتے ہیں۔ جو صدیوں سے اونچی ذات کے لوگوں کی سماجی ذلت کا شکار رہ چکے ہیں۔ اب جاگ اٹھے ہیں۔ اور انسان ہونے کی حیثیت سے اپنے حقوق اور زندگی میں مساوات کے طلبگار بن گئے ہیں ان کا یہ مطالبہ کچھ تو اس وجہ سے ہوا کہ فی زمانہ زندگی بہت کچھ جدت طلب بن گئی ہے اور کچھ ان تحریکات کا نتیجہ ہے جو مہاتما گاندھی اور ڈاکٹر ظ لی، آر امبیڈکر نے اچھوتوں کو ذات والوں کی سطح پر لانے کے لئے چلائی تھیں۔ ہریجن دیہاتوں سے نکل کر زیادہ تر شہروں میں آ گئے ہیں۔ اور مختلف صنعتوں میں کام کر رہے ہیں۔ بمبئی میں کپڑا سازی کی صنعت میں زیادہ تر یہی لوگ ملینگے

مہاراشٹر کے پرانے باشندے جن کو گذرے زمانہ میں "مہار" کہا جاتا تھا اور جن کی طرف لفظ "مہاراشٹر" منسوب کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر فوج میں ملازم ہیں۔ کیونکہ تاریخی روایات ثابت کرتی ہیں کہ یہ لوگ جنگ جو طبیعت کے مالک ہیں۔ اور اچھے سپاہی بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ "چرماکار" فرقہ جو ہریجن کی ایک شاخ ہے۔ اب انہوں نے بھی اپنے کاروبار کو جدید طرز کا بنالیا ہے۔ اور چمڑا رنگنے یا چمڑے کی مختلف کارآمد چیزوں کے بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور مہاراشٹر میں ان کا کاروبار کافی ترقی کر رہا ہے۔

کمہار یعنی مٹی کے برتن بنانے والے اور "مٹنگا" یعنی رسی بنانے والے "بورود" یعنی ٹوکری بنانے والے بھی پست فرقوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے اپنی دستکاری کا پرانا طریقہ نہیں چھوڑا ہے۔ چند کوآپریٹیو سوسائٹیاں ضرور قائم کی گئی ہیں تاکہ ان کو اپنی چیزوں کے بنانے کا نیا طریقہ سکھایا جائے۔

برہمن کائستھ اور تعلیم یافتہ مرہٹے کافی ترقی یافتہ ہیں۔ اور دفتروں میں محکمہ تعلیم، وکالت، انجنیری، اور دوسرے

علم دوست پیشوں میں موجود ہیں اور ان کی کافی تعداد ہے۔

وہ پرانے دقیانوسی ذات پات اور اونچ نیچ کے اختلافات بدلتے جا رہے ہیں۔ اگر بڑھتی ہوئی تعلیم کے لئے پوری آسانیاں پہنچتی رہیں۔ تو وہ دن دور نہیں کہ جب سماج کا دامن ایسے دھبوں سے پاک وصاف نظر آئے گا۔ تعلیم نے چونکہ بلالحاظ ذات پات فروغ حاصل کیا ہے۔ اور تعلیمیافتہ کی گورنمنٹ کی طرف سے قدردانی کی جا رہی ہے۔ گورنمنٹ کا پیسہ روپیہ اس لعنت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹا دینے میں سب سے زیادہ مدد کر رہا ہے۔

مسلمان:- مہاراشٹر اسٹیٹ میں مسلمان پھیلے ہوئے ہیں۔ اور چھوٹے بڑے شہروں میں پائے جاتے ہیں۔ دیہاتوں میں بھی ان کی کافی آبادی ہے۔ بڑے شہروں میں بسنے والے مسلمان زیادہ تر تجارت پیشہ ہیں اور لوہے کی بنی ہوئی چیزوں اور چینی کے برتن اور کٹلری کی تجارت کرتے ہیں۔ دیہاتوں میں جو مسلمان آباد ہیں وہ گھریلو کام کی مختلف چیزیں بناتے ہیں۔ مہاراشٹر کے ہندو اور مسلمان قابل مبارکباد ہیں کہ دونوں صدیوں کے ساتھ ساتھ رہ رہے ہیں۔ اور دونوں نے اب تک نہایت رواداری اور امن کی زندگی بسر کی ہے۔

پارسی:- پارسی ایک حوصلہ مند فرقہ ہے۔ ان کی آبادی زیادہ تر بمبئی میں ہے اور مختلف پیشوں سے ان کا تعلق ہے۔ اس مختصر فرقہ نے اب تک اچھے قانون داں۔ ڈاکٹر، انجینیر وغیرہ پیدا کئے ہیں۔ اور ہندوستانی صنعت کاری میں ان کا کافی نام اور شہرت ہے۔ آج ٹاٹا کا نام کون نہیں جانتا۔ ساری دنیا میں مشہور ہے۔

عیسائی:- پارسیوں کی طرح عیسائی بھی شہروں میں ملتے ہیں۔ تاجر بہت کم ہیں۔ زیادہ تر ملازم پیشہ ہیں یا میکینک ہیں اور اپنے کام میں بہت ہوشیار ہیں۔

مہاراشٹر اسٹیٹ میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں کی خاص خاص تجارت کسی خاص فرقہ کی لائن ہو گئی ہے۔ مثلاً کپڑے کی تجارت گجراتیوں کے ہاتھ میں ہے۔ کسی دور دراز گاؤں میں چلے جائیے وہاں بھی کپڑے کا تاجر گجراتی ہی ہوگا۔ بنئے کی دوکان جسے بمبئی میں "پرچون کی دوکان" کہتے ہیں۔ عموماً کسی مارواڑی کی ہوگی۔ کاروبار کی تقسیم سالہا سال سے چلی آرہی ہے۔ اور اب تک ان دونوں میں کسی قسم کی بدمزگی پیدا نہیں ہوئی۔ یہ روایت بھی مشہور ہے کہ شیواجی مہاراج نے مرہٹوں کو تجارت اور کاروبار کے پیشہ سے الگ تھلگ دیکھ کر گجراتیوں کو دعوت دی کہ وہ مہاراشٹر میں آکر تجارت شروع کریں۔ چنانچہ وہ آئے اور اس وقت سے اب تک زیادہ تر تجارت انہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور مقامی لوگوں کی سوسائٹی میں اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ کوئی فرق باقی نہیں رہا۔

مہاراشٹر میں کچھ ادی واسی ہیں جو یا تو جنگلوں میں رہتے ہیں یا پہاڑوں پر۔ ان میں خاص خاص یہ ہیں۔ اگارس۔ ورلیس۔ کتکاریس۔ ٹھاکر (تھانہ اور قلابہ میں) بھیل (خاندیش اور کورگس میں) اور گونڈ (وودربھ میں)

اگرچہ ان ادی واسیوں کی آبادی سے مہذب اور تعلیمیافتہ لوگ کچھ دوری پر نہیں رہے۔ باوجود تمام آسانیوں کے کہ اگر وہ چاہتے تو اپنی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کر سکتے تھے۔ مگر ادی واسی پرانے طرز کی غیر مہذب اور جاہلانہ زندگی پسند کرتے ہیں۔ اور پرانی روایات میں کسی قسم کی تبدیلی پسند نہیں کرتے۔ ان کے دیوتا ان کے تیوہار ان کا ذریعہ تفریح۔ ان کا ناچ ان کی موسیقی اسی پرانے وحشیانہ انداز کی ہے۔ اور ستم ظریفی تو یہ ہے کہ وہ پرانی روایات اور عقائد کو کسی قیمت پر بدلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ چاہے ان تبدیلیوں میں ان کے لئے کتنی ہی بہتری موجود ہو۔ ان کی اصلاح میں ہماری گورنمنٹ کو بڑی دقت پیش آرہی ہے۔ اور اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ ان کی غربت کو اس طریقہ سے دور کیا جائے اور جہالت اس طرح مٹائی جائے کہ ان کو یہ شبہ نہ ہونے پائے کہ ان کے کلچر کو رد کیا جارہا ہے۔

سماج کا ڈھانچہ:- مہاراشٹر اسٹیٹ میں سماج کا ڈھانچہ کچھ اس نوعیت کا ہے کہ بڑے تاجر اور بڑے

صنعت کار تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ اس لئے سوسائٹی کا بڑا حصہ "مزدوروں کے طبقہ" سے تعلق رکھتا ہے۔ جس میں کسان اور صنعتی کاریگر ہیں۔ اور یہی وہ درمیانی طبقہ ہے جو مہاراشٹر اسٹیٹ کی زندگی اور کلچر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ سوائے ودربھ کے کہیں بھی بڑے زمیندار موجود نہیں ہیں۔ اسلئے کاشتکاروں کو کافی فروغ حاصل ہوتا ہے

جنوبی مہاراشٹر میں بہت سی چھوٹی موٹی صنعتوں نے جنم لے رکھا ہے۔ اور اپنے کام میں بہت منہمک پائی جاتی ہیں۔ کوئنا کے ہائیڈرو الکٹرک پروجکٹ مکمل ہو جانے کے بعد ایسی چھوٹی موٹی صنعتوں کو اور بھی زیادہ فروغ حاصل ہوگا۔ اور امید پائی جاتی ہے کہ مہاراشٹر کی اقتصادیات کا مستقبل بہت روشن ہو جائے گا۔ کیونکہ بہت سی کوآپریٹو شکر سازی کی فیکٹریاں ایسے مقامات پر قائم کی جا چکی ہیں جہاں گنے کی کاشت ہوتی ہے۔

سماجی اور ثقافتی پہلو:- شمالی ہندوستان کی طرح مہاراشٹر میں بھی یہ دستور ہے کہ خاندان میں باپ کنبہ کا گورنر اور چلانے والا ہوتا ہے۔ مگر عورتوں کو شمالی ہندوستان کی عورتوں کی بہ نسبت زیادہ آزادی حاصل ہے۔ اور خاندان میں عورتوں کی آواز کا بہت کچھ دخل ہے۔ خاندان کی بڑی بوڑھی ماں مرکزی اہمیت رکھتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سیکڑوں دیہاتی گاؤں میں ماں کے گن گائے جاتے ہیں۔ مہاراشٹر میں پردہ کا رواج کبھی نہ تھا۔ اگرچہ دیش مکھوں میں اس کا کچھ رواج ہے مگر نہایت اعتدال کے ساتھ۔ اور وہ بھی اس وجہ سے کہ زیادہ تر دیشمکھ پرانے زمانہ کے سرداروں کی نسل سے ہیں۔ اور انھوں نے پردہ کا رواج اپنے مسلمان آقاؤں سے سیکھا ہے۔ مرہٹہ خاندان میں باپ اور ماں کے اختیارات اور ان کی پوزیشن کو ایک دوسرے سے اس طرح مخلوط کیا ہے کہ اگر باپ شمالی ہندوستان کی روایات کا حامل ہے تو ماں بھی جنوبی ہندوستان کی روایتی اہمیت رکھتی ہے۔ مزدور طبقوں کی عورتیں درمیانی طبقوں کی عورتوں سے زیادہ آزاد ہیں۔ اور مردوں کے ساتھ دوش بدوش کھیتوں اور فیکٹریوں میں کام کرتی نظر آئیں گی۔ مرہٹوں میں بیوہ عورتوں کی شادی کا رواج موجود ہے۔ اگرچہ کچھ زمانہ پہلے اس رواج کا دستور نہ تھا۔ چونکہ تعلیم بڑھ رہی ہے۔ اس لئے بیوہ ہو جانے پر شادی کرنا کوئی بری بات نہیں سمجھی جاتی۔

مہاراشٹر میں درمیانی طبقہ ہمیشہ فن اور ثقافت میں پیش پیش رہا ہے۔ اور بہت اچھے عالم اور ادیب پیدا کر چکا ہے۔ اور یہی وہ طبقہ تھا جس نے انیسویں صدی میں سماجی بیداری پیدا کی۔ اور ایسے لیڈر پیدا کئے جنھوں نے مہاراشٹر کو موجودہ ارتقائی پوزیشن عطا کی۔ مثلاً اسٹیج جس میں صرف درمیانی طبقہ نے پہلے پہل دلچسپی دکھائی تھی۔ اب اس میں نیچے طبقہ کے لوگ بھی شامل ہوتے جا رہے ہیں۔ جہاں تک کسی آرٹ یا فن کا تعلق ہے۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ نیچے طبقہ کا ہے یا درمیانی طبقہ کا۔ تعلیم نے فن کو ہمہ گیر حیثیت دے دی ہے۔ اور سارے مہاراشٹر میں مرہٹہ کسی آرٹ کو برا خیال نہیں کرتے۔

مہاراشٹر نے بہت سے سنت، شاعر اور مصنف پیدا کئے ہیں۔ ان کی تخلیقات مہاراشٹر کا سرمایۂ عظیم ہے جس نے مرہٹوں کے دل و دماغ پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ ابتک وہ بھجن اور وہ اشعار گائے جاتے ہیں جو ایسے ہی سنت اور مہاپرش کی تصنیف ہیں۔

مرہٹے شیواجی کے نام کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ کیونکہ شیواجی نے سارے مرہٹوں کو ایک پرچم تلے جمع کیا۔ اور ان کو ان کے فطری جوہروں سے آگاہ کیا۔ منظم کیا اور پھر مرہٹوں نے ہندوستان کی تاریخ میں اپنے لئے ایک الگ باب کا اضافہ کیا۔ مرہٹے اپنے بچوں کو شیواجی کی کہانی سنا کر ان میں بہادری، خود داری اور جنگی قابلیت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں ——

حکومت مہاراشٹر اور

ذرائع آمدنی

قدیم حکومت بمبئی کے تمام شعبوں کی ترقی و توسیع کے لئے ماسٹر پلان کی خواہش وزیر اعلیٰ نے ظاہر کی تھی۔ اسی کے مطابق شعبۂ صنعت و حرفت کی جانب سے ماسٹر پلان کا انعقاد عمل میں آیا ہے۔ اس پلان کو تیار کرتے وقت اس امر کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ریاست میں صنعتی فروغ کے لئے کون کونسی خام اشیاء حاصل ہوسکتی ہیں۔ اس بات پر غور و خوض کرکے اس پلان کو ترتیب دیا گیا ہے۔ نیز ذرائع آمد و رفت بجلی، پانی وغیرہ کی فراہمی پر بھی خاص توجہ دی گئی ہے۔

صنعتی ترقی و توسیع کے متعلق ماسٹر پلان میں کافی بحث کی گئی ہے۔ ملک کی اقتصادی ترقی کے نقطۂ نظر سے چھوٹی اور گھریلو صنعتوں کو خاص اور اہم مقام حاصل ہے۔ بڑی صنعتوں کے مقابلہ میں چھوٹی اور گھریلو صنعتوں کو کم محنت اور سرمایہ سے ابھارا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ صنعتیں ہر جگہ جاری کی جاسکتی ہیں۔

ماسٹر پلان میں جن ڈویژنوں (حصوں) کی معلومات دی گئی ہے۔ قدیم ریاست بمبئی کے چھ حصے تھے ان میں سے احمد آباد اور راجکوٹ یہ دو حصے ریاست گجرات میں شامل ہوچکے ہیں۔ بقیہ چار حصوں کی معلومات ریاست مہاراشٹر کے صنعتی توسیع کے پیش نظر مفید و کارآمد ہے۔ مہاراشٹر کے موجودہ چار مراکز (حصوں) میں فی الحال جاری ہونے والی اور آئندہ جاری ہونے والی تجارت پر حسب ذیل تفصیلات کے مطابق غور کیا گیا ہے۔

بمبئی ڈویژن:- بمبئی ڈویژن کی صنعتی ترقی سے مراد بمبئی عظمیٰ کی صنعتی ترقی ہے۔ فی الحال بمبئی ڈویژن کے ۵۵۰۰ رجسٹرڈ کارخانوں میں سے ۴۰۰۰ سے زائد کارخانے بمبئی عظمیٰ میں ہیں۔ ان چار ہزار کارخانوں میں سے ایک ہزار بڑے کارخانے ہیں اور بقیہ چھوٹے چھوٹے ہیں۔ بمبئی عظمیٰ کی سب سے بڑی اور وسیع صنعت و حرفت کپاس سے سوت اور کپڑا بننا ہے۔ اس صنعت میں تقریباً ۲ لاکھ سے زائد مزدور روزانہ مصروف کار ہیں۔ ریاں یا مصنوعی ریشم تیار کرنے کے دو بڑے کارخانے ضلع تھانہ کے بمبئی کے قریبی مقام کلیان میں واقع ہیں۔ ان کارخانوں کی سالانہ آمدنی ۱۲ دس لاکھ کیلوگرام یا تقریباً ۲۶ دس لاکھ پونڈ ہے۔ بمبئی۔ تھانہ کے احاطہ میں اونی کپڑے کے چھ کارخانے ہیں۔

انجینئرنگ کے میدان میں مشین، ٹولس، کاسٹنگ، ویلڈنگ، الیکٹروڈس، اسٹیل فرنیچر، ٹائپ رائٹرز، اسٹین لیس اسٹیل پریسڈ، وے آرمس، پریشر سٹوز، والوس، ٹیکسٹائل مشینری، دیگر صنعتوں میں کام آنے والی مشینری، گرڈنس، کاسٹنگ وہلس، تانبا، پیتل، المونیم، رولنگ ملز، الیکٹرک وائر، اور کیبلس، الیکٹرک موٹرس، ٹرانسفارمرس۔ ٹرانس مشین، کیبلس، سوئچ گیئر، انٹی مونی ریفائننگ، پاوڈرڈ، میٹالرجی وغیرہ صنعت و حرفت بمبئی کے احاطہ میں جاری ہوگئی ہیں۔ اس کے علاوہ بمبئی عظمیٰ میں موٹر بنانے کا بڑا کارخانہ ہے جس میں موٹریں، ٹرک، سکوٹرس تیار کئے جاتے ہیں۔ اسی لئے ضروری پرزے بنانے کا کام بھی وسیع پیمانے پر جاری ہے۔ بمبئی میں ہی سائیکلس تیار کرنے کا ایک بڑا کارخانہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ دھاتوں کے میدان میں مختلف قسم کی دھاتیں اور مختلف قسم کی ادویات مٹی اور کانچ کے کارخانے، بیجوں (تلہن) سے تیار کردہ تیلوں، بناسپتی، صابن سازی، رنگ، وارنش اور ٹرنک وغیرہ شامل ہیں۔

ضلع ناسک میں شکر کے کارخانے، رتناگیری میں کاجو کا کارخانے اور بمبئی میں بسکٹ، چاکلیٹ، مختلف پھلوں اور پھلیوں سے تیار کردہ چیزوں کے کارخانے ہیں۔ ربڑ سے ٹائرس، ٹیوب، دباکم ہوز، موٹریں اور سائیکلس کا سامان

بیلٹ، کاغذ، پٹھا، ریپنگ پیپر، ہارڈ بورڈ، تجربہ گاہوں، رسد گاہوں کے کام آنے والی چیزیں تیار کرنے کے کارخانے بھی بمبئی میں موجود ہیں۔

اس کے علاوہ سگریٹ، ریزر، بلیڈ، ریلوے فٹنگ، ڈرم، ٹن کے ڈبے، ٹیوب، سٹین لے اسٹیل کاسٹنگس کاربن پنسلیں وغیرہ کے کارخانے یہاں جاری ہیں۔ ویسٹرن و سنٹرل ریلوے کے بڑے بڑے ورک شاپ بمبئی علاقے میں ہیں۔ اور گودی میں جہاز سازی و مرمت کرنے کا کام ہوتا ہے۔ ترمبھا کے مقام پر دو بڑے آئل ریفائنریز ہیں۔ اس حصہ میں قلابہ ضلع میں چاول کے بھوسے سے تیل، سلفورک ایسڈ، کیلشیم، کاربائیڈ، کارڈ بورڈ، خالص نمک، اسٹیپل ریان اور وسکوج ریان وغیرہ جدید صنعت و حرفت شروع ہو رہی ہے۔

ضلع ناسک میں سوت کاتنے کا مل شکر کا کارخانہ اور لکڑی کے بھوسے سے بورڈ بنانے، بجلی کے تار۔ ری رولنگ مل دیگر صنعتوں میں کام آنے والی ربڑ کی چیزیں وغیرہ صنعت جاری ہے۔ رتنا گیری ضلع میں نائٹروجن اور فاسفوٹک کھاد کے علاوہ سلفورک ایسڈ، الکٹرولائٹک، کاسٹک سوڈا وغیرہ جیسے نئے کاروبار شروع ہونے کا امکان ہے۔

تھانہ ضلع میں بھی مختلف صنعتوں کو جاری کر کے انھیں فروغ دینے کے لئے میدان ہموار کیا جا رہا ہے۔

ناگپور:- (خطہ) ودربھ صنعتی ترقی میں بہت پیچھے ہے۔ اسی لئے صنعتی و تجارتی نقطۂ نظر سے اسے مہاراشٹر کا پسماندہ علاقہ کہا جا سکتا ہے۔ ودربھ میں جنگلات کا رقبہ تقریباً ۲۷ لاکھ ایکڑ ہے۔ اس میں سے زیادہ تر جنگلاتی حصہ چاندہ ضلع میں ہے۔ اسی کے لگ بھگ بھنڈارا، امراوتی اور ایوت محل ضلع میں جنگلات ہیں۔ جنگلاتی اشیا پر منحصر صنعتیں مثلاً کاغذ سازی۔ پیٹھے۔ بیلائی ووڈ۔ لکڑی کا کوئلہ۔ وارنش۔ کولتار۔ صابن۔ دیاسلائی وغیرہ ہیں۔ ناگپور کی خاص صنعت سوت کتائی و کپڑا بننا ہے۔ یہاں کل نو ملیں ہیں ـــ ناگپور، امراوتی اور اکولہ ضلع میں دو دو ملیں ہیں۔ وردھا ضلع میں تین ہیں۔ اس احاطہ میں ۲۸۰ جننگ و پریسنگ کارخانے ہیں۔ مونگ پھلی کی زیادہ پیداوار ہونے کی وجہ سے اس سے تیل نکالنے کے کارخانے بارہ مہینے جاری رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں بہت سی تیل نکالنے کی خانگی ملیں ہیں۔ اکولہ اور شیگاؤں میں بناسپتی کارخانے ہیں۔ بالاپور کے کاغذ کے کارخانہ سے روزانہ تیس ٹن کاغذ تیار ہوتا ہے۔ اور یہ مقدار اب ۱۲۰ ٹن تک بڑھنے والی ہے۔ ناگپور و بھنڈارا ضلع میں مینگنیز کی کانیں ہیں اس لئے ڈونگری بزرگ میں مینگنیز کے بینفیشنگ پلانٹ ہیں۔ ناگپور میں دو اور گوندیا میں ایک کل تین کانچ کے کارخانے ہیں۔ کانہان۔ کامٹی کے علاقہ میں سلفورک ایسڈ، کاربن ڈائی اکسائڈ، رنگ، وارنش اور بائلڈ آئل کے کارخانے ہیں۔ ناگپور میں انجینئرنگ ورک شاپ اور فاونڈریج ہیں۔ نیز یہاں ایک ریلوے ورک شاپ بھی ہے ـــ

سنگترے، لیمو، اور دیگر موسمی پھلوں کا اور سبزی ترکاریوں کا رس برقرار رکھنے کیلئے تین ریفرزیشن پلانٹس ہیں۔ کانہن اور تمسر کے مقام پر تیس ہزار اور بیس ہزار ٹن قوت کے فیرو مینگنیز پلانٹس ہیں۔ ان میں سے ایک نے فیرو مینگنیز تیار کرنا شروع کیا ہے۔ اس علاقہ کی فصلوں کو مدنظر رکھا جائے تو مندرجہ ذیل صنعت و حرفت جاری کرنے کا امکان ہے۔

ناگپور ضلع میں سوتی کپڑوں کی ملیں (دواکی کپاس و سرجیکل کاٹن) رنگ، وارنش، بائلڈ آئل اور اناما فیرو مینگنیز ہلکی پرت کا مینگنیز، بینفیشنگ، ہارڈ بورڈ اور چیپ بورڈ، اسٹیل ری رولنگ، موٹر ٹرانس فارمرس۔ کنٹرول سوئچ۔ مشین ٹولس وغیرہ۔

اکولہ ضلع میں بنولے سے تیل سالبٹ ایکسٹریکشن پلانٹ ڈسٹی لیشن آف ایسڈ سرجیکل کاٹن اسٹیل ری رولنگ انڈسٹریل مشینری ریلوے ویگنوں کے لئے اسٹکچرل ورک شاپ انڈسٹریل ربڑ گڈس وغیرہ۔

امراوتی ضلع میں کاٹن سیڈ آئل سالبٹ ایکسٹریکشن پلانٹ انڈسٹریل مشینری۔

بھنڈارہ ضلع میں سٹرا بورڈ، اور پیپر رائس بران آئل ریفرائکٹریز۔ میگنیز۔ بینی فیشنی وغیرہ۔

چاندہ ضلع میں بگ۔ آئرن بائے وشانٹ فرنیس لوہے کے پانی سے پائپ ہارڈ بورڈ چپ بورڈ وغیرہ۔
وردھا اور ایوت محل ضلع میں سر جیکل کاٹن۔ بنولے کا تیل۔ سالوینٹ ایکسٹرکشن پلانٹ اور ایوت محل ضلع میں سمینٹ۔

گیس بجلی کے مراکز

پہلے اور دوسرے پنجسالہ پلان کے تحت مہاراشٹر میں گیس بجلی مرکز قائم ہوئے۔ سانگلی میرج ۴۰۰ کیلوٹ بجلی دینے والا رادھانگری کے پاس بجلی گھر بنایا گیا۔ پنیری تلے گاؤں اسکیم مکمل ہوگئی۔
مرہٹواڑہ میں تیل بجلی مرکز بنایا۔ وردھا میں بلارشا (۲۲۵۰ کیلوٹ) اور پارس (۶۰۰۰ کیلوٹ) ان مرکزوں کی تعمیر شروع ہوئی۔ اور کھاپڑ کھیڑا بجلی گھر میں (۶۰۰۰ کیلوٹ) بڑھائی گئی۔ توسیع زراعت کی سب سے بڑی اسکیم دراصل کوئنا بجلی گھر کی اسکیم ہے۔ اس اسکیم کی تیسری منزل پوری ہونے پر ۵۰۰۰۰ کیلوٹ بجلی دستیاب ہوسکے گی۔ سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء کے آخر میں اس اسکیم کی وجہ سے ۴۰۰۰۰ کیلوٹ بجلی مل سکے گی۔ اسکیم کے دوسرے مرحلہ پر ۱۰۰۰۰۰ کیلوٹ بجلی تیار ہوگی۔ تیسرے مرحلہ پر مزید ۹۰۰۰۰ کیلوٹ بجلی پیدا ہوگی۔

کوئنا کی بجلی:- کوئنا سے بجلی ملنے پر بمبئی، علی، تھانہ، قلابہ اور رتناگیری ضلع میں بجلی ملنا شروع ہوگی۔ اسی غرض سے بجلی کے تاروں کی ایک لائن پوفلی سے بمبئی تک لے جائی جائے گی (لمبائی تقریباً ۱۵۰ میل) یہ لائن ترمبا اور چولا ان ٹاٹا کمپنی کے بجلی گھروں سے جوڑی جائے گی۔ دوسری لائن بجلی گھر سے کراڈ شہر تک جائے گی۔ کراڈ میں بجلی کا خاص سب اسٹیشن تعمیر ہوگا۔ وہاں سے ایک لائن شولاپور، پنڈھرپور تک جائے گی۔ دوسری لائن کرلوسکر واڑی سانگلی اور کولاپور کے علاقہ میں بجلی مہیا کرے گی۔ تیسری لائن ستارا روڈ سے آگے جائے گی۔ ستارا کے پاس جن گاؤں میں فی الحال بجلی سپلائی کی گئی ہے انھیں بھی کوئنا سے بجلی مل سکے گی۔ اس طرح ستارا، شولاپور کے احاطہ میں بجلی سپلائی کی جاسکے گی۔ پورنا دریا کے بجلی گھر سے ۱۵۰۰ کیلوٹ بجلی ملے گی — اس سے مرہٹواڑہ کے ناندیڑ، پربھنی، اورنگ آباد اور بیڑ ضلع کے لئے بجلی دی جاسکے گی — پارس اور بھساول کے تھرمل اسٹیشن کی ۱۲۰۰۰ کیلوٹ بجلی ملنے پر وہ خاندیش و مرہٹواڑہ میں پہنچائی جاسکے گی۔
ودربھ گرڈ اسکیم کے تحت ٹرانسمیشن لائن ڈالنے کا کام مکمل ہونے پر بجلی پھیلانے کا کام جاری ہے۔
اس طرح تیسرے پلان کے اختتام تک تقریباً ۱۵۰۰۰۰ کیلوٹ یعنی تقریباً دوگنا بجلی پیدا ہوسکے گی۔

تیسرا پلان اور بجلی:- تیسرے پنجسالہ پلان کے دوران نصب کئے جانے والے تقریباً ۳۷۰۰ میل بجلی کے تاروں میں سے ۱۳۰۰ تار دیہی علاقہ میں ہوں گے۔ اس اسکیم سے مہاراشٹر کے ۸۰۰ گاؤں کو بجلی مل سکے گی۔ اس سلسلہ میں ۴ر۷ کروڑ روپیہ منظور ہوچکا ہے۔ دوسرا پنجسالہ پلان کے دوران تقریباً ۶۰۰ گاؤں کو بجلی سپلائی کی جاسکی ہے۔ اس سے دیہی علاقوں میں زرعی اور صنعتی توسیع میں کافی مدد ملی ہے۔

دِفاع اور



ترقی کا کام



ساتھ ساتھ چلتا ہے

[illegible] زرعی پیداوار [illegible] ایک الگ منصوبہ بنایا جائے۔
[illegible]
[illegible]
[illegible] کوشش کی جا رہی ہے۔

زرعی پیداوار بڑھانے کی اس مہم میں ہر ممکن تعاون دیجئے۔ اسے کامیاب بنانے کے لئے جی جان سے ہاتھ بٹائیے۔



پلان کو کامیاب بنائیے

بھارت کے دِفاع کو مضبوط کیجئے

تعمیر نو کی ایک اہم کڑی

مہاراشٹر کی صنعتی ترقیاں

یوں تو تقریباً ہر قسم کی صنعت مہاراشٹرا سٹیٹ میں موجود ہے مگر کپڑا ، دوائیں ، شکر ، سامان انجینئرنگ ، کاغذ ، دفتی اور صابن کو خاص اہمیت حاصل ہے ۔ اسٹیٹ میں ۸۰۲۶ فیکٹریاں کام کر رہی ہیں جن میں ۔ لاکھ آدمی کام کرتے ہیں ۔ ان میں سے تین لاکھ آدمی صرف پارچہ بافی (کپڑا بنانے میں) لگے ہوئے ہیں پارچہ سازی میں بمبئی ساری ریاست میں اول نمبر پر ہے ۔ یہاں تقریباً ۲½ لاکھ آدمی اسی کام میں لگے ہوئے ہیں ۔ اورنگ آباد ، ناگپور ، پونہ ، شولاپور ، خاندیش میں بھی کپڑے کی ملیں موجود ہیں ۔ مہاراشٹرا اسٹیٹ میں ۱۰۷۹ کروڑ روپیہ کا کپڑا تیار ہوتا ہے ۔ آرٹ سلک (مصنوعی ریشم) کو بھی فروغ ہے جس سے کریپ سلک شیفون ، مخمل وغیرہ بنایا جاتا ہے ۔ کلیان میں دو ریان فیکٹریاں ہیں (Rayon Factory) اور تقریباً تیس ملین پونڈ سالانہ ریان بناتی ہیں ۔ بمبئی اور تھانہ کے علاقوں میں نو اون کی ملیں ہیں ۔ تھانے میں ۲۷۷۵۵ چرخے ہیں اور ۲۲۶۴ سانچے ہیں ۔

چند خاص صنعتیں :- حال ہی میں انجینئرنگ کی صنعت میں بہت ترقیاں ہوئی ہیں اور بمبئی میں انجینئرنگ کے متعلق بہت قسم کی چیزیں بننے لگی ہیں خصوصاً ایسی مشینیں جن سے لکڑی یا دھات کی بنی ہوئی چیزوں کو موڑ کر مطلوبہ شے کی شکل میں تبدیل کیا جاتا ہے ۔ لوہے کے کھمبے وزنی ہتھوڑے ، لوہا کاٹنے والے آرے دھات کی ڈھلی ہوئی چیزیں زنجیریں ۔ چھتریوں کی تیلیاں ۔ اسٹیل کا بنا ہوا فرنیچر ۔ تجوریاں بکس اور الماریاں ۔ ٹائپ رائٹر ۔ ریفریجریٹر ۔ لاسلکی ریسیونگ سیٹ اور گھریلو استعمال کیلئے بجلی کی چیزیں ۔ اسٹو ۔ چولھے ۔ لیمپ ۔ آلات انجینئرنگ اور دوائیں بنانے والی مشین پانی کے بڑے بڑے پائپ اوزاروں کو تیز کرنے والی مشین وغیرہ وغیرہ پونا اور ستارا میں آلات کاشتکاری بنانے والا بہت بڑا کارخانہ ہے جس میں تیل نکالنے والی مشینیں ۔ ڈیزل انجن ۔ شکر سازی کی مشینیں ٹریکٹر ۔ اور جیپ موٹر کے پرزے ڈھالے جاتے ہیں ۔ الکٹرک موٹر کیبل ([illegible]) ۔ بائیسکل کے فریم ۔ نری وسیل وغیرہ بھی اب یہاں بننے لگے ہیں ۔

شکر کی پیداوار :- سارے ملک میں مہاراشٹرا کو صنعت شکر سازی میں خاص مقام حاصل ہے ۔ یہاں ۲۶ شکر کی فیکٹریاں ہیں اور ۲۴۸۰۰ ٹن روزانہ گنا پیرا جاتا ہے ۔ یہ فیکٹریاں احمد نگر ، کولھاپور ، پونا ، شمالی د

جنوبی ستارہ۔ شولاپور۔ ناسک اور گنگاپور میں۔ (اورنگ آباد ڈویژن) ہیں۔ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ دکن کی زمین گنے کی کاشت کے لئے بہت موزوں ہے۔ نیرا اور گوداوری دریاؤں کی نہریں اس کی کاشت میں بہت مدد دیتی ہیں سارے ملک میں گنے کی پیداوار کا اوسط ۱۴ ٹن فی ایکڑ ہے۔ مگر دکن میں اس کی پیداوار کا اوسط ۳۱ ٹن فی ایکڑ ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دکن کی زمین گنے کی کاشت کے لئے بہت سازگار ہے۔ اس صنعت کی دکن میں ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ یہاں پر کوآپریٹیو شکر فیکٹریاں ہیں جن کو گورنمنٹ کی طرف سے امداد دی جاتی ہے ۲۶ فیکٹریوں میں سے ۱۳ کوآپریٹیو فیکٹریاں ہیں جن کو گورنمنٹ کی طرف سے امداد دی جاتی ہے ——— ماسٹر پلان کے تحت بمبئی ریاست کے لئے یہ تجویز زیر غور ہے کہ ایک اور فیکٹری ناسک ضلع میں۔ دو فیکٹریاں سر گودھا تعلقہ میں۔ ایک شولاپور کے علاقہ میں ویر ڈیم ([illegible]) تکمیل ہو جانے پر قائم کی جائیں۔ مثلاً آبپاشی اسکیم مکمل ہو جانے پر احمد نگر کے ضلع میں دو یا تین شکر فیکٹریاں اور جاری کی جائیں گی۔

شکر بناتے وقت گنے کے رس سے جو شیرا نکلتا ہے اس سے الکوہل (شراب) بنائی جاتی ہے۔ جو دواؤں میں کام آتی ہے۔ پونہ ڈویژن میں اس کی ایک فیکٹری ہے جس میں ۱۲۶۵۰۰۰ گیلن الکوہل تیار ہوتی ہے۔ چونکہ الکوہل کی مانگ ملک میں بڑھ رہی ہے اس لئے گورنمنٹ نے ۱، لاکھ کے خرچ سے ایک فیکٹری چتالی میں قائم کی ہے۔ یہ فیکٹری ۹۰۰۰ گیلن الکوہل روزانہ تیار کرتی ہے۔

کچھ ماسٹر پلان کے بارے میں :- کسی اسٹیٹ کی صنعتی ترقیوں کے لئے لازم ہے کہ وہاں کی موجودہ پیداوار اور ترقی کے امکانات پر نظر کی جائے۔ اور اسی خیال کے تحت بمبئی اسٹیٹ کے لئے ماسٹر پلان مرتب کی گئی۔ تاکہ بمبئی اسٹیٹ کو ایک صنعتی اسٹیٹ میں تبدیل کر دیا جائے۔ ماسٹر پلان ایک اہم دستاویز ہے جس کے تیار کرنے میں ایسے تجربہ کار لوگوں اور اداروں کی مدد لی گئی ہے۔ جنکا تعلق کسی نہ کسی صنعت سے ہے۔ اگرچہ یہ پلان اسوقت تیار کی گئی تھی جبکہ بمبئی دو لسانی اسٹیٹ تھی۔ مگر ماسٹر پلان کی سفارشات اور اندراجات اتنے ہی کارآمد اور صحیح ہیں جتنے مہاراشٹر اور گجرات اسٹیٹ بن جانے سے قبل تھے۔ ماسٹر پلان میں ہر مقام کا تفصیلی بیان۔ آب و ہوا۔ سالانہ بارش اور آبادی وغیرہ کے علاوہ اس کی بھی مفصل تصویر ہے کہ صنعتی تیلمات کے لئے کیا کیا آسانیاں ہیں۔ اور کس صنعت کو ترقی دے کر کس بلندی تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ خصوصاً کاشتکاری۔ کپاس۔ تیل پیدا کرنے والے بیج۔ چاول۔ تمباکو۔ پھل۔ گنا وغیرہ اور جنگلات کی پیداوار یعنی لکڑی۔ بانس۔ لاکھ۔ گھاس وغیرہ اور معدنیات مثلاً کوئلہ۔ کچا لوہا۔ چونا۔ ریت وغیرہ مچھلی اور دوائیں کن کن مقامات پر سڑکوں کی ضرورت ہے اور کہاں کہاں ریلوے لائن بنانا ضروری ہے۔ برقی طاقت کہاں تک پہنچائی جا سکتی ہے۔ اور پانی کو نلوں کے ذریعہ پہنچانے کے امکانات کہاں تک ہیں۔

ماسٹر پلان میں مختلف صنعتوں کو یونٹ میں تقسیم کیا گیا ہے اور یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ یہ کہاں کہاں قائم کرنا مناسب ہوگا۔ کتنے سرمایہ کی ضرورت ہوگی۔ اور بجلی کی طاقت اور پانی کی سپلائی کے لئے کیا آسانیاں موجود ہیں۔ اور کتنے کام کرنے والوں کی ضرورت ہوگی۔ اور وہ کہاں سے مل سکیں گے۔ اور ان کو کہاں آباد کرنا چاہیئے۔ تیار کردہ مال کے آمد و رفت کی کیا سہولتیں ہیں۔ صنعتوں کی ترقیوں کے ساتھ مختلف قسم کے مرحلے جنم لیتے ہیں۔ مثلاً آبادی کی کثرت۔ راستوں پر ٹریفک کی زیادتی۔ اسکولوں کے لئے کھلی اور کھیل کی جگہیں اور گندے جھونپڑوں کی آبادی۔ محکمہ صفائی کا کام بڑھ جاتا ہے۔ ضروریات زندگی کے ہر شعبہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان تمام ضمنی ضروریات پر بحث کی گئی ہے اور ان کو کس طرح پورا کرنا چاہیئے۔ ان تمام تفصیلات کا ذکر ماسٹر پلان میں موجود ہے۔ نیز وہ مقامات بھی بتائے گئے ہیں جن کو مختلف صنعتوں کا مرکز بنانا مناسب ہوگا۔

مینگنیز :- ناگپور اور بھنڈارہ میں جتنا مینگنیز نکلتا ہے۔ اتنا سارے ملک میں کسی جگہ نہیں پایا جاتا۔ وہاں دو سو کانیں

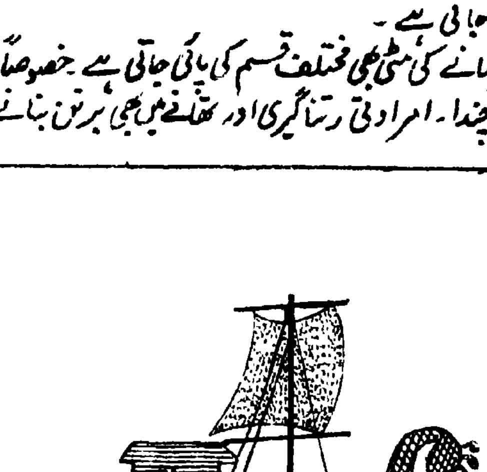
ہیں اور پندرہ میل چوڑی زمین کی سطح میں اس کے ذخیرے موجود ہیں۔ ان ذخائر میں بجائے مشینوں کے مزدور کام کرتے ہیں۔ جنگلات میں بھی مینگنیز پائی جاتی ہے۔ مگر وہاں یہ گھٹیا قسم کی دھات ہوتی ہے۔

کچا لوہا المونیم لائم اسٹون اور شیشہ بنانے والی ریت: کچا لوہا پایا جاتا ہے۔ رتناگری چندا - ناگپور - بھنڈارا کے علاقوں میں اور اتنی مقدار میں پایا جاتا ہے کہ بیرونی ممالک کو بھیجا جاتا ہے۔ وہ دھات جس سے المونیم بنایا جاتا ہے اس کے ذخیرے قلابہ - کولہاپور ستانگلی اور تھانہ کے اضلاع میں موجود ہیں۔ اور ان چٹانوں میں پائے جاتے ہیں جو سمندر کی سطح سے ۰۰...۳ فٹ بلند ہیں۔ اور دس سے پندرہ فٹ گہرائی تک اس کے ذخیرے موجود ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ تقریباً ۵۷ یا ۵۸ ملین ٹن یہ دھات ان ذخیروں میں موجود ہے۔

یوتمال اور چندا کے علاقوں میں لائم اسٹون پایا جاتا ہے۔ جو سمینٹ کے بنانے میں کام آتا ہے۔ ۱۹۵۹ء میں ۳۵۰۹۴ ٹن لائم اسٹون نکالا گیا۔ آجکل سمینٹ کی مانگ بڑھتی جا رہی ہے۔ اس لئے لائم اسٹون نکالنے کا کام بہت زور دل سے ہو رہا ہے۔ پونہ - کولہاپور - نندور - کھنڈر وادی - جنوبی ستارہ وغیرہ میں کام بہت تیزی سے ہو رہا ہے۔ اور مہاراشٹر اسٹیٹ کا نکالا ہوا لائم اسٹون بہت اچھے قسم کا ہوتا ہے۔ ان مقامات کے علاوہ جہاں اس کی کھدائی ہو رہی ہے لائم اسٹون کے دوسرے ذخائر کی تلاش کی جا رہی ہے۔ اور نئی نئی جگہیں دریافت ہوئی ہیں۔ جہاں کام شروع کر دیا گیا ہے یا شروع ہونے والا ہے۔

وہ ریت جس سے شیشہ بنایا جاتا ہے رتناگیری کے علاقہ میں پائی جاتی ہے۔ متھرا - وڈورا - چند وانی - کوٹھانی اور دیگر مقامات ہیں اس کے ذخیرے اندازاً ۸ ملین ٹن موجود ہیں اور ہر سال دس ہزار ٹن ریت نکالی جاتی ہے۔

مٹی کے برتن اور اینٹ بنانے کی مٹی بھی مختلف قسم کی پائی جاتی ہے۔ خصوصاً گونڈوانا کے چٹانوں میں اس قسم کی مٹی بہت ہے۔ ناگپور - چندا - امراوتی رتناگیری اور تھانہ میں بھی برتن بنانے کی مٹی کافی مقدار میں ہے۔



صنعتی حلقوں میں اِمداد باہمی کے رجحانات

آج ہمارے ملک میں ہنرمندوں اور کاریگروں کا ایک ایسا طبقہ موجود ہے کہ جن کے پاس صلاحیت اور نئے خیالات کا خزانہ موجود ہے۔ لیکن سرمایہ کی کمی۔ ذرائع آمدورفت کی قلت تجارت سے متعلق دوسری سہولتوں کی کمی کے باعث ان کی صلاحیتوں کا کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اس قسم کے باکمال کاریگر متعدد دیہاتوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ دیہاتوں میں انھوں نے دیہی صنعتوں اور چھوٹے موٹے قسم کے صنعتی کاروبار شروع کر رکھے ہیں۔ ان تمام مختلف کاریگروں کو ایک جگہ پر لاکر اور ان کی ایک تنظیم قائم کرکے اس کے ذریعہ سرمایہ، کچا مال اور دوسرے ذرائع کی فراہمی اور تجارت سے متعلق دوسری سہولتوں کو فراہم کرکے ہم متعدد قسم کی دیہی صنعتوں کو فروغ دے سکتے ہیں۔

حکومت کی جانب سے سہولتیں :- دیہی علاقوں کی صنعتوں کو تیزی کے ساتھ فروغ دینے کے لیے صنعتی تعاون ایک موثر ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اقتصادی کفایت شعاری خود مکتفی ہونا۔ اور آپس میں تعاون کے ذریعہ ترقی کرنے والے لوگوں کو ان اداروں سے کافی فیض پہنچ سکتا ہے۔ ان امداد باہمی کے اداروں کا مقصد یہ ہے کہ معیار زندگی کو بلند کیا جائے۔ صنعتی تعاون کو متحرک کرنے کے لئے حکومت کی جانب سے مختلف قسم کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ سے یہ ادارے پوری صلاحیت کے ساتھ کام کرنے لگتے ہیں۔ مثال کے طور پر کم خرچ میں امداد باہمی کے اداروں کو بجلی اور پانی کی سپلائی کی جاتی ہے۔ صنعتی امداد باہمی کے ادارے قائم کرنے کیلئے کرو ے کمیٹی نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے۔ اس قسم کے امداد باہمی کے ادارے بڑے شہروں سے دور چھوٹے چھوٹے دیہاتوں اور شہروں میں قائم کئے جائیں اس طرح صنعت و حرفت کا دائرہ کسی ایک مرکز پر محدود ہونے کی بجائے مختلف مقامات تک وسیع تر ہو جائے گا۔

تنظیم کی نوعیت :- ریاست مہاراشٹر میں امداد باہمی کے اداروں کی نوعیت مصر کے ابوالہول کی طرح ہے۔ سب سے نیچے کاریگروں کے ابتدائی صنعتی امداد باہمی کے ادارے ہیں۔ جن میں بنکروں کی انجمنوں وغیرہ کو شامل کر لیا گیا ہے۔ ضلع کی سطح پر ضلع کی صنعتی انجمن ہوتی ہے جس میں ابتدائی باہمی تعاون کے ادارے اس کے ممبر بنائے جاتے ہیں۔ ضلع کی گھریلو صنعتوں اور دیہی صنعتوں کو ترقی دینا۔ متعلقہ اداروں اور کاریگروں کو جدید ہتھیاروں اور کچے مال کی سپلائی کرنا اور انھوں نے جو مال تیار کیا ہے اسے فروخت کرنا۔ دیہی صنعتوں کی نمائش میں حصہ لینا وغیرہ اس کے فرائض میں داخل ہیں۔ ریاستی سطح پر ریاستی صنعتی امداد باہمی کی انجمن بنائی گئی ہے۔ اس انجمن کا کام ضلع کی امداد باہمی کی انجمن ہی کی طرح ہوتا ہے۔

امداد باہمی کی انجمنوں کو سرمایہ فراہم کرنے کے لئے صنعتی امداد باہمی کے بینک قائم کئے جاتے ہیں۔ اس قسم کا بینک فی الحال ضلع شولاپور کے لئے ہے۔ جہاں ایسے بینک نہیں ہیں وہاں مرکزی امداد باہمی کے بنک صنعتی امداد باہمی کے اداروں کو قرضہ دیتی رہتی ہے۔

صنعتی ترقی کی رفتار بڑھانے کے لئے اور صنعت و حرفت کو سرمایہ فراہم کرنے کے لئے ریاستی مالیاتی کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا ہے۔ گھریلو اور چھوٹے پیمانوں کی صنعتوں کو مدد کرنے کے لئے سنہ ۱۹۳۵ء کے امدادی قانون کے تحت دیئے جانے والے قرضہ کی جلد از جلد منظوری اور اس کی فوری تقسیم کے لئے حکومت نے اس کارپوریشن کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا ہے۔ اس معاہدہ کی رو سے دس ہزار سے زائد روپیوں اور ایک لاکھ روپیوں سے کم والی رقموں کو منظور کرنے کا کام مذکورہ کارپوریشن انجام دیتی ہے۔ دیہی علاقوں میں اور چھوٹے شہروں میں صنعتوں کو فروغ دینے کیلئے ترقی کی متعدد اسکیموں پر عمل درآمد کیا جارہا ہے۔ ان اسکیموں میں خاص طور پر بنکروں کا دھندا، چرم سازی اور اسی نوعیت کی دوسری اسکیمیں شامل ہیں۔

ریاست مہاراشٹر میں فی الحال ۲۱۳۰ صنعتی امداد باہمی کے ادارے موجود ہیں۔ ۲۲ ضلع کے صنعتی امداد باہمی کی انجمنیں اور ایک صنعتی انجمن موجود ہے۔ کاریگروں کی رکنیت ۱ لاکھ سے زائد ہے۔ صنعتی امداد باہمی کا سرمایہ ۱۰۵ کروڑ روپیوں کا ہے۔ ان انجمنوں کی معرفت سوتی اور ریشمی کپڑا نیز کھادی کی پیداوار، اور شہد کی مکھیوں کو پالنے کا دھندہ۔ چرم سازی۔ سنار اور لوہار کے کام۔ اینٹ تیار کرنا۔ کمہاروں کا کام۔ نیرہ رنگ سازی۔ کپڑوں کی چھپائی کا کام۔ تیل کے کولھو۔ بانس کا کام۔ چمڑے کی چیزیں۔ دھاتوں کا کام وغیرہ ہوتا ہے۔

صنعتی امداد باہمی کے اداروں کو اوزاروں اور چیزوں کی خریداری کے لئے سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے۔ قابل مرمت اور نئے گودام تعمیر کرنے کے لئے قرضہ دیا جاتا ہے۔ نئے صنعتی اداروں کو مرکزی حکومت کی جانب سے امداد دی جاتی ہے۔ اسی طرح ریاستی مالیاتی کارپوریشن کی جانب سے بھی قرضہ دیا جاتا ہے۔ دوسرے پنجسالہ پلان میں متعدد صنعتی اداروں نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔

نئے دور کا آغاز:- زرعی صنعت کے ضمن میں شکر کی پیداوار کا خاص ذکر ہونا چاہیئے۔ ہماری ریاست کے ایک کاشتکار نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ صنعتوں کی امداد باہمی کے اصولوں پر موثر تنظیم قائم ہوسکتی ہے۔ اور ایک عام کاشتکار بھی ایک بڑا کارخانہ دار بن سکتا ہے۔

ہمارے ہندوستان میں سب سے پہلے امداد باہمی کے اصولوں پر شکر کا کارخانہ قائم کرنے کے معاملہ میں ضلع احمد نگر کو فوقیت حاصل ہے۔ یہ غریب کاشتکاروں کی محنت ہی کا نتیجہ ہے۔ دوسروں کے ساتھ تعاون کر کے اس کارخانہ کو قائم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا یا گیا ہے۔ احمد نگر کے اس قابل فخر کاشتکار کا نام دھٹل راؤ ویکھے پاٹل ہے۔

کاشتکار کارخانہ دار بن گیا:- ریاست مہاراشٹر کے دورے کے موقع پر آنجہانی وزیر اعظم پنڈت نہرو نے ضلع احمد نگر میں واقع پرورا نگر کا بھی دورہ کیا تھا۔ پدم بھوشن شری دھٹل راؤ ایکناتھ راؤ ویکھے پاٹل کی قیادت میں احمد نگر کے علاقے میں امداد باہمی کی زندگی کے قابل فخر آغاز پر وزیر اعظم نے ان کی تعریف کی تھی۔ اس مقام پر امداد باہمی کی تحریک کی کامیابی دیکھ کر نہرو کو بہت مسرت ہوئی تھی۔ اور انہوں نے جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں اپنے ملک میں جہاں جہاں جاؤں گا یہی کہوں گا کہ وہ پرورا نگر کی تقلید کریں۔ پرورا نگر کی موجودہ ترقی شری ویکھے پاٹل کی ۴۰ سالہ محنتوں کا نتیجہ ہے۔ حکومت ہند نے انہیں پدم بھوشن کا خطاب عنایت کر کے ان کی گراں قدر خدمات کو بنظر استحسان دیکھا ہے۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں پرورا نگر کے مقام پر امداد باہمی

کے اصولوں پر شکر کا کارخانہ قائم کیا گیا۔ اس کارخانے کے باعث شکر کے کارخانے کی ہیئت ہی بدل گئی ہے۔ پرورا کے امداد باہمی شکر کے کارخانے کے باعث تمام مہاراشٹر میں امداد باہمی کی تحریک کے متعلق لوگوں میں نیا جوش و خروش پیدا ہوا۔ اور لوگوں نے اس مثال کو سامنے رکھ کر امداد باہمی کی بنیاد پر شکر کے مزید کارخانے کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ اور گذشتہ ۵ سال کے عرصہ میں امداد باہمی کے اصولوں پر شکر کے ۱۴ کارخانے قائم کئے گئے اور مزید کارخانے قائم کئے جا رہے ہیں۔ تیسرے پنجسالہ پلان کے اختتام تک اس قسم کے مزید ۱۲ کارخانے قائم کئے جائیں گے۔ امداد باہمی کے اصولوں پر چلنے والے شکر کے ان کارخانوں کے متعلق ہم کامل طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سوشلزم کی جانب ایک اہم اقدام ہے۔ سارے ہندوستان میں مہاراشٹر ہی وہ واحد ریاست ہے جہاں امداد باہمی کے اصولوں پر شکر کے کارخانوں نے ترقی کی ہے۔

اب تک اتر پردیش اور بہار میں شکر کے کافی کارخانے تھے لیکن اب ہماری ریاست میں شکر کے مزید کارخانوں کے قیام سے شکر کی پیداوار میں قابل ذکر اضافہ ہو گیا ہے۔ شکر کی پیداوار کے لحاظ سے سارے ہندوستان میں مہاراشٹر دوسرے نمبر پر ہے۔ ۲۸ کارخانوں میں سے ۱۴ امداد باہمی کے اصولوں پر قائم ہیں۔ شکر کے ان کارخانوں کے باعث دوسرے دھندے بھی ترقی کر رہے ہیں۔ مثلاً الکوہل پیدا کرنے کا کام بھی ترقی پر ہے۔ ان کارخانوں میں شکر کی پیداوار اتنی ہے کہ وہ پورے مہاراشٹر کے عوام کی ضروریات کی تکمیل کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کافی بچ جاتی ہے۔ شکر کی پیداوار کے لئے عمدہ قسم کا گنا درکار ہے۔ عمدہ قسم کے گنے کے لئے حکومت نے ریسرچ شروع کیا ہے۔ اس کے لئے جو روپیہ درکار ہوتا ہے وہ شوگر سیس سے دیا جاتا ہے۔ مرکزی حکومت کو مہاراشٹر کی جانب سے شوگر سیس کی رقم ۶۵ لاکھ روپیہ مل جاتی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مہاراشٹر نے صنعتی اعتبار سے کافی ترقی کی ہے اور وہ اندیشہ جو شروع میں ریاست مہاراشٹر کے متعلق ظاہر کیا گیا تھا غلط ثابت ہو گیا ہے۔ شروع میں یہ بات کہی جاتی تھی کہ مہاراشٹر کے قیام کے بعد مہاراشٹر صنعتی لحاظ سے پیچھے رہ جائیگا۔

دوسرے پنجسالہ پلان میں امداد باہمی کے طریقوں پر خاص زور دیا گیا تھا۔ اس کے مطابق حکومت مہاراشٹر نے امداد باہمی کے اصولوں پر شکر کے کارخانے قائم کرنے کے لئے مدد دی۔ مہاراشٹر کے ۲۸ شکر کے کارخانوں میں سے ۱۴ کارخانے دوسری پنجسالہ اسکیم کے دوران عالم وجود میں آئے ہیں۔

شکر کی صنعت کی طرح گڑ تیار کرنے کے دھندے کو مہاراشٹر کی اقتصادیات میں اہم مقام حاصل ہے۔ فی الحال ریاست میں گنوں کی پیداوار میں سے تقریباً ۵۰ فیصد گنا گڑ پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن ابھی تک اس دھندے کو گھریلو صنعت کی شکل نصیب ہے۔ گڑ تیار کرنے کے معاملے میں بھی کافی اصلاح ہو رہی ہے۔

گنّوں کے چھلکوں سے کاغذ:- قومی ترقی کے ضمن میں کاغذ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ہندوستان میں کاغذ کی پیداوار گذشتہ صدی کے اختتام سے شروع ہوئی ہے۔ لیکن صحیح ترقی پچھلے چند سالوں میں ہوئی ہے۔ سرکاری حفاظت کی بنا پر بانس سے بہت سارا کاغذ تیار ہونے لگا ہے ہماری ریاست میں ضلع چاندہ کے بلارپور کے مقام پر کاغذ کا کارخانہ ہے۔ چند دنوں پہلے گنوں کے کارخانوں میں گنوں کے چھلکوں کو بیکار سی چیز سمجھ کر ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں معلوم ہو گیا کہ انہی چھلکوں سے کاغذ تیار کیا جا سکتا ہے۔ میرج کے پاس شکر کے کارخانے کے قریب کاغذ کا ایک کارخانہ قائم کیا جائیگا جہاں ۶۰ فیصد گنے کے چھلکے استعمال کر کے کاغذ تیار کیا جائیگا۔

سائنس کی جدید تحقیقات:- سائنس کی جدید تحقیقات کے باعث کل کی پیداوار کے طریقے آج کے دور میں پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا پیداوار کے جدید طریقوں کی طرف مسلسل توجہ دینی پڑتی ہے۔

اور اس سلسلے میں فوری معلومات کاریگروں تک پہنچانی پڑتی ہے۔

چھوٹے پیمانوں کی صنعتوں کے لئے پونہ میں ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے جو مسلسل تحقیق اور ریسرچ میں مصروف ہے۔ انجینیرنگ۔ کیمیکل۔ کانچ۔ تیل کے کولھو۔ ڈائینگ اور پرنٹنگ اور ہینڈ لوم اس قسم کے ۶ شعبے اس ادارے میں قائم کئے گئے ہیں۔ اس ادارے میں تربیتی کلاسیں بھی جاری رہتی ہیں۔ مختلف چھوٹے پیمانوں کی صنعتوں میں لگنے والی مشینوں کے بلیو پرنٹ اور خاکے بھی اس ادارے میں تیار کئے جاتے ہیں۔ اور متعلقہ شعبوں کو سپلائی کئے جاتے ہیں۔

ناگپور کے مقام پر ایک ادارے میں بعض خاص قسم کی صنعتوں کی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔

۱۸۷۵۲

ایس۔ جی برڈے
وزیر صنعت مہاراشٹر

مہاراشٹر کی صنعتوں کی وسعت

ملک کی صنعتی ترقیوں میں مہاراشٹر ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ ایک منظم صنعت ہمیشہ بے کاری کے دور کرنے اور پیداوار کے بڑھانے میں مدد دیتی ہے۔ ملک کی صنعتوں میں مہاراشٹر کا بڑا حصہ ہے۔ اور اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سارے ملک میں ایک ہزار کی آبادی میں صنعت کا اوسط صرف آٹھ ہے جبکہ مہاراشٹر اسٹیٹ میں اس کا اوسط بائیس ۲۲ ہے۔

مہاراشٹر میں جتنے بھی صنعتی ادارے ہیں ان کا بہت بڑا حصہ بمبئی عظمیٰ میں ہے۔ پونا شولاپور کولھاپور اور ناگپور میں بھی کچھ چھوٹی موٹی صنعتیں ہیں مگر سب سے زیادہ بمبئی عظمیٰ میں ہیں۔ ساٹھ فیصدی صنعتیں بمبئی عظمیٰ میں پائی جاتی ہیں۔ مہاراشٹر اسٹیٹ میں ۱۶۹ مربع میل میں صنعتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور آٹھ ہزار رجسٹرڈ شدہ فیکٹریاں اسٹیٹ میں ہیں۔ جن میں سے تین ہزار پانچ سو صرف بمبئی عظمیٰ میں ہیں۔ اور جتنے مزدور ساری اسٹیٹ میں کام کرتے ہیں۔ ان کا ۴۴ فیصد بمبئی میں کام کرتے ہیں۔ جتنی بجلی کی قوت ساری اسٹیٹ میں خرچ ہوتی ہے اس کا ۶۶ فیصد بمبئی عظمیٰ میں خرچ ہوتی ہے۔

بمبئی کی یہ ترقی اس وجہ سے اور ہے کہ یہاں بندرگاہ موجود ہیں۔ ٹرانسپورٹ کی سہولتیں ہیں۔ تجربہ کار مزدور ملتے ہیں اور بجلی کی قوت بھی سستی ہے۔ اس وجہ سے لوگ یہاں پر اپنا پیسہ صنعتوں میں لگانے کے لئے خوشی سے تیار ہو جاتے ہیں —— مگر بمبئی کی صنعتی ترقیوں نے دوسرے پیچیدہ مسائل بھی پیدا کر دیئے ہیں۔ مثلاً رہائشوں کی کمیابی۔ گنجان آبادی۔ گندے جھونپڑوں کی زیادتی۔ اور ٹرانسپورٹ کی دقتیں۔ بمبئی عظمیٰ صنعتی حیثیت سے ترقی کر رہا ہے۔ مگر دیہات جوں کے توں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو ترقی پانے کے مواقع بہت کم مل رہے ہیں۔ اور دیہات اس پر مجبور ہو رہے ہیں کہ اپنی دیہی پیداوار اور کاشتکاری پر اکتفا کئے ہوئے پڑے رہیں۔ دیہاتی اکثر بمبئی کی صنعتوں کی طرف کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ اور کاشت کی زمینوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ یہ ایسے مرحلے ہیں جن پر کافی غور و فکر کی ضرورت ہے۔

ہندوستان کے پنجسالہ پلانوں میں صنعتی ترقی کو چونکہ بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ لہذا سارے ملک میں صنعتی سرگرمیوں کی لہر دوڑ گئی ہے۔ قدرتی لحاظ سے مہاراشٹر نے بھی اس سمت میں مناسب اقدام کیا ہے۔

ایک مسئلہ دو پہلو:- آج حکومت مہاراشٹر اور عوام کے سامنے جو مسئلہ ہے اس کے دو پہلو بڑے اہم ہیں۔ ایک تو یہ کہ صنعتی لحاظ سے مہاراشٹر کو ترقی کرنا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس ترقی کے دوران بمبئی جیسے گنجان شہر کی آبادی سے صنعتی حلقوں کو ان علاقوں میں منتقل کرنا ہے جو صنعتی اعتبار سے ریاست میں پس ماندہ ہیں۔ اسی پالیسی پر حکومت مہاراشٹر گامزن ہے۔

یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ صنعتی ترقی صرف اس حالت میں ممکن ہو سکتی ہے جبکہ صنعتی ترقی کے لئے مطلوبہ ضروری اشیاء آس پاس کے علاقہ میں موجود ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آس پاس بجلی طاقت آمد و رفت

سے ذرائع، پانی اور مختلف قسم کے تربیت یافتہ مزدور اور کاریگر موجود ہیں۔ تو ان حالات میں صنعتی ترقی کی رفتار تیز ہو سکتی ہے۔ چنانچہ حکومت مہاراشٹر کی پالیسی بھی یہی ہے کہ صنعتی ترقی کے لئے درکار اور مطلوبہ چیزوں کی فراہمی پر توجہ دی جائے۔ اور ان تمام سہولتوں کو فراہم کر دیا جائے جن پر صنعتی ترقی کا دارومدار ہے۔ اور ریاست میں جہاں کہیں ایسی سہولتیں فراہم ہو سکتی ہیں وہاں صنعتی آبادی کو فروغ دیا جائے۔

حالیہ چند سالوں میں صنعتی ترقی کے لئے ملک میں بجلی کی فراہمی ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ بدقسمتی سے ملک کے اکثر حصوں میں بجلی کی طاقت سپلائی نہ ہونے کے سبب صنعتی ترقی رکی پڑی ہے۔ کوئنا پروجیکٹ کی بروقت تکمیل سے اور اسی طرح ریاست میں اور دوسرے پاور اسٹیشنوں کے باعث ریاست مہاراشٹر میں صنعتی ترقی کیلئے وقت کی مانگ کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ مہاراشٹر کے دیہی علاقوں میں بھی ہم بجلی فراہم کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ جب چند سال میں ہم ان منصوبوں کو مکمل کر لیں گے تو اس وقت سارے مہاراشٹر میں بجلی کی لہر دوڑ رہی ہوگی۔ اور پھر کوئی علاقہ بجلی کی طاقت کی کمی سے صنعتی لحاظ سے ہرگز پیچھے نہیں رہ سکیگا۔ ہر سال مہاراشٹر کے چند نئے علاقوں میں بجلی فراہم کی جارہی ہے۔ اور بجلی پہنچتے ہی وہاں صنعتی ترقی شروع ہو جاتی ہے۔

صنعت کی ترقیاتی کارپوریشن:- ریاست مہاراشٹر میں صنعتی مسئلہ کے دونوں پہلوؤں پر عمل درآمد کرنے کی کوششیں کرتے ہوئے حکومت نے حال ہی میں ریاست مہاراشٹر کے لئے ایک صنعتی کارپوریشن قائم کی ہے۔ اس کارپوریشن کا اہم مقصد یہ ہے کہ اچھے اور منظم طریقہ سے ریاست کی صنعتی ترقی میں امداد دی جائے۔ ریاست میں ہر جگہ صنعتی آبادی اور صنعتی ترقی کو فروغ دیا جائے۔ تاکہ ریاست کے پسماندہ علاقے بھی ترقی کریں۔ اس کارپوریشن کے قیام کو ایک سال ہو چکا ہے تاہم اتنے مختصر سے عرصہ میں اس کارپوریشن نے تمام ریاست میں صنعتی ترقی کے لئے ایک پروگرام پر عمل درآمد کیا ہے۔

موجودہ دور میں کارپوریشن نے بمبئی اور مضافات بمبئی سے باہر کے علاقوں کی صنعتی ترقی کے پروگرام پر توجہ دے رکھی ہے۔ جس میں بمبیری، پونہ، اورنگ آباد، جالنہ، ناسک، جلگاؤں اور ناگپور شامل ہیں۔ سال رواں کے دوران مزید چند علاقوں پر توجہ دی جائے گی۔ ان تمام علاقوں کو عمدہ رسل و رسائل، مناسب بجلی کی سپلائی پانی۔ گندے پانی کی نالیوں وغیرہ کی سہولتیں فراہم کی جارہی ہیں۔

ان صنعتی علاقوں میں کھلی جگہوں (پلاٹ) کے علاوہ باغات اور پارک کیلئے کھلی جگہ کینٹین، ٹیکنیکل تربیتی مراکز، ڈاک خانوں، آگ بجھانے والے عملہ کے دفتروں بنکوں وغیرہ جیسی تمام مطلوبہ سہولتیں دی جارہی ہیں۔ صنعتی علاقوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے رہائشی مکانات کے لئے بھی کافی جگہ انھیں فراہم کی گئی ہے۔

مزدوروں کے تربیتی مراکز:- صنعتی پہیوں کو گردش میں رکھنے کیلئے مزدوروں کی مناسب طاقت درکار ہے۔ فنی تعلیم کا ریاستی محکمہ اور صنعتی کارپوریشن اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ صنعتی ترقی کی مانگ کو پورا کرنے کے لئے تربیت یافتہ مزدوروں اور کاریگروں کی ضرورت ہے۔ ان تربیتی مراکز میں بے گھر ہونے والے کاشتکاروں کے بچوں کو بھی تربیت دی جاتی ہے۔ جن کی زمینیں حکومت نے صنعتی ترقی کے لئے خرید لی ہیں۔ تاکہ آگے چل کر یہ بچے ایک تربیت یافتہ کاریگر بن جائیں جن کی آج صنعت میں بڑی مانگ ہے۔

ارزاں قیمت پر کھلی جگہیں:- بمبئی سے صنعتوں کو باہر لیجانے کیلئے بمبئی سے باہر صنعتی مقاصد کے لئے جو زمین دی جاتی ہے اس کی قیمت بڑی کم رکھی گئی ہے اور یہ بھی نئے کارخانہ داروں کے لئے باعث کشش ہے۔ ریاست کے پسماندہ علاقوں میں صنعتی دائرے کو وسیع کرنے کے لئے حکومت

مہاراشٹر کی جانب سے قائم کردہ صنعتی کارپوریشن نے حال ہی میں فیصلہ کیا ہے کہ ضلع ایوت محل میں راجور کے مقام پر سیمنٹ کا ایک بڑا کارخانہ قائم کیا جائے۔ کارپوریشن کی سرگرمیوں کے علاوہ ریاستی ڈائرکٹریٹ نے تمام ریاست میں صنعتی آبادی کا حوصلہ مندانہ پروگرام بنالیا ہے جس میں خصوصی طور پر چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو شامل کیا گیا ہے۔ بمبئی سے وسیع پیمانے پر صنعتوں کو باہر لے جانے اور بمبئی کے باہر ان صنعتوں کے لئے جگہ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی توجہ دینا بہت اہم ہے کہ زرعی ترقی کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ چنانچہ امداد باہمی کی انجمنوں اور دوسرے اداروں کی طرف سے زرعی کاشتکاروں کے اغراض و مقاصد کی نگہداشت کی جا رہی ہے۔ امداد باہمی کے اصولوں پر مہاراشٹر میں شکر کے چند نئے کارخانے کھولے گئے ہیں جن کی تعداد آج مہاراشٹر میں ۱۴ ہے۔ اور یہ سارے کارخانے امداد باہمی کے اصولوں پر چل رہے ہیں۔ گنے پیدا کرنے والوں کی جانب سے کوآپریٹیو سوسائٹیاں بنائی جاتی ہیں۔ اُن میں ایسے کاشتکار جو چھوٹے پیمانے پر مثلاً دو یا تین ایکڑ زمین پر گنے کی کاشت کرتے ہیں۔ شکر کوآپریٹیو سوسائٹی کے طرز پر بنکروں کی سوسائٹیاں بھی قائم کی گئی ہیں۔ اس قسم کی امداد باہمی کی سوسائٹیوں کے لئے کافی گنجائش موجود ہے۔ تیل اور مونگ پھلی کے کارخانوں کے لئے بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ غرضکہ کاشتکاروں کی ترقی کے لئے بھی حکومت کافی مناسب اقدامات کر رہی ہے۔ ریاست کے تمام شعبے صنعتی ترقی کی سمت میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور چھوٹے موٹے پیمانے پر ہر قسم کی صنعتی ترقی جاری ہے حکومت مہاراشٹر اور اس کے سرکاری متعلقہ محکمے صنعتی ترقی کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ عوام کا بھی فرض ہے کہ وہ حکومت کی ان کوششوں میں دست تعاون دراز کریں۔ مہاراشٹر کے عوام ہمیشہ روایتہ لحاظ سے تجارت اور صنعت کے شعبوں سے اب تک کافی الگ تھلگ رہے ہیں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ مہاراشٹر کے عوام وقت کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ اور نہ صرف زرعی ترقی بلکہ صنعتی ترقی کے لحاظ سے بھی کافی ترقی کر سکیں گے۔

چھوٹی اور گھریلو صنعتیں
یا
(کاٹیج انڈسٹری)

آپ کے معاشی مسائل روز بروز پیچیدہ ہونے کے بجائے حل ہوتے جانے چاہئیں اسی غرض سے زراعت اور صنعت و حرفت کو مربوط کر دینا ہوگا۔ ان پر منحصر مالی انتظام کا خاکہ بنایا جائے گا۔ کیونکہ اب کاشتکاری میں مشین کا استعمال ہونے لگا ہے۔ اس لئے توقع ہے کہ اب کاشتکاری کو فروغ حاصل ہوگا۔ اور اس پیشہ میں پھنسے ہوئے مصروف کار لوگوں کو فراغت نصیب ہوگی۔ اب انھیں کسی کام میں منہمک رکھنے کی ضرورت ہے اسی لئے گرام ادیوگ یادیہی صنعتیں اور کھادی ادیوگ یعنی کاٹیج انڈسٹری میں لگانا ہوگا۔ اس لئے یہ صنعتیں وسیع پیمانے پر جاری کرنا ہوں گی۔ اس کام کے لئے اب ریاست میں جگہ جگہ استعمال ہونے والی بجلی کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کاٹیج انڈسٹری کی توسیع میں بجلی فراہم کرنے کی اسکیم کی کافی اہمیت ہے۔ اس لئے وہاں جہاں بجلی فراہم ہے۔ وہاں وہاں صنعتی توسیع کے خیال سے اس کا استعمال ہونا چاہئے۔ اسی نقطہ نظر سے کوشش جاری ہے۔ جو کامیاب ہونے پر ہاتھ ماگ یا ہینڈلوم کی صنعت میں پاور لوم کا فروغ ہو رہا ہے۔

بنکروں کے امدادی اداروں کی توسط پاور لوم جاری کرنے کی اسکیم کو دوسرے پنجسالہ پلان میں خاص طور پر عمل میں لایا گیا یہ اسکیم بیس ہزار اور اس سے کم آبادی والے گاؤں میں شروع کی گئی۔ اس لئے اس پیشے کا فروغ بڑے شہروں کے بجائے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں ہی ہوا۔ اس کا خاص فائدہ ناسک، احمد نگر، جلگاؤں، شولاپور، تھانہ، امراوتی، اکولہ، ناگپور ضلعوں کے چھوٹے چھوٹے گاؤں کی امدادی انجمنوں نے اٹھایا۔ اکھل بھارتی ہاتھ ماگ منڈل (آل انڈیا ہینڈ لوم سوسائٹی) کی جانب سے ملنے والی امداد سے بنکروں کی بہبودی کے پیش نظر چھوٹی چھوٹی اسکیمیں عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ جن میں بنکروں کی امدادی انجمنیں قائم کرنے، انھیں سرمایہ مہیا کر دینے۔ مال فروخت ہونے میں سہولت دینے۔ بنکروں کی سماجی ترقی وغیرہ اسکیمیں شامل ہیں۔ ان اسکیموں سے بہت سی امدادی انجمنیں مستفیض ہو رہی ہیں۔

ہاتھ ماگ یا ہینڈلوم:- ہماری ریاست میں ۱۴۶۸۹۱ ہینڈلومس درج رجسٹر ہیں جن میں سے ۸۰۰۰۰ لومس امدادی اداروں میں شامل ہوتے ہیں۔ جو صرف کپاس کے سوت پر جاری ہیں۔ اون، ریشم مصنوعی ریشم وغیرہ پر جاری شدہ ہینڈ لومس کا ان میں شمار نہیں ہے۔ سوت کا استعمال کرنے والے بنکروں کی ۵۳۰ انجمنیں ہیں۔ ریشم کے ذریعہ بننے والوں کی دس، اور اونی کپڑا بننے والوں کی ۲۲ انجمنیں ہیں۔ مہاراشٹر میں "پیاٹرن" بنانے والے چار کارخانے ہیں۔ مالیگاؤں، شولاپور اور ناگپور میں کل تین بلیچنگ، کیلنڈرنگ اور فنشنگ مرکزی ادارے ہیں۔ ریاست مہاراشٹر میں بنکروں کی بستیاں مختلف اضلاع میں بکھری ہوئی ہیں۔ اس پیشہ کے خاص مرکز ناگپور، بھیمڑی، شولاپور، دھولیہ، احمد نگر، امریڈ، رندول، اچل پور، بسمت، جالنہ، مانوت، کامٹی، ایولہ، فیض پور، سنتر، مالیگاؤں، پاردلہ منتری، اچل کرنجی، پاتھرڈی، سنگمنیر، دھرن گاؤں، نصیر آباد وغیرہ ہیں۔ دیہات اور شہروں کی متوسط طبقے کی عورتوں کیلئے ساڑیاں یہاں بنی جاتی ہیں۔

ایولہ، پونہ، ناگپور اب بھی سوتی ساڑیوں کے ساتھ ساتھ ریشمی ساڑیوں کیلئے مشہور ہے۔ ایولہ اور پیٹھن کی "پیٹھنی" آج بھی مقبول عام ہیں۔ ناگپور اور پونہ کی ریشمی ساڑیاں متوسط طبقہ کی عورتوں کو کافی پسند ہیں۔ بمبئی اور ناگپور میں تو ارو سیع پیمانے پر تیار ہوتی ہے۔ نیز بمبئی، ناگپور، کامٹی، کاسندے، بالاپور اور اچل پور وغیرہ مقامات پر غالیچے تیار ہوتے ہیں اور گڈریوں طور دیہاتی جنتا کے لئے اونی کمبل بنے جاتے ہیں۔

فروخت کے مراکز:- ہینڈلوم کے تیار کردہ کپڑوں کی فروخت کیلئے جگہ جگہ مراکز قائم کئے گئے ہیں۔ انھیں انتظامی امداد اور بکری پر ریبیٹ دیکر مدد کی جاتی ہے۔ اس کام میں دوربھ مرکزی بنکر سنگھ بہت اہم کارنامے انجام دے رہا ہے۔ بنکروں کے لئے کامٹی، ناگپور اور چاندہ میں بستیاں بسائی جارہی ہیں۔

حکومت مہاراشٹر آل انڈیا ہینڈلوم منڈل سے سالانہ چالیس لاکھ کی ملنے والی رقم مختلف اسکیموں پر خرچ کرتی ہے۔ سنہ ۶۰-۱۹۵۹ء میں ۲۰٫۸۱ لاکھ روپے کی رقم بطور ریبیٹ ۳۵۰ بنکر امدادی جماعتوں کو منظور کی گئی۔ بنکروں کی فلاح و بہبودی کے پیش نظر ۹۹ رنگائی گھر منظور کئے گئے۔ شولاپور و مینڈری کے مقامات پر بنکروں کے لئے مکانات تعمیر کئے گئے اور ۳۰۰۰ سے کم آبادی والے مقامات پر پاور لوم شروع کئے گئے ہیں۔

ہماری ریاست میں ہینڈلوم کی صنعت پر خاص توجہ دی جارہی ہے۔ اور اس کے فروغ کے لئے وزیر اعلیٰ خاص کوشاں ہیں۔ ان کے حسب اعلان بنکروں کے لئے ایک تعلیمی اسکیم زیر غور ہے۔ تاکہ ان کی تمام مشکلات دور ہوں۔ اس سلسلہ میں وزیر مالیات شیش راؤ وان کھیڑے کے زیر قیادت ایک ستمی اسکیم تیار کررہی ہے۔ یہ ہوگی سرکاری امداد۔ اس سلسلہ میں خود بیدار مغز بنکر حضرات مصروف کار اور سرگرم عمل ہیں اور امید ہے کہ ان کی تدبیریں کارگر ہوں گی۔ اور اس صنعت کو زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہوگا۔

ہمرو اور پیٹھنی:- دوربھ جس طرح ہاتھ ماگ کی ساڑیوں کے لئے مشہور ہے اسی طرح مرہٹواڑہ ہمرو اور پیٹھنی کی وجہ سے مشہور ہے۔ مرہٹواڑہ کے اورنگ آباد میں ہمرو کے شال اور کمخواب کی بنائی کرنے والوں کو گذشتہ پانچ سالوں میں امدادی میدان میں لایا گیا ہے۔ آج اورنگ آباد میں ان بنکروں کے دو امدادی ادارے ہیں۔ جنھیں وقتاً فوقتاً سرکاری امداد یا قرض بطور امداد دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس صنعت کو فروغ دینے کیلئے نت نئے اقدام کئے جاتے ہیں اورنگ آباد ضلع کے پیٹھن نامی مقام پر پیٹھنی بننے والے جو موروثی کاریگر ہیں انھیں بھی اب پیشہ کی ترقی کے پیش نظر امدادی اداروں سے وابستہ کیا جارہا ہے۔

بدری کام:- مرہٹواڑہ کی دوسری شہرۂ آفاق صنعت بدری کام ہے۔ یہ کام کرنے والے کاریگر خصوصاً بدر ضلع کے باشی ہیں۔ لیکن گذشتہ چند سالوں میں وہ اورنگ آباد اور عثمان آباد ضلع کے اودگیر مقام پر بس گئے ہیں جو کرن پھول، پیپرویٹ، پیپر کٹرس اور سجاوٹ کی مختلف چیزیں بناتے ہیں۔ انھیں بھی اب امدادی اداروں سے منسلک کیا جارہا ہے۔ ان کے امدادی ادارے اورنگ آباد اور اودگیر میں قائم ہیں جنھیں سرکاری طور پر مالی و مشینی امداد دی جاتی ہے۔ اور مال کی کافی فروخت ہوتی ہے۔

چمڑے کی صنعتیں:- چمڑا کما کر اس سے جوتے بیگ پاکٹ سوٹ کیس اور دیگر مفید کارآمد چیزیں بنانے کی صنعت پر بھی خاص توجہ دی جارہی ہے۔ اور اس کی انجمنوں کو خاص مدد دی جارہی ہے جس سے پونہ، ستارا، کولہاپور، ناگپور، امراوتی، اضلاع کے امدادی ادارے خاص طور پر فیض یاب ہورہے ہیں۔ اس پیشہ اور صنعت کی حوصلہ افزائی کے لئے کھادی اور کاٹیج انڈسٹری منڈل کی جانب سے بھی مدد اور تقویت دی جارہی ہے۔

مردہ جانوروں کی کھالیں حاصل کرنے کا کام بھی اب کچھ اصلاح کے لیدی طرز پر فروغ دینے کے خیال سے عوامی مرکزوں نے ہاتھ میں لیا ہے۔

کوکن کے کاجو:- کاجو کے پودے لگانے کا کام بھی کم لاگت والا ہے۔ اور کوکن کے پسماندہ اضلاع کے لئے یہ کام بہت فائدہ بخش ہے۔ مہاراشٹر کے رتناگیری، قلابہ، تھانہ، ناسک، احمد نگر، پونا، ستارا اور کولھاپور ضلع کے پہاڑی خطہ اور بنجر زمین میں کاجو کے پودے لگائے جا رہے ہیں۔ رتناگیری ضلع میں اگر صحیح اور سائنٹفک طریقہ پر کام کیا گیا تو اس سے کافی فائدہ ہوگا۔ اور یہاں کے عوام کا افلاس دور ہوگا۔ حال ہی میں وینگورلا میں کاجو کا ایک کارخانہ جاری کیا گیا ہے۔ اسی طرح مالون میں بھی ___ دو کارخانے چل رہے ہیں۔

کاتھے سے رسّی بننا:- ہماری ریاست میں ناریل کے درختوں کی بہتات ہے۔ خصوصاً کوکن کے تین اضلاع تھانہ، قلابہ اور رتناگیری ہیں۔ کوکن کی مالی حالت میں اس پیداوار کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ وینگورلا میں کاتھے سے رسّی بننے کا ایک کارخانہ جاری ہے۔ جسے حکومت مہاراشٹر نے ۸۰ ہزار روپئے کی امداد دی ہے۔

سرکاری کوششیں:- تقریباً دس سال سے اس پیشے کو فروغ دینے کے سلسلہ میں حکومت تدبیریں کر رہی ہے اور آج یہ صنعت ترقی پذیر ہے۔ حکومت نے اس پیشے کی تعلیم کے لئے تین ماہ کا کورس مقرر کرکے ایسے تعلیمی ادارے جاری کئے ہیں جہاں خاص طور پر اس صنعت کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ ان گشتی اداروں کا فائدہ وینگورلا، شیروڈے، کوچرے، مٹھو، وانڈھ، اروندا، ساتر ڈے، مالون، تلسی وغیرہ کوکنی گاؤں میں تقریباً ۱۵۰۰ طلبا نے تعلیم حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ ایک سالہ کورس کے دو اسکول بھی جاری ہیں۔ اسکے علاوہ اروندے (ساونت واڑی) میں ایک مرکز قائم کیا گیا ہے۔ یہ تمام ادارے رتناگیری ضلع کے مختلف حصوں میں کام کر رہے ہیں۔

مشینی طریقہ:- حال ہی میں کاتھا بورڈ کی طرف سے مشین کے ذریعہ کاتھا تیار کرنے کی اسکیم بھی عمل میں لائی گئی ہے۔ اور تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں اس صنعت کو کافی فروغ دینے کی تدابیر پر عمل کیا جا رہا ہے۔

صنعتوں کیلئے سرمایہ:- صنعتوں کو وسیع پیمانہ پر جاری رکھنے کے لئے سب سے زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اور آج اسی کی سخت رکاوٹ ہے۔ اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے ہر طرح تدبیریں کی جا رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں "ادھیوگ منڈل" کا انعقاد عمل میں لایا گیا ہے۔ حکومت کی جانب سے شیئر فروخت کئے جا رہے ہیں۔ لائسنس کے طریقہ کو آسان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اسٹیٹ بنک نے چھوٹی صنعتوں کے لئے جوائنٹ اسٹاک بنک اور امدادی بنک (کوآپریٹیو بنک) کی طرف سے قرض دینے کی تجویز تیار کی ہے۔ اسکے علاوہ ادھیوگک وت پرودھا (صنعتی سامان رسانی) کارپوریشن کی طرف سے قرض مل رہے ہیں ___

دیگر سہولتیں:- تیسرے پنجسالہ پلان میں کاشتکاروں کو زرعی پیداوار کے ذریعہ اشیاء تیار کرنے کے لئے حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ اس کے مطابق دیہی علاقہ کے تمام صنعتوں کو سب طرح کی امداد مل سکے گی۔ اسی مقصد سے دیہاتی کاریگروں کو نئے کارخانے جاری کرنے اور شہری کارخانہ داروں کو دیہی علاقہ میں دیہات میں کارخانے جاری کرنے یا تعمیر کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت مہاراشٹر نے ایک سمیتی مقرر کی تھی جس کی چند سفارشات حسب ذیل ہیں۔

(۱) **الیکٹرک سب سیڈی** ___ دیہی علاقہ میں بجلی کا نرخ شہری حصہ کی بہ نسبت زیادہ ہونے کی وجہ سے انھیں شہری نرخ کے مطابق بجلی سپلائی کی جائے۔ اس لئے انھیں زیادہ سہولت اور مالی امداد دی جائے۔

(۲) **سامانی مدد** ـ دیہی علاقہ میں نئے کارخانہ کی تعمیر کے لئے مدد دی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں آئی ہوئی درخواستوں کو ترجیح دی جانی چاہئے۔

(۳) **حکومت کی طرف سے مال کی خریداری** ـ دیہی حصہ کا مال خریدتے وقت ان کے مال پر ۱۵ فیصدی رقم زیادہ دیجاتی ہے انھیں ۲۰ فیصدی تک بڑھایا جائے۔

(۴) **خاص مراعات** ـ دیہی علاقہ کے کارخانہ داروں کو مال کا نمونہ لوہا، فولاد، کوئلہ وغیرہ دیتے وقت خاص سہولت دیجائے۔

(۵) **ٹیکس معافی** :- سیلس ٹیکس ۔ میونسپلٹی محصول (اکٹرائے) جیسے ٹیکس سے دیہی علاقہ کے کارخانہ کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

(۶) **صنعت و تجارت میں سرکاری سرمایہ** ۔ دیہی علاقہ کے چند مخصوص کارخانہ داروں کو حکومت نے خانگی کارخانہ داروں کے برابر سرمایہ لگانے پر اس پیشہ یا صنعت کے متعلق اعتماد پیدا ہوگا ۔ اس لئے حکومت کو کچھ صنعتوں اور پیشوں کو مالی امداد دینی چاہئے ۔

(۷) **دیہی علاقہ میں کارخانہ تبدیل کرنیکے لئے مدد** :- کسی کارخانہ دار کو شہر سے دیہی علاقہ میں کارخانہ تبدیل کرنا مقصود ہو تو اسے طلب کرنے پر مناسب مالی امداد دی جائے ۔ مندرجہ بالا نمبر ا تا ۷ میں بتائی ہوئی سفارشات پر عمل جاری ہے ۵ تا ۷ زیر غور ہیں ۔

چند صنعتی بستیاں :- دیہی علاقوں میں صنعت و حرفت کو فروغ دینے کے خیال سے ہر ایک ضلع میں صنعتی بستیاں یا انڈسٹری کا تیج کا ہونا ضروری ہے ۔ اسی مقصد کے پیش نظر تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران تمام مہاراشٹر راجیہ میں ۱۵ صنعتی بستیاں قائم کرنا تجویز کیا گیا ہے ۔ ان میں سے ۱۴ بستیاں خاص دیہی علاقوں کے لئے تجویز کی گئی ہیں جو حسب ذیل ہیں ———

نام بستی	ضلع
اُمریڈ	ناگپور
پرات واڑا	امراؤتی
کھام گاؤں	بلڈانہ
پیٹھن	اورنگ آباد
ہنگولی	پربھنی
ستارا روڈ	ستارا
اسلام پور	سانگلی
پالگھر	تھانہ
پنویل	قلابہ
ساونت واڑی	رتنا گیری
کراڈ	ستارا
پرلی	بیڑ

اکھیل بھارتیہ منڈل :- کاٹیج انڈسٹری اور چھوٹی صنعت و حرفت کے متعلق پروگرام کو وسیع تر بنانے کی غرض سے جو مال فروخت کرنے کے مرکز اور عمارتیں تعمیر کرائی گئیں خصوصاً ہینڈلوم سے بنے ہوئے کپڑے کی فروخت کے لئے مختلف مرکز سرکاری اداروں کی معرفت بنائے گئے ۔ متعدد مقامات پر صنعتی نمائشیں کی گئیں ۔ عمارتیں اور دالان تعمیر کئے گئے ۔ اس لئے بھارتی گرام ادھیوگ (دیہی صنعت و حرفت) مال بیرون ممالک میں بھی فروخت ہونے لگا ۔

پہلے منصوبہ میں چھ منڈل بنائے گئے ان کے ذریعہ دوسرے پنجسالہ پلان میں صنعتی توسیع کافی ہوئی ۔ کھادی اور گرام ادھیوگ منڈل کو حسب ذیل ۱۴ صنعتی توسیع کا کام سونپا گیا ———

(۱) کھادی (۲) امبر چرخہ (۳) شہد کی مکھیوں کی پرورش (۴) دستی کاغذ سازی (۵) تیل (۶) ہاتھ سے کوٹے ہوئے چاول (۷) گڑ اور کھانڈ (۸) سوت کام (۹) چمڑا اور ہڈی (۱۰) تاڑ گڑ (۱۱) بڑھئی کام (۱۲) کمہار کام (۱۳) دیا سلائیاں (۱۴) غیر خوراکی تیل اور صابن سازی —

مندرجہ بالا اسکیمیں منڈل نے تیار کی ہیں اور ان کے مطابق صنعتی فروغ کیلئے مالی مدد اور سہارا دیا جا رہا ہے۔

شکر سازی:- شکر سازی کے لئے بہترین گنے کی سخت ضرورت ہے اس سلسلہ میں سرکار کی طرف سے تحقیقات (تلاش) ہوتی ہے۔ اور اس پر جو خرچ ہوتا ہے وہ "شوگر سیس" میں سے ملتا ہے مرکزی حکومت کو مہاراشٹر سرکار کی طرف سے شوگر سیس کے طور پر ۶۵ لاکھ روپیہ ملتا ہے۔

دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران امداد باہمی کے طور پر سے ... کارخانے جاری کرائے۔ مہاراشٹر کے ۲۸ شکر کارخانوں میں سے ۱۴ کارخانے دوسرے پنجسالہ پلان کے دوران سرکاری امداد پر بنائے گئے۔ شکر کی صنعت کی حسب ذیل ترقی ہوئی ہے۔

جاری شدہ	۱۹۵۲-۵۳ء	۱۹۵۳-۵۴ء	۱۹۵۶-۵۷ء	۱۹۵۷-۵۸ء	۱۹۵۹-۶۰ء
کارخانوں کی تعداد	۱۲	۱۳	۱۴	۲۰	۲۵
پیسے گئے گنے کی روزانہ مقدار (ٹن)	۹۰۰۰	۹۶۰۰	۱۰۴۰۰	۲۰۰۵۰	۲۵۰۰۰
کامگاروں کی اوسط تعداد	۶۵۵۸	۶۸۶۳	۱۱۳۳۵	۱۳۲۰۹	۱۲۹۰۴
شکر کی تعداد (ٹن)	۱۴۰	۱۲۱	۲۲۰	۳۱۵	۳۲۲

شکر کی طرح گڑ بنانے کی صنعت کو ملک کی مالی حالت میں خاص مقام حاصل ہے۔ موجودہ گنے کی پیداوار میں سے ۵۰ فیصدی گنا گڑ بنانے میں صرف ہوتا ہے۔ پھر بھی اس پیشہ کو ہنوز گھریلو صنعت ہی کا درجہ حاصل ہے۔ اب گڑ بنانے کی صنعت میں کافی اصلاح کی جا رہی ہے۔

صنعتی مشینی تعلیم

مہاراشٹر کے صنعتی توسیع میں صنعتی و مشینی تعلیم کو بڑی اہمیت حاصل ہوگی۔ اب اچھے اور تعلیم یافتہ کامگاروں کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے ضروری صنعتی اور مشینی (ٹیکنیکل) تعلیم کا انتظام کرنے کے لئے حکومت کوشاں ہے۔ کامگاروں کو اپنے کام کے متعلق ٹیکنیکل معلومات ملنے سے ان کے کام میں کافی اصلاح و ترقی ہوگی ــــ ہمیں بڑے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ اس لئے اس کارگذاری کے لئے صنعتی و مشینی ٹریننگ حاصل کئے ہوئے شہریوں کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

صنعتی تعلیمی ادارے:- ہماری ریاست میں تین سرکاری اور دو خانگی انجینیرنگ کالج ہیں ان کے ذریعہ سول میکنیکل الیکٹریکل کیمیکل انجینیرنگ۔ کمیونیکیشن۔ مٹیالارجی۔ ٹیکنالوجی۔ وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تیرہ یونیورسٹیاں اور صنعتی کالج ہیں جن کے ذریعہ سول میکنیکل، الیکٹریکل، آٹو ریڈیو، ٹیکسٹائل وغیرہ ڈپلوما کا کورس پڑھایا جاتا ہے۔ نیز ۲۳ کالجوں کے ذریعہ لوہار کام سوتار کام ڈرافٹس مین، فرٹ کام گرائنڈر مولڈر، پینٹر، ویلڈر وغیرہ پیشوں کی تعلیم دی جاتی ہے اس کے علاوہ دوربھ اور مرہٹواڑہ کل دس مختلف پیشوں اور صنعتوں کی تعلیم دینے کے کالج جاری ہیں۔ یہ اسکیم زیر غور ہے کہ تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے آخر میں مہاراشٹر میں سالانہ انجینیرنگ کے میدان میں اندازاً ۱۳۰۰ سند یافتہ تجربہ کار اور ۲۲۰۰ ڈپلوما یافتہ لوگ مل سکیں گے۔ اس اسکیم کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے اور اس اسکیم میں صنعتی و مشینی تعلیم پر آٹھ کروڑ روپیہ منظور کیا گیا ہے۔ تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران آٹھ انجینیرنگ کالج تعمیر ہوں گے اور ان میں ۱۲۸۴ طلبا زیر تعلیم رہیں گے۔

پالی ٹکنک میں توسیع کی جا رہی ہے۔

کاٹیج انڈسٹری کی تعلیم کا انتظام:- کاریگروں کو جدید طریقہ پر جدید ایجادات کی اور صنعتی معلومات دینے کیلئے ریاست کے مختلف مقامات پر ۹۶ صنعتی مشینی کالج جاری ہیں جن میں بنائی، رنگ، چھپائی، چمڑا کمانے کا کام۔ چمڑے کی چیزیں بنانے، کاتھا بنے، تار کام، بید اور بانس کا کام، کمہار کام مستار (بڑھئی) کام، لوہار کام، تیل۔ جوڑی سازی۔ کانچ کے منکے بنانا۔ شہد کی مکھیاں پالنا۔ وغیرہ کے متعلق تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ مدارس (تعلیمی ادارے) گشتی قسم کے ہوتے ہیں۔ اور ایک جگہ کام مکمل ہونے پر دوسری جگہ ہٹائے جاتے ہیں۔ ان میں کورس کی میعاد چھ ماہ سے دو سال تک ہوتی ہے۔ اور داخل شدہ طلبا کو وظیفہ دیا جاتا ہے۔ ان کے لئے جگہ جگہ کارخانے بنائے جاتے ہیں۔ ان سکولوں سے ہر سال ۱۲۰۰ طلبا فارغ تحصیل ہو کر نکلتے ہیں۔ ان کے علاوہ دکاس یوجنا کی طرف سے بھی اس قسم کے ۲۰۰ سے زائد اسکول جاری ہیں۔ کاریگروں کو مناسب طریقہ پر تربیت تعلیم دینے کے بعد اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لئے لوازمات۔ کچا مال خریدنے کے لئے قرض امدادی قرض دیا جاتا ہے۔

شری جی۔ ڈی پاٹیل
(نائب وزیر صنعت حکومت مہاراشٹر)

مہاراشٹر کی ترقی

پبلک سیکٹر کا کام

ریاست میں جو علاقہ صنعتی لحاظ سے پسماندہ ہے اس علاقہ میں صنعتی ترقی کے معاملے میں پبلک سیکٹر نہایت اہم کردار انجام دے رہا ہے۔ ریاست مہاراشٹر میں تیسری پنجسالہ اسکیم کے دور میں مرکزی پبلک سیکٹر نے جو پروگرام شروع کیا ہے اس پر تقریباً ۴۵ کروڑ روپوں کا سرمایہ لگایا گیا ہے۔ اس لگائے جانے والی رقم کا صنعتی حصہ بمبئی کے مقام پر ٹرامبے میں تھار اور ایک گیس کا کارخانہ قائم کرنے کے لئے خرچ کیا جائیگا۔ پونہ میں پمپری کے مقام پر سرکاری کارخانہ انٹی بایوٹکس کو وسعت دی جائے گی اور وردھا میں ہیوی اسٹرکچرل پلینٹس کا کارخانہ قائم ہوگا۔

ٹرامبے کے علاقہ میں یوریا۔ نائٹرو۔ فاسفیٹ، امونیا اور نائٹرک ایسڈ کی پیداوار کیلئے ایک صنعتی مرکز قائم کیا جا رہا ہے۔ اس کارخانہ کی قوت پیداوار تقریباً ۹ ہزار ٹن نائٹروجن ہوگی۔ توقع ہے کہ یہ مرکز اپنا کاروبار ۱۹۶۴ء سے شروع کر دیگا۔

۱۹۶۲ء کے اخیر تک کی صنعتی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ کارخانے کے لئے ۸۲۵ ایکڑ زمین درکار ہے جس میں سے ۱۰۷ ایکڑ زمین کارخانے کے لئے خرید لی گئی ہے۔ ٹاٹا کی الیکٹرک کمپنی نے اس کارخانے کے لئے ۳۵ ہزار کیلوواٹ بجلی منظور کر لی ہے اور کارخانے کے لئے ۶ تا ۸ دس لاکھ گیلن پانی بھی منظور کر لیا گیا ہے۔ کارخانے کی تعمیر کا کام مقامی انجنیروں کے سپرد کیا گیا ہے۔ کارخانے کے لئے مشنری کا آرڈر بیرونی ممالک کی کمپنیوں کو دیا گیا چنانچہ ۱۹۶۲ء تک کارخانے کا بہت سارا ضروری سامان بمبئی پہنچ گیا ہے۔ اس کارخانے کے لئے کسی قسم کی بیرونی مدد طلب نہیں کی گئی ہے۔

ضلع قلابہ میں واقع پنویل کے قریب اپٹا کھار پاٹہ کے مقام پر ایک کیمیکل کارخانے کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ اس کارخانے کے باعث رنگ سازی ادویات۔ پلاسٹک کی صنعت ربر اور کیمیکل قسم کی چیزوں کی مانگ پوری کی جائے گی۔ ہندوستان آرگنک کیمیکل لمیٹڈ کی جانب سے ۱۲ کروڑ روپیہ کے سرمایہ سے یہ کارخانہ عالم وجود میں آرہا ہے۔

تیسری پنجسالہ اسکیم میں صنعتی پیداوار میں اضافہ کی ضرورت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ پونہ میں پمپری کے مقام پر واقع ہندوستان انٹی بایوٹکس کے کارخانے کے دوسرے شعبوں کو وسعت دینے کے لئے مرکزی حکومت نے ہر قسم کی مالی امداد منظور کر لی ہے۔ پمپری میں پونے تین کروڑ روپے مالیت کے سرمایہ سے یہ کارخانہ قائم کیا گیا تھا۔ مرکزی حکومت مہاراشٹر میں ۵ فوجی کارخانے قائم کرنا چاہتی ہے۔ ان ۵ کارخانوں کی وجہ سے مہاراشٹر کی صنعتی ترقی پر نہایت خوشگوار اثر پڑیگا ان میں سے ایک کارخانہ جنگی طیاروں کی فیکٹری ہوگی اس کی تعمیر مرکزی حکومت کی جانب سے ریاست مہاراشٹر کر رہی ہے۔ اس میں چند کروڑ روپے کا سرمایہ لگایا جائیگا۔ یہ کارخانہ ریاست کے دیہی علاقہ میں قائم کیا جا رہا ہے۔ کارخانے کی تعمیر کے دوران اور بعد میں کئی ہزار اشخاص کو روزگار فراہم ہوسکیگا فی الحال متعدد انجنیر اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ ناسک کے مقام پر اس کارخانے کی وجہ سے چھوٹی موٹی صنعتوں کو ترقی کرنے کا موقعہ ہاتھ آئیگا۔

ناسک روڈ پر واقع پرانے مرکز کو بند کرنے کے بعد

احمد نگر میں جیلی کے مقام پر ایک کارخانے کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ ان تمام صنعتی منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مرکزی حکومت ریاستی حکومت کو مالی امداد دیتی رہی ہے۔ نیز پرائیوٹ کارخانہ داروں کی بھی حوصلہ افزائی کرتی رہی ہے۔

تعاون: جمہوری سماج کے اقتصادی ڈھانچہ میں امداد باہمی مشترکہ تعاون کا نہایت اہم مقام ہے چنانچہ پہلی دو پنجسالہ اسکیموں میں امداد باہمی کی اہمیت کو حکومت نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔ لیکن تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں یہ احساس اور بھی تیز ہو گیا۔ تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو اقتصادی اور ٹیکنیکل مدد دینے کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔

ریاست مہاراشٹر میں صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی ترقی سنہ ۱۹۵۶ء کے زمانے سے سنہ ۱۹۶۳ء کے زمانے تک کہاں تک پہنچی ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل خاکے سے ہوتا ہے۔

	سنہ ۱۹۴۶-۴۷ء	سنہ ۶۲ تا ۱۹۶۳ء
صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی تعداد	۲۹۸	۳ ہزار
ممبر کاریگر، کاشتکار، صنعت کار اور ملازمین	۴۰ ہزار	۲ لاکھ ۸ ہزار ۵۱۰
ممبروں کا کل سرمایہ	روپیہ (کروڑ میں)	۲ کروڑ
محفوظ سرمایہ		۵۸
تیار مال کی قیمت		۷ کروڑ

تیسری پنجسالہ اسکیم میں ناگپور، امراوتی، شری رامپور، ناندیڑ اور بھساول میں ایک ایک ایسے کل پانچ امداد باہمی کی ملیں قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ پہلی دو ملیں ۲۰ ہزار اسپنڈلس کی اور بقیہ ۳ ملیں ۱۲ ہزار اسپنڈلس کی ہوں گی۔ ناگپور کی مل میں کپاس سے ۶۰-۸۰ نمبر کا سوت نکالا جائے گا۔ ناگپور، امراوتی، شری رامپور اور ناندیڑ کے مقامات پر قائم ہونے والی ملوں کو رجسٹرڈ کر دیا گیا ہے۔ اور ان ملوں کے لئے ضروری مشنری کا آرڈر بیرونی ممالک کی کمپنیوں کو دے دیا گیا ہے۔

امداد باہمی کی بنیاد پر مہاراشٹر میں شکر کے جو کارخانے قائم ہوئے ہیں ان سے ملک کی پیداوار میں اضافہ کے علاوہ صنعتی ترقی میں بھی کافی مدد ملی ہے۔ شکر کے ان کارخانوں کے عالم وجود میں آنے سے پہلے گنے پیدا کرنے والے کاشتکاروں کو گڑ تیار کرنا پڑتا تھا۔ گڑ کی پیداوار کا ذخیرہ کرنا۔ سامان خریدنے کے لئے سرمایہ۔ اور بازار کی چڑھتی اترتی قیمتوں کا مقابلہ کرنا وغیرہ اس قسم کے پریشان کن مسائل سے کاشتکاروں کو دوچار ہونا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے کاشتکاروں میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ امداد باہمی کے اصولوں پر جب سے شکر کے کارخانے قائم ہوئے ہیں کاشتکاروں کی پریشانیاں دور ہو گئی ہیں۔ اور انھیں گنے کی پیداوار کی اچھی قیمت بھی ملنے لگی ہے۔

فی الحال ریاست مہاراشٹر میں امداد باہمی کے اصولوں پر شکر کے ۲۰ کارخانے قائم ہو گئے ہیں۔ جن میں سے ۱۷ کارخانوں کی پیداوار شروع ہو گئی ہے اور بقیہ ۳ کارخانے آئندہ موسم سے اپنا کام شروع کریں گے۔ ان ۱۷ کارخانوں میں سے ۴ کارخانوں میں پیداوار کا کام تیسری پنجسالہ اسکیم کے دوران شروع ہوا ہے ۲۰ کارخانوں کے کل ۷۰۹۱ کروڑ روپیوں میں سے ۲۰۴ کروڑ روپے حکومت کی جانب سے لگائے گئے تھے۔ اور بقیہ ۵۰۵۱ کروڑ روپے ممبروں نے جمع کئے تھے۔ سنہ ۱۹۶۲ تا ۶۳ء کے دوران ان ۱۷ کارخانوں کی پیداوار ۲ لاکھ ۸۷ ہزار ۷۵۳ ٹن شکر تھی۔

پرنٹر پبلیشر مصطفیٰ نثار عثمانی نے رحمی پریس کماٹی پورہ بمبئی ۸ سے چھاپ کر دفتر سے شائع کیا
مالک و مدیر
عبدالحمید بوبیرے

پوشیدہ خزانہ

معدنیات دراصل دھرتی ماتا کی انمول دین یا تحفہ ہے۔ صنعتی میدان ترقی یافتہ ممالک کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے طرح طرح کی معدنیات کا خزانہ حاصل کئے ہوئے ممالک فوری ترقی و توسیع کر سکے ہیں۔

معدنیاتی خزانہ کے معاملہ میں مہاراشٹر اگرچہ مدھیہ پردیش، بہار اور اڑیسہ کے مقابلہ میں ترقی پذیر ہونے پر بھی وہ صنعتی ترقی کی راہ میں گامزن ہونے کے قابل پوشیدہ خزانہ کا حامل ہے۔

ہماری ریاست میں آسانی سے حاصل ہونے والی مینگنیز، لوہا، کوئلہ، باکسائٹ، کرومائٹ، المونائٹ اور المونیم وغیرہ معدنیات و دیگر معدنیات بھی کافی ہیں جو دریافت طلب ہیں۔

تھانہ:- معدنیات کے متعلق تھانہ ضلع زیادہ ترقی یافتہ نہیں پھر بھی پربھول اور ماہولی جیسے اونچی ٹیکریوں کی چٹانوں سے لوہے کے نمونے برآمد ہوتے ہیں۔ کچھ چشموں کے پانی میں لوہے کا برادہ دستیاب ہوتا ہے۔ بھیونڈی تحصیل کے وجریشوری کے گرم پانی کے چشموں سے پانی میں گندھک کی بو آتی ہے۔

باکسائٹ سے المونیم دھات تیار کی جاتی ہے۔ تھانہ ضلع کے بام ڈونگری اور ممباسا ڈونگری ان ٹیکریوں سے باکسائٹ کا خزانہ دریافت ہوا ہے۔ بسین تعلقہ کے ٹنگار پہاڑ کی زمین کھودنے سے معلوم ہوا کہ تقریباً ایک لاکھ ٹن باکسائٹ کی تعداد ملنے کی توقع ہے۔ اور ان میں تمام قسم کے باکسائٹ برآمد ہونے کا گمان ہوتا ہے۔

اسی طرح اس ضلع میں مورتی اور منگلوری کویلو بنانے کے قابل مٹی پائی جاتی ہے۔

رتناگیری:- ہرنے واگھول اور جے گڑھ کے علاقہ میں ساحل سمندر کے پاس اور امبولی گھاٹ ماتھے کے علاقہ میں باکسائٹ کا تقریباً ۵۰ تا ۶۰ لاکھ ٹن کا خزانہ مدفون ہے

خام لوہا- اسی ضلع میں لوہا آمیز پتھر بھی ساونت واڑی کے علاقہ میں باندہ و ریڈی کے آس پاس ملتا ہے۔ وینگورلا تعلقہ کے پاس مالون اور دیوگڑھ تک معدنی خزانہ کا پتہ چلتا ہے ریڈی کی کانیں مشہور ہیں۔ یہاں تقریباً ۳۰ تا ۵۰ لاکھ ٹن کا خزانہ برآمد ہونے کا امکان ہے۔ فی الحال ریڈی سے لوہا جرمن رنگون جاپان وغیرہ ممالک میں روانہ کیا جاتا ہے۔ مزید تحقیقات و تلاش سے زیادہ لوہے کا ذخیرہ دریافت ہونے کی توقع ہے۔

کرومائٹ:- یہ دھات دیوگڑھ گرنا ندی کے درہ میں کنکولی اور واگدہ مقامات پر پائی جاتی ہے۔ اس علاقہ میں ۷۰ تا ۸۰ ہزار ٹن کا خزانہ موجود ہونے کا اندازہ ہے۔

المونائٹ:- رتناگیری ضلع کے ایک ساحلی علاقہ میں ایک چمکیلی ریت پائی جاتی ہے۔ اسی بالو کا ۲۰ تا ۳۰ لاکھ ٹن کا خزانہ پورن گڑھ سے مال گنڈ علاقہ تک پھیلے ہوئے ۳۰ میل طویل ساحل پر رتناگیری سے جے گڑھ کے درمیانی علاقہ میں ہونے کا اندازہ ہے۔ اسی طرح رتناگیری کے آس پاس کے دیگر مقامات پر بھی المونائٹ کا خزانہ بکھرا ہوا ہے۔

ابرک:- رتناگیری ضلع میں ناٹل سے بھرونڈے تک کے رقبہ میں اور کوڈول نیز مجگاؤں سے گیری کے درمیانی علاقہ میں ابرک ملتی ہے۔ کڑال تعلقہ میں بھی ابرک پایا جاتا ہے۔

کانچ بالو:- (ریت) کانچ بنانے کے قابل ریت رتناگیری کے ساحلی مقامات پر بکثرت پائی جاتی ہے۔ ساونت واڑی سے وینگورلے کے درمیان اور دوادابل وغیرہ مالواڑی اور گوا کی حد سے دیوگڑھ وینگورلے۔ مٹھ۔ مٹھ باؤ میں

بھی ریت بکثرت پائی جاتی ہے۔

چین کھڑی (چونا پتھر): رتناگیری ضلع کے بھونڈا گھاٹ کے تیرت میں اور ہنومان گھاٹ کے علاقہ میں چین کھڑی (چونا پتھر) پایا جاتا ہے۔

چکنی مٹی: مورتیاں بنانے کے قابل چکنی مٹی تلے گاؤں مالون، نیگورلا کڈال ساونت واڑی کے علاقہ میں ملتی ہے۔

قلابہ: قلابہ ضلع میں مری پہاڑ کے کچھ حصہ میں بکسائٹ کے بیس تا پندرہ لاکھ ٹن کا خزانہ برآمد ہونے کی امید ہے۔ قلابہ ضلع کے ساحل پر المونائٹ ریت بھی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح لوہا آمیز مٹی مورتی تیار کرنے کی مٹی اور قلابہ ضلع میں سمندری نمک کے خزانے موجود ہیں۔

چاندہ: چاندہ ضلع کے گڑھ چرولی تحصیل میں آمورا۔ آرمورا۔ کے قریب ویراگڑھ کے علاقہ میں ہیروں کا ذخیرہ دستیاب ہونے کی توقع ہے۔ چاندہ ضلع کے مول سے تقریباً ۱۵ میل پر واقع تھانہدا سلہ میں تانبے کا ذخیرہ موجود ہونے کا قیاس ہے۔ چاندہ تحصیل میں خاص مول اور اس کے چھ میل پر واقع گڑھ بسرولی میں سیسہ کا ذخیرہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ سروجہ تحصیل میں حالیہ تحقیقات سے لوہارا پلی کے قریب سورج گڑھ کے مقام پر بہترین قسم کے لوہے کے ذخیرے موجود ہونے کا امکان ہے۔ جیسے کبھنی سندے واہی، ماسلی چکاٹی مورے گاؤں ڈھل گاؤں اور باگل پیٹ کے سرکاری جنگلوں میں لوہے کے ذخیرے ہیں۔ چاندہ ضلع کے ورودہ تحصیل میں چیبور سے چھ میل پر واقع بھاندل گاؤں میں کوئلہ کے ذخیرے ہیں۔ یہ کانیں ۱۲ مربع میل کے رقبہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں ۳ تا ۷، فٹ چوڑے کوئلے کے ذخیرے والے پٹے ہیں۔ اور تقریباً ۱۰۰ تا ۱۵۰ لاکھ ٹن کوئلہ ان کانوں سے برآمد ہو سکتا ہے۔

مہاراشٹر کی کوئلہ کی آٹھ کانوں میں سے تقریباً سات کانیں صرف چاندہ ضلع میں ہیں۔

اسی طرح ویرودا۔ بھاندک کے مقام پر چونے کے پتھر اندراوتی اور گوداوری دریاؤں کی ریت میں سونے کے ذرّے اور نیئے گاؤں بھوجلا کے پاس واشنگ سوڈا اور دیگر معدنی ذخیرہ کافی مقدار میں موجود ہے۔ بھسری اور لوہارا گاؤں لیبا نکالنے کے لئے سرکاری طور پر محفوظ کئے گئے ہیں۔ اس ضلع میں بھی رنگ کی مٹی اور کئی جگہ اسٹیٹائٹ ملتا ہے۔

ایوت محل: اس ضلع میں چونے کے پتھر کے خزانہ کا پتہ چلا ہے اور یہاں کوئلہ کی کانیں ہونے کا امکان ہے۔ چاندہ اور ایوت محل ضلع میں تقریباً ۴۰۰ کروڑ ٹن کوئلہ کا ذخیرہ موجود ہونے کا قیاس ہے۔

ناگپور: اس ضلع کے اُمریڈ تحصیل میں سون گاؤں کے مقام پر اعلیٰ قسم کے کوئلہ کا خزانہ برآمد ہوا ہے۔ ناگپور ضلع میں کامٹی، ساؤنیر، بوکھارا اور اُمریڈ میں کچھ نئے کوئلے کے مخزن دستیاب ہوئے ہیں۔ اسی طرح بھیواپور سے شمال میں تقریباً دو میل پر خام لوہے کا خزانہ ہاتھ لگا ہے۔ حکومت ہند نے ناگپور ضلع میں میگنیز اور لوہے کے ذخیرے والے حصہ کو سرکاری طور پر محفوظ کر لیا ہے۔

امریڈ کے ۳۰ فیصدی کوئلے کے ذخیرے اعلیٰ قسم کے کوئلہ پر مشتمل ہیں۔ کامٹی میں ایک کوئلہ کی جدید کان کا پتہ چلا ہے۔ جس سے ڈھائی تا تین لاکھ ٹن کوئلہ برآمد ہونے کی توقع ہے۔
کامٹی کے آس پاس بوکھارا۔ سیلے واڑی وغیرہ علاقہ میں اعلیٰ قسم کا عمارتی پتھر کافی مقدار میں ملتا ہے۔

بھنڈارہ: بھنڈارہ ضلع میں ڈونگری بزرگ کُرامپلا اور سیتا زابھری میں میگنیز کا ذخیرہ برآمد ہونے کی توقع پر حکومت نے اس علاقہ کو اپنے لئے محفوظ کر لیا ہے۔ اس ضلع میں سٹیٹ مائیسٹ نامی دھات بھی کئی جگہ پائی جاتی ہے۔

پونہ: پونہ ضلع میں کالسائٹ باکسائٹ رنگ اور مورتی بنانے کی مٹی بکثرت پائی جاتی ہے۔

احمد نگر: احمد نگر ضلع میں پارنیر تعلقہ کے بھاڑ گاؤں کے علاقہ میں چونے کے پتھر (کنکریاں) کافی پائی جاتی ہیں جو بہترین قسم کے ہوتے ہیں۔ زیر زمین ۸۵/- فیصد چون کھڑی (چونے کی کنکریاں) ہیں ———

کولہاپور :- کولہاپور ضلع میں رادھا نگری۔ گارگوٹی۔ داکی دھنگرواڑی۔ رنگے واڑی۔ آوگیرہ وغیرہ کے علاقہ میں باکسائٹ کے ذخیروں کا سراغ لگنے کی توقع ہے۔ رادھا نگری میں ایک کروڑ ٹن باکسائٹ کے ذخیرہ کی توقع ہے۔ جو ۲۵۔۳۰ میل کے علاقہ میں پھیلا ہوا ہے۔

ستارا اور سانگلی :- سانگلی ضلع میں میرج کے آس پاس سیمنٹ بنانے کے قابل چونے کے پتھر کا خزانہ دستیاب ہوا ہے۔ ستارہ میں مینگنیز اور لوہا آمیز مٹی کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔

نمک :- نمک مہاراشٹر میں بکثرت دستیاب ہوتا ہے جو ریاست کے ساحلی علاقہ کے اضلاع مثلاً تھانہ۔ رتناگیری، اور قلابہ میں بنایا جاتا ہے۔

سمندر کے پانی سے نمک بنانے کے بعد جو پانی بچ رہتا ہے اس سے کیمیائی طریقہ پر میگنیشیم کاربونیٹ تیار کیا جاتا ہے۔ جو ربڑ۔ سیاہی (روشنائی) کاغذ اور سامان آرائش کی صنعت میں کام آتا ہے۔

عمارتی پتھر اور مٹی :- اورنگ آباد، بیڑ، پربھنی وغیرہ اضلاع میں عمارتی پتھر کی کانیں موجود ہیں۔ اورنگ آباد ضلع کے چند مقامات پر ریت بھی ملتی ہے۔ کالے عمارتی پتھر کی کانیں بھی کہیں کہیں ملتی ہیں ——

شرائط ایجنسی
ماہنامہ صبح امید بمبئے

اکثر نئے ایجنٹ صاحبان شرائط ایجنسی طلب کرتے ہیں۔ ان کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ حسب ذیل شرائط ایجنسی کو سامنے رکھ کر مطلوبہ تعداد میں پرچے وقت پہ طلب کریں۔

(۱) کسی ایجنٹ کو دس سے کم پرچے ارسال نہ ہوں گے۔
(۲) ۲۵ فیصدی کمیشن منہا کرکے پیشگی رقم بھیجدی جائے۔
(۳) ایجنسی کے سلسلہ میں خط وکتابت منیجر کے نام کریں۔

(منیجر صبح امید بمبئے)

صبح امید میں شائع ہونے والے تمام ادبی یا نیم ادبی مواد میں نام، مقام، واقعات اور ادارے قطعی فرضی ہوتے ہیں۔ اور حقیقی افراد مقامات واقعات یا اداروں سے ان کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کیلئے پرنٹر، پبلیشر، ایڈیٹر اور مصنف پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی

(ادارہ)

قلم اٹھانے سے پہلے

- صبح امید کے قلمی معاونین سے درخواست ہے کہ وہ صبح امید کے معیار کا خاص طور سے خیال رکھیں
- اختصار ہر چیز کے لئے شرط ہے خواہ نظم ہو یا نثر۔ مختصر نگارشات کو ترجیح دی جائے گی۔
- غیر طلبیدہ مضامین کے بارے میں ہماری رائے حاصل کرنے کے لئے ۱۵ پیسے کے ٹکٹ کا پتہ لکھا ہوا لفافہ ارسال فرمائیں۔
- مضامین خوشخط اور کاغذات کے ایک طرف تحریر فرمائیں۔
- نمونہ کی کاپی کے لئے ۵۰ نئے پیسے کے ٹکٹ ارسال کیجئے۔ پتہ خوشخط لکھئے۔

صبح امید
بلاسس روڈ بمبئی ۸

مہاراشٹر کے ضلعوں میں صنعتی ترقی

ہم مندرجہ ذیل معلوماتی مضمون مہاراشٹر کے اضلاع میں صنعتی ترقی کا خاکہ پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ یہ مضمون ضلعوں میں صنعت و حرفت سے تعلق رکھنے والوں کے لئے باعث دلچسپی ہوگا ——— (ادارہ)

پونہ فیکٹری ایکٹ کے تحت شہر میں ۶۶۴ صنعتی مرکز ضلع میں رجسٹرڈ کئے گئے ہیں۔ ضلع کے کارخانوں سے ۵۳ فیصدی سے زائد کارخانے پونہ شہر کے اطراف میں ۵ میل کے علاقے میں قائم کئے گئے ہیں اور ان میں تقریباً ۴۰ ہزار سے زائد اشخاص کام کرتے ہیں ضلع میں صنعتی مزدوروں کی تعداد ۹۰ ہزار ہے۔ بارامتی۔ اندا پور اور حویلی کے تعلقوں میں بھی کارخانے پھیلے ہوئے ہیں۔ پونہ صنعتی لحاظ سے تیز رفتاری سے ترقی کر رہا ہے۔ مندرجہ ذیل کارخانے قابل ذکر ہیں۔

(۱) ہندوستان اینٹی بایوٹکس لمیٹڈ کا سرکاری پین سیلین کا کارخانہ (۲) سنٹرل کانکریٹ ڈپو لوناولہ (۳) والچند نگر انڈسٹریز لمیٹڈ شکر کا کارخانہ اور اس کی مشنری (۴) شری چھترپتی شیواجی کوآپریٹو شکر کا کارخانہ لمیٹڈ بھوانی نگر (۵) مالیگاؤں کوآپریٹو شکر کا کارخانہ مالیگاؤں (۶) ساٹھے بسکٹ اینڈ چاکلیٹ کمپنی لمیٹڈ پروڈا (۷) راجہ بہادر موتی لال ملس پونہ کپڑے کی مل (۸) بھور انڈسٹریز لمیٹڈ بھور (۹) دکن پیپر ملس کمپنی لمیٹڈ منہڈوا (۱۰) سواستک ربر پراڈکٹس لمیٹڈ کھڑکی (۱۱) ارلاس پرائیوٹ لمیٹڈ بھاٹ گھر (۱۲) سدرشن کیمیکل انڈسٹریز پونہ ۱۲ (۱۳) پیسہ فنڈ گلاس ورکس تلے گاؤں داکھاڑے (۱۴) سٹرتو سکرآئل انجنس لمیٹڈ کھڑکی (۱۵) رسٹن ہارنسبی انڈیا لمیٹڈ آکرواڑی چنچ وڈ (۱۶) گجرات میٹل فیکٹری پونہ (۱۷) مہندرا اور دین پرائیوٹ لمیٹڈ پمپری (۱۸) فلپس انڈیا لمیٹڈ لونی کال بھور (ڈبڈیو) (۱۹) کرلوسکر نیومیاٹکس ہڈپ سر (۲۰) انڈین ہیوم پائپ کمپنی ہڈپ سر (۲۱) آؤدیم انجنیرنگ پونہ ۴ —

پونہ میونسپل کارپوریشن اور لوناولہ کی میونسپلٹی نے اپنے اپنے حدود میں صنعت و حرفت کو فروغ دینے کے لئے دس سال تک چنگی ٹیکس نہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور دوسری چند سہولتیں بھی دی ہیں۔ بنائی درزی، چرم سازی اینٹ اور ظروف سازی، تیل اور جوتوں کے ۵ ہزار سے زائد پیشے اور تجارت ضلع میں چل رہے ہیں۔ جس میں سے ۱۲ ہزار اشخاص کو روزگار فراہم کیا جاتا ہے۔

احمد نگر ضلع احمد نگر میں صنعت و حرفت کافی ترقی کر رہے ہیں۔ پھول، اناج، ادویات، مشنری کپڑا وغیرہ چیزوں کی مختلف تجارت یہاں جاری ہیں۔ کارخانوں کے معاملے میں ساری ریاست میں احمد نگر پہلے نمبر پر ہے۔ بمبئی پونہ کے بعد سب سے زیادہ کارخانے احمد نگر میں پائے جاتے ہیں۔

اس ضلع کے ۱۳ تعلقوں میں تقریباً ۴۶۰ کارخانے ہیں۔ جن میں سے کوپرگاؤں میں ۱۲۲ اور شری رامپور

میں ۱۱۷ کارخانے ہیں۔ ضلع کے ۷۰ فیصد کارخانے شکر اور گڑ کی پیداوار سے تعلق رکھتے ہیں۔ شکر کے ۱۱ کارخانے ہیں۔

کوپرگاؤں میں	۵
شری رامپور	۴
راہوری	۱
شری گوندہ	۱

گڑ کے اکثر کارخانے شری رامپور کوپرگاؤں اور راہوری میں ہیں بشمول جننگ اور پریسنگ فیکٹریوں کی تعداد ۳۷ ہے اور مندرجہ ذیل مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

احمدنگر	۹
راہوری	۳
نیواسہ	۳
پاتھرڈی	۳
شیوگاؤں	۱۴
شری رامپور	۵
	۳۷

مندرجہ بالا کارخانوں اور فیکٹریوں کے علاوہ مندرجہ ذیل کارخانے قائم کرنے کے لئے کوشش جاری ہے۔

کارخانے کا نام	سرمایہ
امداد باہمی کے اصولوں پر کپڑے کی مل شکر کے کارخانے کیلئے استعمال ہونیوالے	۵۰ لاکھ روپیہ
پرزے اور تیل کی مشنری پیدا کرنیوالا کارخانہ	۵۰ لاکھ روپیہ
اسٹیل رولنگ مل	۷ لاکھ روپیہ
۲ جننگ کارخانے	۳ لاکھ روپیہ
آئل مل	۴ لاکھ روپیہ
سوپر فاسفیٹ کا کارخانہ	۶۴ لاکھ روپیہ
کاغذ کا کارخانہ	۲۵ لاکھ روپیہ
پریس۔ چھاپنے کا کارخانہ	۱۰ لاکھ روپیہ
موم کا کارخانہ	۲ لاکھ روپیہ

شولاپور:۔ شولاپور ایک تجارتی مرکز کی حیثیت سے مشہور تھے۔ بنائی کے معاملہ میں شولاپور کافی ترقی کر گیا ہے۔ سنہ ۱۸۶۰ء سال میں یہاں ریلوے شروع ہوئی۔

جس کے بعد یہ ضلع صنعتی اعتبار سے ترقی کرنے لگا۔ یہاں کپاس بھی کافی پیدا ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے کپڑے کی صنعت نے کافی ترقی کی ہے۔ شولاپور میں کپڑے کی ملیں اور بارسی کے مقام پر بھی کپڑے کی ملیں قائم ہو گئی ہیں۔ آج شولاپور سارے مہاراشٹر میں تیسرے نمبر کا تجارتی اور صنعتی شہر مانا جاتا ہے۔ شہر میں کپڑے کی ۵ ملیں ہیں۔ بارسی میں ۳ ملیں ہیں۔ ان ملوں میں ۲۲ ہزار سے زائد مزدور کام کرتے ہیں۔

"دی شولاپور اسپننگ اینڈ ویونگ ملس" بمبئی کے سیٹھ مرارجی گوکل داس نے اس مل کو سنہ ۱۸۷۴ء میں یہاں ۸ لاکھ روپوں کے سرمایہ سے قائم کیا تھا۔ ابتدا میں مزدوروں کی تعداد ۸۵۰ تھی۔ لیکن اب ان کی تعداد ۵۷۲۰ سے زیادہ ہے۔ حکومت مہاراشٹر نے پہلی مرتبہ یہاں کی بند شدہ نرسنگھ گیرجی مل کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ لکشمی کاٹن مینوفیکچر شری جام رنجیت سنگھ مل میں بھی ۲ ہزار سے زائد مزدور برسر روزگار ہیں۔ بارسی میں جے شنکر مل لوک مانیہ مل اور راجن مل میں سوت کافی مقدار میں پیدا کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا ملوں کے علاوہ بجلی کی طاقت کے ذریعہ اور دوسرے کارخانے بھی ہیں جن میں فینکیر ٹیکسٹائل ملس۔ جیا ویونگ ملس مردا ویونگ ملس۔ گانگ جی ویونگ ملس، ششیر ساگر ویونگ ملس۔ اور راسلی ویونگ ملس قابل ذکر ہیں۔ یہاں ہینڈلوم کی صنعت نے بھی کافی ترقی کی ہے۔ ضلع میں شکر کے بھی کارخانے قائم ہیں۔ چیتلے نگر شوگر فیکٹری اور اکلوج میں شکر کا جو تھا کارخانہ ابھی حال ہی میں کھولا گیا ہے۔ کپڑے کی صنعت کی طرح شکر کے کاروبار میں بھی ضلع شولاپور نے کافی ترقی کی ہے بشیواجی کارخانہ لمیٹڈ میں چھوٹے چھوٹے اوزار وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ کارخانہ کا سرمایہ دس لاکھ روپیہ ہے جسمیں ۵۰۰ ملازمین کام کرتے ہیں یہیں اور کوئنا کی بجلی کی اسکیم کے ذریعہ یہ کارخانہ مزید ترقی کریگا۔ شولاپور شہر میں مزدوروں کی سماجی بھلائی کے ۹ اور بارسی میں ایک کل ۱۰ ادارے قائم کئے گئے ہیں حکومت نے یہاں ایک لیبر آفس بھی قائم کیا ہے۔ اس دفتر کے ذریعہ مزدوروں

کے روزگار وغیرہ کے مسائل پر توجہ دی جاتی ہے ۔

قلابہ اس ضلع کو ۱۰۰ میل لمبا ساحل سمندر حاصل ہے ۔ سمندر کی کھاڑیاں بھی کافی موجود ہیں۔ جن کی وجہ سے مچھلیوں کو پکڑنے کا پیشہ کافی ترقی کر رہا ہے ۔ ماہی گیروں کو اس پیشے کی ترقی کے لئے حکومت مہاراشٹر کے محکمۂ ماہی گیروں کے سپرنٹنڈنٹ کی جانب سے مدد اور مشورے دیئے جاتے ہیں ۔ ماہی گیروں کی کشتیوں میں انجن لگانے کے لئے بھی قرضہ دیا جا رہا ہے تاکہ وہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مچھلیاں پکڑ سکیں گھریلو صنعتوں پر بھی کافی توجہ دی جا رہی ہے کمہار اور اینٹ تیار کرنے والے ۱۰۰ کاریگروں نے مل کر ضلع میں امداد باہمی کے چار ادارے قائم کئے ہیں ۔ نیرا کی پیداوار سے تعلق رکھنے والے ۳۴۸۴ اشخاص نے ضلع کے دس گاؤں میں امداد باہمی کے اصولوں پر کام شروع کیا ہے ۔ تانبہ اور پیتل کے برتن بنانے کا کام بھی یہاں بہت پرانا ہے ۔ ۱۴۴ کاریگروں نے ۱۴ ادارے قائم کئے ہیں ۔ بانس اور بید کے کام کرنے والے مزدوروں اور کاریگروں نے بھی کوآپریٹیو سوسائٹی قائم کر لی ہے۔ رسی کی بنائی اور بٹنے کے کاریگروں نے بھی کوآپریٹیو سوسائٹی قائم کر لی ہے ۔ ضلع میں چاول کی ۱۲۰ ملیں مختلف مقامات پر قائم ہیں ۔

پنویل میں شہرت پائے سٹور نامی ادویات کا کارخانہ اب کافی مشہور ہو چکا ہے ۔ اسی طرح کھوپولی کے مقام پر کاغذ اور گتے کا کارخانہ ۔ اُرن (موسے) میں فرشی کا کارخانہ ۔ اسی طرح دھار لگانے کے پتھروں کا کارخانہ کافی مشہور ہے ۔ نمک پیدا کرنے والے کارخانے پین، اُرن اور پنویل کے علاقوں میں قائم ہیں ۔ ہر سال ۴۰ لاکھ ٹن سے زائد نمک اس ضلع میں تیار ہوتا ہے ۔ جنگلات کی لکڑی کاٹنے کا دھندا بھی کافی ترقی پر ہے ۔ ظروف سازی کی صنعت ترقی کر رہی ہے ۔ پین میں پلستر کا کارخانہ بھی ہے ۔ جہاں مٹی کی خوبصورت تصویریں تیار کی جاتی ہیں ۔ چاول کی پیداوار کافی ہے ۔ چاول کی بھوسی سے تیل تیار کرنے کے لئے کارخانے کھولنے کی کوشش جاری ہے ۔

اس ضلع میں گندھک کا ایک بڑا کارخانہ کھولنے کے لئے سرکاری طور پر کوششیں جاری ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کارخانہ ۲۰ لاکھ روپوں سے قائم کیا جائیگا ۔ اور روزانہ ۵۰ لاکھ ٹن گندھک تیار ہو سکے گی ۔

ضلع قلابہ چونکہ معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے ۔ لہٰذا یہاں ابھی معدنیات سے متعلق صنعتوں کیلئے کافی گنجائش موجود ہے ۔ پنویل ۔ پین اور ارن کے مقامات کے علاوہ شری وردھن مروڈ اور تعلقہ روسہ بھی معدنیات کی صنعتوں کا مرکز بن سکتا ہے ۔

رتناگیری ضلع رتناگیری میں رسی ۔ چمڑا ۔ بانس لکڑی ۔ کھلونے ۔ ماہی گیری ۔ کاجو ۔ ناریل ۔ سپاری ۔ آم کوکم اور نمک سے متعلق کاروبار جاری ہے ۔ یہاں ۶۲ صنعتی امداد باہمی کے ادارے قائم ہیں ۔ صنعتی تربیت کے لئے اسکول بھی کھولے گئے ہیں ۔ بنکروں کی ۱۰ کوآپریٹیو سوسائٹیاں قائم ہوئی ہیں ۔ اس ضلع میں ایک ہزار سے زائد ہینڈلوم ہیں ۔

سنہ ۱۸۶۴ء میں یہاں لے ۔ ڈی کرافرڈ نامی انگریز نے لکڑی تراشنے کے لئے ایک سا مل کمپنی قائم کی تھی ۔ سنہ ۱۸۶۹ء سال میں ضلع کے لوکل بورڈ نے یہ کمپنی اپنے قبضے میں لی اور اب اس ادارے کا نام انڈسٹریل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ رکھا گیا ہے ۔ جہاں مختلف قسم کے فنون کی تربیت دی جاتی ہے ۔

ماہی گیروں کے پیشے کو فروغ دینے کے لئے دیسی ساخت کی کشتیوں کو بجلی کے ذریعہ چلا کر بجلی کے ذریعہ دریا میں جال پھینکنے کی تربیت ایک سرکاری کشتی کے ذریعہ ماہی گیروں کو دی جا رہی ہے اس کے علاوہ رتناگیری میں برف کی ایک فیکٹری اور ایک سردخانہ بھی تعمیر کیا گیا ہے ۔ تاکہ پکڑی ہوئی مچھلیوں کو خراب ہونے سے بچایا جائے ۔

مشہور مچھلی شارک کا تیل نکالنے کے لئے حکومت مہاراشٹر نے ۶ مشنری قائم کی ہیں ۔ ماہی گیری کی تربیت دینے والے چار اسکول بھی یہاں کھولے

شری جی۔ ڈی پاٹیل
(نائب وزیر صنعت حکومت مہاراشٹر)

مہاراشٹر کی ترقی

پبلک سیکٹر کا کام

ریاست میں جو علاقہ صنعتی لحاظ سے پسماندہ ہے اس علاقہ میں صنعتی ترقی کے معاملے میں پبلک سیکٹر نہایت اہم کردار انجام دے رہا ہے۔ ریاست مہاراشٹر میں تیسری پنجسالہ اسکیم کے دور میں مرکزی پبلک سیکٹر نے جو پروگرام شروع کیا ہے اس پر تقریباً ۴۵ کروڑ روپوں کا سرمایہ لگایا گیا ہے۔ اس لگائے جانے والی رقم کا صنعتی حصہ بمبئی کے مقام پر ٹرامبے میں کھاد اور ایک گیس کا کارخانہ قائم کرنے کے لئے خرچ کیا جائیگا۔ پونہ میں پمپری کے مقام پر سرکاری کارخانہ انٹی بایوٹکس کو وسعت دی جائے گی اور وردھا میں ہیوی اسٹرکچرل پلینٹس کا کارخانہ قائم ہوگا۔

ٹرامبے کے علاقہ میں یوریا۔ نائٹرو۔ فاسفیٹ، امونیا اور نائٹرک ایسڈ کی پیداوار کیلئے ایک صنعتی مرکز قائم کیا جارہا ہے۔ اس کارخانہ کی قوت پیداوار تقریباً ۹ ہزار ٹن نائٹروجن ہوگی۔ توقع ہے کہ یہ مرکز اپنا کاروبار ۱۹۶۴ء سے شروع کردیگا۔

۱۹۶۲ء کے اخیر تک کی صنعتی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ کارخانے کے لئے ۸۲۵ ایکڑ زمین درکار ہے جس میں سے ۷۰۰ ایکڑ زمین کارخانے کے لئے خرید لی گئی ہے۔ ٹاٹا کی الیکٹرک کمپنی نے اس کارخانے کے لئے ۳۵ ہزار کیلو واٹ بجلی منظور کرلی ہے اور کارخانے کے لئے ۶ تا ۸ دس لاکھ گیلن پانی بھی منظور کرلیا گیا ہے۔ کارخانے کی تعمیر کا کام مقامی انجینئروں کے سپرد کیا گیا ہے۔ کارخانے کے لئے مشینری کا آرڈر بیرونی ممالک کی کمپنیوں کو دیا گیا چنانچہ ۱۹۶۲ء تک کارخانے کا بہت سارا ضروری سامان بمبئی پہنچ گیا ہے۔ اس کارخانے کے لئے کسی قسم کی بیرونی مدد طلب نہیں کی گئی ہے۔

ضلع قلابہ میں واقع پنویل کے قریب اپٹا کھار باٹہ کے مقام پر ایک کیمیکل کارخانے کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ اس کارخانے کے باعث رنگ سازی ادویات۔ پلاسٹک کی صنعت ربر اور کیمیکل قسم کی چیزوں کی مانگ پوری کی جائے گی۔ ہندوستان آرگنک کیمیکل لمیٹڈ کی جانب سے ۱۲ کروڑ روپیہ کے سرمایہ سے یہ کارخانہ عالم وجود میں آرہا ہے۔

تیسری پنجسالہ اسکیم میں صنعتی پیداوار میں اضافہ کی ضرورت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ پونہ میں پمپری کے مقام پر واقع ہندوستان انٹی بایوٹکس کے کارخانے کے دوسرے شعبوں کو وسعت دینے کے لئے مرکزی حکومت نے ہر قسم کی مالی امداد منظور کرلی ہے۔ پمپری میں پونے تین کروڑ روپے مالیت کے سرمایہ سے یہ کارخانہ قائم کیا گیا تھا۔ مرکزی حکومت مہاراشٹر میں ۵ فوجی کارخانے قائم کرنا چاہتی ہے۔ ان ۵ کارخانوں کی وجہ سے مہاراشٹر کی صنعتی ترقی پر نہایت خوشگوار اثر پڑیگا ان میں سے ایک کارخانہ ٹنگ طیاروں کی فیکٹری ہوگی اس کی تعمیر مرکزی حکومت کی جانب سے ریاست مہاراشٹر کررہی ہے۔ اس میں چند کروڑ روپے کا سرمایہ لگایا جائیگا۔ یہ کارخانہ ریاست کے دیہی علاقہ میں قائم کیا جارہا ہے۔ کارخانے کی تعمیر کے دوران اور بعد میں کئی ہزار اشخاص کو روزگار فراہم ہوسکیگا فنی نقطہ متعدد انجینئر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ ناسک کے مقام پر اس کارخانے کی وجہ سے چھوٹی موٹی صنعتوں کو ترقی کرنے کا موقعہ ہاتھ آئیگا۔

ناسک روڈ پر واقع پرانے مرکز کو بند کرنے کے بعد

احمد نگر میں جیلی کے مقام پر ایک کارخانے کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ ان تمام صنعتی منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مرکزی حکومت ریاستی حکومت کو مالی امداد دیتی رہی ہے۔ نیز پرائیوٹ کارخانہ داروں کی بھی حوصلہ افزائی کرتی رہی ہے۔

تعاون :- جمہوری سماج کے اقتصادی ڈھانچہ میں امداد باہمی مشترکہ تعاون کا نہایت اہم مقام ہے چنانچہ پہلی دو پنجسالہ اسکیموں میں امداد باہمی کی اہمیت کو حکومت نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔ لیکن تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں یہ احساس اور بھی تیز ہو گیا۔ تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو اقتصادی اور ٹیکنیکل مدد دینے کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔

ریاست مہاراشٹر میں صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی ترقی سنہ ۱۹۵۶ء کے زمانے سے سنہ ۱۹۶۳ء کے زمانے تک کہاں تک پہنچی ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل خاکے سے ہوتا ہے۔

	سنہ ۱۹۵۶-۵۷ء	سنہ ۶۲ تا ۱۹۶۳ء
صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی تعداد	۲۹۸	۳ ہزار
ممبر کاریگر، کاشتکار، صنعت کار اور ملازمین	۴۰ ہزار	۲ لاکھ ۸ ہزار ۱۱
ممبروں کا کل سرمایہ	روپیہ (کروڑ میں)	۲ کروڑ
محفوظ سرمایہ		۵۸
تیار مال کی قیمت		۷ کروڑ

تیسری پنجسالہ اسکیم میں ناگپور، امراوتی، بیڑ، رتنپور، ناندیڑ اور بھاول میں ایک ایک ایسے کل پانچ امداد باہمی کی ملیں قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ پہلی دو ملیں ۲۰ ہزار اسپنڈلس کی اور بقیہ ۳ ملیں ۱۲ ہزار اسپنڈلس کی ہوں گی۔ ناگپور کی مل میں کپاس سے ۶۰-۸۰ نمبر کا سوت نکالا جائے گا۔ ناگپور، امراوتی، بیڑ، رتنپور اور ناندیڑ کے مقامات پر قائم ہونے والی ملوں کو رجسٹرڈ کر دیا گیا ہے۔ اور ان ملوں کے لئے ضروری مشنری کا آرڈر بیرونی ممالک کی کمپنیوں کو دے دیا گیا ہے۔

امداد باہمی کی بنیاد پر مہاراشٹر میں شکر کے جو کارخانے قائم ہوئے ہیں ان سے ملک کی پیداوار میں اضافہ کے علاوہ صنعتی ترقی میں بھی کافی مدد ملی ہے۔ شکر کے ان کارخانوں کے عالم وجود میں آنے سے پہلے گنے پیدا کرنے والے کاشتکاروں کو گڑ تیار کرنا پڑتا تھا۔ گڑ کی پیداوار کا ذخیرہ کرنا۔ سامان خریدنے کے لئے سرمایہ۔ اور بازار کی چڑھتی اترتی قیمتوں کا مقابلہ کرنا وغیرہ اس قسم کے پریشان کن مسائل سے کاشتکاروں کو دوچار ہونا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے کاشتکاروں میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ امداد باہمی کے اصولوں پر جب سے شکر کے کارخانے قائم ہوئے ہیں کاشتکاروں کی پریشانیاں دور ہو گئی ہیں۔ اور انھیں گنے کی پیداوار کی اچھی قیمت بھی ملنے لگی ہے۔

فی الحال ریاست مہاراشٹر میں امداد باہمی کے اصولوں پر شکر کے ۲۰ کارخانے قائم ہو گئے ہیں۔ جن میں سے ۱۷ کارخانوں کی پیداوار شروع ہو گئی ہے اور بقیہ ۳ کارخانے آئندہ موسم سے اپنا کام شروع کریں گے۔ ان ۱۷ کارخانوں میں سے ۴ کارخانوں میں پیداوار کا کام تیسری پنجسالہ اسکیم کے دوران شروع ہوا ہے — ۲۰ کارخانوں کے کل ۷۰۹۱ کروڑ روپوں میں سے ۲۰۴ کروڑ روپے حکومت کی جانب سے لگائے گئے تھے۔ اور بقیہ ۵۰۵۱ کروڑ روپے ممبروں نے جمع کئے تھے۔ سنہ ۶۲ تا ۱۹۶۳ء کے دوران ان ۱۷ کارخانوں کی پیداوار ۲ لاکھ ۸۷ ہزار ۷۵۳ ٹن شکر تھی۔

پرنٹر پبلیشر مصطفیٰ نثار عثمانی نے رحمی پریس
کماٹی پورہ بمبئی ۸ سے چھاپ کر دفتر سے شائع کیا
مالک و مدیر
عبدالحمید بوبیرے

پوشیدہ خزانہ

معدنیات دراصل دھرتی ماتا کا انمول دین یا تحفہ ہے۔ صنعتی میدان میں ترقی یافتہ ممالک کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ طرح طرح کی معدنیات کا خزانہ حاصل کئے ہوئے ممالک فوری ترقی و توسیع کر سکے ہیں۔

معدنیاتی خزانہ کے معاملے میں مہاراشٹر اگرچہ مدھیہ پردیش، بہار اور اڑیسہ کے مقابلہ میں ترقی پذیر ہونے پر بھی وہ صنعتی ترقی کی راہ میں گامزن ہونے کے قابل پوشیدہ خزانہ کا مالک ہے۔

ہماری ریاست میں آسانی سے حاصل ہونے والی مینگنیز، لوہا، کوئلہ، باکسائٹ، کرومائٹ، المونائٹ اور الومنیم وغیرہ معدنیات ہیں۔ دیگر معدنیات بھی کافی ہیں جو دریافت طلب ہیں۔

تھانہ:- معدنیات کے متعلق تھانہ ضلع زیادہ ترقی یافتہ نہیں پھر بھی پربھول اور ماہولی جیسے اونچی ٹیکریوں کی چٹانوں سے لوہے کے نمونے برآمد ہوتے ہیں۔ کچھ چشموں کے پانی میں لوہے کا برادہ دستیاب ہوتا ہے۔ بھیونڈی تحصیل کے وجریشوری کے گرم پانی کے چشموں سے پانی میں گندھک کی بو آتی ہے۔ باکسائٹ سے الومنیم دھات تیار کی جاتی ہے۔ تھانہ ضلع کے بام ڈونگری اور ممباسا ڈونگری ان ٹیکریوں سے باکسائٹ کا خزانہ دریافت ہوا ہے۔ بسین تعلقہ کے تنگار پہاڑ کی زمین کھودنے سے معلوم ہوا کہ تقریباً ایک لاکھ ٹن باکسائٹ کی تودام ملنے کی توقع ہے۔ اور ان میں تمام قسم کے باکسائٹ برآمد ہونے کا گمان ہوتا ہے۔

اسی طرح اس ضلع میں مورتی اور منگلوری کویلو بنانے کے قابل مٹی پائی جاتی ہے۔

رتناگیری:- ہرنے دابھول اور جے گڑھ کے علاقہ میں ساحل سمندر کے پاس اور امبولی گھاٹ ماتھے کے علاقہ میں باکسائٹ کا تقریباً ۵ تا ۶ لاکھ ٹن کا خزانہ مدفون ہے۔

خام لوہا۔ اسی ضلع میں لوہا آمیز پتھر بھی ساونت واڑی کے علاقہ میں باندہ وریڈی کے آس پاس ملتا ہے۔ وینگورلا علاقہ کے پاس مالون اور دیوگڑھ تک معدنی خزانہ کا پتہ چلتا ہے۔ ریڈی کی کانیں مشہور ہیں۔ یہاں تقریباً ۳۰ تا ۵۰ لاکھ ٹن کا خزانہ برآمد ہونے کا امکان ہے۔ فی الحال ریڈی سے لوہا برطانیہ، جرمنی، جاپان وغیرہ ممالک میں روانہ کیا جاتا ہے۔ مزید تحقیقات و تلاش سے زیادہ لوہے کا ذخیرہ دریافت ہونے کی توقع ہے۔

کرومائٹ:- یہ دھات دیوگڑھ کے کرلی ندی کے درہ میں کنکولی اور واگدہ مقامات پر پائی جاتی ہے۔ اس علاقہ میں ۷۰ تا ۸۰ ہزار ٹن کا خزانہ موجود ہونے کا اندازہ ہے۔

المونائٹ:- رتناگیری ضلع کے ایک ساحلی علاقہ میں ایک چمکیلی ریت پائی جاتی ہے۔ اس بالو کا ۲۰ تا ۳۰ لاکھ ٹن کا خزانہ پورن گڑھ سے مال گنڈ علاقہ تک پھیلے ہوئے ۳۰ میل طویل ساحل پر رتناگیری سے جے گڑھ کے درمیانی علاقہ میں ہونے کا اندازہ ہے۔ اسی طرح رتناگیری کے آس پاس کے دیگر مقامات پر بھی المونائٹ کا خزانہ بکھرا ہوا ہے۔

ابرک:- رتناگیری ضلع میں ناٹل سے بھرونڈے تک کے رقبہ میں اور کوڈول نیز مجگاؤں سے گیرے کے درمیانی علاقہ میں ابرک ملتی ہے۔ کنڈال تعلقہ میں بھی ابرک پایا جاتا ہے۔

کانچ بالو:- (ریت) کانچ بنانے کے قابل ریت رتناگیری کے ساحلی مقامات پر بکثرت پائی جاتی ہے۔ ساونت واڑی سے وینگورلے کے درمیان اور واڈی دمیوٹے مالواڑی اور گوآ کی حد سے دیوگڑھ وینگورلے۔ مٹھ۔ مٹھ باؤ میں

بھی ریت بکثرت پائی جاتی ہے۔

چن کھڑی (چونا پتھر) :- رتنا گیری ضلع کے بھونڈا گھاٹ کے تیرت میں اور ہنومان گھاٹ کے علاقہ میں چن کھڑی (چونا پتھر) پایا جاتا ہے۔

چکنی مٹی :- مورتیاں بنانے کے قابل چکنی مٹی تلے گاؤں مالون و نیگورلا کڈال ساونت واڑی کے علاقہ میں ملتی ہے۔

قلابہ :- قلابہ ضلع میں مری پہاڑ کے کچھ حصہ میں بکسائٹ کے بیس تا پندرہ لاکھ ٹن کا خزانہ برآمد ہونے کی امید ہے۔ قلابہ ضلع کے ساحل پر المونائٹ ریت بھی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح لوہا آمیز مٹی مورتی تیار کرنے کی مٹی اور قلابہ ضلع میں سمندری نمک کے خزانے موجود ہیں۔

چاندہ :- چاندہ ضلع کے گڑھ چرولی تحصیل میں آمورا۔ آرمورا۔ کے قریب وبراگڑھ کے علاقہ میں ہیروں کا ذخیرہ دستیاب ہونے کی توقع ہے۔ چاندہ ضلع کے مُول سے تقریباً ۱۵ میل پر واقع تھانہ واسیلہ میں تانبے کا ذخیرہ موجود ہونے کا قیاس ہے۔ چاندہ تحصیل میں خاص مول اور اس کے چھ میل پر واقع گڑھ بسرولی میں سیسہ کا ذخیرہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ سرونچہ تحصیل میں حالیہ تحقیقات سے پوراپلی کے قریب سورج گڑھ کے مقام پر بہترین قسم کے لوہے کے ذخیرے موجود ہونے کا امکان ہے۔ جیسے بھنسی، سندے واہی، ماسلی جیکاٹی موریے گاؤں وٹھل گاؤں اور باگل پیٹھ کے سرکاری جنگلوں میں لوہے کے ذخیرے ہیں۔ چاندہ ضلع کے وروڑہ تحصیل میں چیمور سے چھ میل پر واقع بھاندل گاؤں میں کوئلہ کے ذخیرے ہیں۔ یہ کانیں ۱۲ مربع میل کے رقبہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں ۳ تا ۱۷ فٹ چوڑے کوئلے کے ذخیرے والے پٹے ہیں۔ اور تقریباً ۱۰۰ تا ۱۵۰ لاکھ ٹن کوئلہ ان کانوں سے برآمد ہو سکتا ہے۔

مہاراشٹر کی کوئلہ کی آٹھ کانوں میں سے تقریباً سات کانیں صرف چاندہ ضلع میں ہیں۔

اسی طرح وبروڈا۔ بھاندک کے مقام پر چونے کے پتھر اندراوتی اور گوداوری دریاؤں کی ریت میں سونے کے ذرّے اور نئے گاؤں بھوجلا کے پاس واشنگ سوڈا اور دیگر معدنی ذخیرہ کافی مقدار میں موجود ہے۔ بھُسری اور لوہارا گاؤں لوہا نکالنے کے لئے سرکاری طور پر محفوظ کئے گئے ہیں۔ اس ضلع میں بھی رنگ کی مٹی اور کئی جگہ اسٹیٹائٹ ملتا ہے۔

ایوت محل :- اس ضلع میں چونے کے پتھر کے خزانہ کا پتہ چلا ہے اور یہاں کوئلہ کی کانیں ہونے کا امکان ہے۔ چاندہ اور ایوت محل ضلع میں تقریباً ۴۰۰ کروڑ ٹن کوئلہ کا ذخیرہ موجود ہونے کا قیاس ہے۔

ناگپور :- اس ضلع کے اُمریڈ تحصیل میں سون گاؤں کے مقام پر اعلیٰ قسم کے کوئلہ کا خزانہ برآمد ہوا ہے۔ ناگپور ضلع میں کامٹی، ساؤنیر، بوکھارا اور اُمریڈ میں کچھ نئے کوئلے کے مخزن دستیاب ہوئے ہیں۔ اسی طرح بھیواپور سے شمال میں تقریباً دو میل پر خام لوہے کا خزانہ ہاتھ لگا ہے۔ حکومتِ ہند نے ناگپور ضلع میں میگنیز اور لوہے کے ذخیرے والے حصہ کو سرکاری طور پر محفوظ کر لیا ہے۔

امریڈ کے ۳۰ فیصدی کوئلے کے ذخیرے اعلیٰ قسم کے کوئلہ پر مشتمل ہیں۔ کامٹی میں ایک کوئلہ کی جدید کان کا پتہ چلا ہے۔ جس سے ڈھائی تا تین لاکھ ٹن کوئلہ برآمد ہونے کی توقع ہے۔

کامٹی کے آس پاس بوکھارا۔ سیلے واڑی وغیرہ علاقہ میں اعلیٰ قسم کا عمارتی پتھر کافی مقدار میں ملتا ہے۔

بھنڈارہ :- بھنڈارہ ضلع میں ڈونگری بزرگ کرامراچکلا اور سیتا زا نجری میں میگنیز کا ذخیرہ برآمد ہونے کی توقع پر حکومت نے اس علاقہ کو اپنے لئے محفوظ کر لیا ہے۔ اس ضلع میں سٹیٹائیٹ نامی دھات بھی کئی جگہ پائی جاتی ہے۔

پونہ :- پونہ ضلع میں کاسائٹ باکسائٹ رنگ اور مورتی بنانے کی مٹی بکثرت پائی جاتی ہے۔

احمد نگر :- احمد نگر ضلع میں پارنیر تعلقہ کے بھاٹ گاؤں کے علاقہ میں چونے کے پتھر (کنکریاں) کافی پائی جاتی ہیں جو بہترین قسم کے ہوتے ہیں۔ زیرِ زمین ۸۵ فیصد چون کھڑی (چونے کی کنکریاں) ہیں ——

کولہاپور:- کولہاپور ضلع میں رادھانگری۔ گارگوٹی۔ داکی دھنگرواڑی۔ رنگے واڑی۔ اڈ گیر وغیرہ کے علاقہ میں باکسائٹ کے ذخیروں کا سراغ لگنے کی توقع ہے۔ رادھانگری میں ایک کروڑ ٹن باکسائٹ کے ذخیرہ کی توقع ہے۔ جو ۲۵۔۔۴۰ میل کے علاقہ میں پھیلا ہوا ہے۔

ستارا اور سانگلی:- سانگلی ضلع میں میرج کے آس پاس سیمنٹ بنانے کے قابل چونے کے پتھر کا خزانہ دستیاب ہوا ہے۔ ستارہ میں مینگنیز اور لوہا آمیز مٹی کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔

نمک:- نمک مہاراشٹر میں بکثرت دستیاب ہوتا ہے جو ریاست کے ساحلی علاقہ کے اضلاع شلاً تھانہ، رتناگیری اور قلابہ میں بنایا جاتا ہے۔

سمندر کے پانی سے نمک بنانے کے بعد جو پانی بچ رہتا ہے اس سے کیمیائی طریقہ پر میگنیشیم کاربونیٹ تیار کیا جاتا ہے۔ جو ربڑ۔ سیاہی (روشنائی) کاغذ اور سامان آرائش کی صنعت میں کام آتا ہے۔

عمارتی پتھر اور مٹی:- اورنگ آباد، بیڑ، پربھنی وغیرہ اضلاع میں عمارتی پتھر کی کانیں موجود ہیں۔ اورنگ آباد ضلع کے چند مقامات پہ ریت بھی ملتی ہے۔ کالے عمارتی پتھر کی کانیں بھی کہیں کہیں ملتی ہیں ——

شرائط ایجنسی

ماہنامہ صبح امید بمبئی

اکثر نئے ایجنٹ صاحبان شرائط ایجنسی طلب کرتے ہیں۔ ان کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ حسب ذیل شرائط ایجنسی کو سامنے رکھ کر مطلوبہ تعداد میں پرچے و فتر سے طلب کریں۔

(۱) کسی ایجنٹ کو دس سے کم پرچے ارسال نہ ہوں گے۔
(۲) ۲۵ فیصدی کمیشن منہا کرکے پیشگی رقم بھیجدی جائے۔
(۳) ایجنسی کے سلسلہ میں خط و کتابت منیجر کے نام کریں۔

(منیجر صبح امید بمبئی)

صبح امید میں شائع ہونے والے تمام ادبی یا نیم ادبی مواد میں نام، مقام، واقعات اور ادارے قطعی فرضی ہوتے ہیں۔ اور حقیقی افراد مقامات واقعات یا اداروں سے ان کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کیلئے پرنٹر، پبلیشر، ایڈیٹر اور مصنف پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی

(ادارہ)

قلم اٹھانے سے پہلے

- صبح امید کے قلمی معاونین سے درخواست ہے کہ وہ صبح امید کے معیار کا خاص طور سے خیال رکھیں۔
- اختصار ہر چیز کے لئے شرط ہے خواہ نظم ہو یا نثر۔ مختصر نگارشات کو ترجیح دی جائے گی۔
- غیر مطبوعہ مضامین کے بارے میں ہماری رائے حاصل کرنے کے لئے ۱۵ پیسے کے ٹکٹ کا پتہ لکھا ہوا لفافہ ارسال فرمائیں۔
- مضامین خوشخط اور کاغذات کے ایک طرف تحریر فرمائیں۔
- نمونہ کی کاپی کے لئے ۵۰ نئے پیسے کے ٹکٹ ارسال کیجئے۔ پتہ خوشخط لکھئے۔

صبح امید

بلاسس روڈ بمبئی ۸

مہاراشٹر کے ضلعوں میں صنعتی ترقی

ہم مندرجہ ذیل معلوماتی مضمون مہاراشٹر کے اضلاع میں صنعتی ترقی کا خاکہ پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ یہ مضمون ضلعوں میں صنعت و حرفت سے تعلق رکھنے والوں کے لئے باعث دلچسپی ہوگا —— (ادارہ)

پونہ فیکٹری ایکٹ کے تحت شہر میں ۲۶۴ صنعتی مرکز ضلع میں رجسٹرڈ کیے گئے ہیں۔ ضلع کے کارخانوں سے ۵۳ فیصدی سے زائد کارخانے پونہ شہر کے اطراف میں ۵ میل کے علاقے میں قائم کئے گئے ہیں اور ان میں تقریباً ۴۰ ہزار سے زائد اشخاص کام کرتے ہیں۔ ضلع میں صنعتی مزدوروں کی تعداد ۹۰ ہزار ہے۔ بارامتی، اندا پور اور حویلی کے تعلقوں میں بھی کارخانے پھیلے ہوئے ہیں۔ پونہ صنعتی لحاظ سے تیز رفتاری سے ترقی کر رہا ہے۔ مندرجہ ذیل کارخانے قابل ذکر ہیں۔

(۱) ہندوستان اینٹی بایوٹکس لمیٹڈ کا سرکاری پنسلین کا کارخانہ (۲) سنٹرل کانکریٹ ڈپو پونا دلہ (۳) دال چند نگر انڈسٹریز لمیٹڈ شکر کا کارخانہ اور اس کی مشنری (۴) شری چھترپتی شیواجی کوآپریٹو شکر کا کارخانہ لمیٹڈ بھوانی نگر (۵) مالیگاؤں کوآپریٹو شکر کا کارخانہ مالیگاؤں (۶) ساٹھے بسکٹ اینڈ چاکلیٹ کمپنی لمیٹڈ یروڈا (۷) راجہ بہادر موتی لال ملس پونہ کپڑے کی مل (۸) بھور انڈسٹریز لمیٹڈ بھور (۹) دکن پیپر ملس کمپنی لمیٹڈ منڈوا (۱۰) سواتک ربر پراڈکٹس لمیٹڈ کھڑکی (۱۱) ارلابس پرائیوٹ لمیٹڈ بھاٹ گھر (۱۲) سدرشن کیمیکل انڈسٹریز پونہ نمبر ۲ (۱۳) پیسہ فنڈ گلاس ورکس تلے گاؤں دابھاڑے (۱۴) کرلوسکر آئل انجنس لمیٹڈ کھڑکی (۱۵) رسٹن ہارنسبی انڈیا لمیٹڈ آکروارڈی چنچ وڈ (۱۶) گجرات میٹل فیکٹری پونہ (۱۷) مہندرا اووین پرائیوٹ لمیٹڈ پمپری (۱۸) فلپس انڈیا لمیٹڈ لونی کال بھور (ریڈیو) (۱۹) کرلوسکر نیومیاٹکس ہڈپسر (۲۰) انڈین ہیوم پائپ کمپنی ہڈپسر (۲۱) آٹو دیم انجینئرنگ پونہ ۴ —

پونہ میونسپل کارپوریشن اور پونا دلہ کی میونسپلٹی نے اپنے اپنے حدود میں صنعت و حرفت کو فروغ دینے کے لئے دس سال تک چنگی ٹیکس نہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور دوسری چند سہولتیں بھی دی ہیں۔ بنائی، درزی، چرم سازی اینٹ اور ظروف سازی، تیل اور جوتوں کے ۵ ہزار سے زائد پیشے اور تجارت ضلع میں چل رہے ہیں۔ جس میں سے ۱۲ ہزار اشخاص کو روزگار فراہم کیا جاتا ہے۔

احمد نگر ضلع احمد نگر میں صنعت و حرفت کافی ترقی کر رہے ہیں۔ پھول، اناج، ادویات، مشنری کپڑا وغیرہ چیزوں کی مختلف تجارت یہاں جاری ہیں۔ کارخانوں کے معاملے میں ساری ریاست میں احمد نگر پہلے نمبر پر ہے۔ بمبئی پونہ کے بعد سب سے زیادہ کارخانے احمد نگر میں پائے جاتے ہیں۔

اس ضلع کے ۱۳ تعلقوں میں تقریباً ۴۶۰ کارخانے ہیں۔ جن میں سے کوپرگاؤں میں ۱۲۲ اور سری رامپور

میں ۱۱۷ کارخانے ہیں۔ ضلع کے ۶۰ فیصد کارخانے شکر اور گُڑ کی پیداوار سے تعلق رکھتے ہیں۔ شکر کے ۱۱ کارخانے ہیں۔

کوپرگاؤں میں	۵
شری رامپور	۴
راہوری	۱
شری گوندہ	۱
	۱۱

گُڑ کے اکثر کارخانے شری رامپور کوپرگاؤں اور راہوری میں ہیں۔ کاٹن جننگ اور پریسنگ فیکٹریوں کی تعداد ۳۷ ہے اور مندرجہ ذیل مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

احمدنگر	۹
راہوری	۳
نیواسہ	۳
پاتھرڈی	۳
شیوگاؤں	۱۴
شری رامپور	۵
	۳۷

مندرجہ بالا کارخانوں اور فیکٹریوں کے علاوہ مندرجہ ذیل کارخانے قائم کرنے کے لئے کوشش جاری ہے۔

کارخانے کا نام	سرمایہ
امداد باہمی کے اصولوں پر کپڑے کی مل	۵۰ لاکھ روپیہ
شکر کے کارخانے کیلئے استعمال ہونے والے پرزے اور تیل کی مشنری پیدا کرنے والا کارخانہ	۵۰ لاکھ روپیہ
اسٹیل رولنگ مل	۷ لاکھ روپیہ
۲ جننگ کارخانے	۳ لاکھ روپیہ
آئل مل	۴ لاکھ روپیہ
سوپر فاسفیٹ کا کارخانہ	۶۴ لاکھ روپیہ
کاغذ کا کارخانہ	۲۵ لاکھ روپیہ
پریس۔ چھاپنے کا کارخانہ	۱۰ لاکھ روپیہ
موم کا کارخانہ	۲ لاکھ روپیہ

شولاپور:۔ شولاپور ایک تجارتی مرکز کی حیثیت سے مشہور ہے۔ بنائی کے معاملہ میں شولاپور کافی ترقی کر گیا ہے۔ سنہ ۱۸۶۰ء سال میں یہاں ریلوے شروع ہوئی۔ جس کے بعد یہ ضلع صنعتی اعتبار سے ترقی کرنے لگا۔ یہاں کپاس بھی کافی پیدا ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے کپڑے کی صنعت نے کافی ترقی کی ہے۔ شولاپور میں کپڑے کی ملیں اور بارسی کے مقام پر بھی کپڑے کی ملیں قائم ہو گئی ہیں۔ آج شولاپور سارے مہاراشٹر میں تیسرے نمبر کا تجارتی اور صنعتی شہر مانا جاتا ہے۔ شہر میں کپڑے کی ۵ ملیں ہیں۔ بارسی میں ۳ ملیں ہیں۔ ان ملوں میں ۲۲ ہزار سے زائد مزدور کام کرتے ہیں۔

دی شولاپور اسپننگ اینڈ ویونگ ملس بمبئی کے سیٹھ مرارجی گوکل داس نے اس مل کو سنہ ۱۸۷۷ء میں یہاں ۸ لاکھ روپیوں کے سرمایہ سے قائم کیا تھا۔ ابتداء میں مزدوروں کی تعداد ۸۵۰ تھی۔ لیکن اب ان کی تعداد ۵۲۰۰ سے زیادہ ہے۔ حکومت مہاراشٹر نے پہلی مرتبہ یہاں کی بند شدہ نرسنگھ گیرجی مل کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ لکشمی کاٹن مینوفیکچر، شری جام رنجیت سنگھ مل میں بھی ۲ ہزار سے زائد مزدور برسر روزگار ہیں۔ بارسی میں جے شنکر مل لوک مانیہ مل اور راجن مل میں سوت کافی مقدار میں پیدا کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا ملوں کے علاوہ بجلی کی طاقت کے ذریعہ اور دوسرے کارخانے بھی ہیں جن میں مکینکل ٹیکسٹائل ملس۔ جیبا ویونگ ملس مرداویونگ ملس۔ گانگ جی ویونگ ملس، شیر ساگر ویونگ ملس۔ اور راسیلی ویونگ ملس قابل ذکر ہیں۔ یہاں ہینڈلوم کی صنعت نے بھی کافی ترقی کی ہے۔ ضلع میں شکر کے بھی کارخانے قائم ہیں۔ چتلے نگر شوگر فیکٹری اور اکلوج میں شکر کا جو تھا کارخانہ ابھی حال ہی میں کھولا گیا ہے۔ کپڑے کی صنعت کی طرح شکر کے کاروبار میں بھی ضلع شولاپور نے کافی ترقی کی ہے۔ بشیواجی کارخانہ لمیٹڈ میں چھوٹے چھوٹے اوزار وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ کارخانہ کا سرمایہ دس لاکھ روپیہ ہے جس میں ۵۰۰ ملازمین کام کرتے ہیں۔ یہیا اور کوئنا کی بجلی کی اسکیم کے ذریعہ یہ کارخانہ مزید ترقی کریگا۔ شولاپور شہر میں مزدوروں کی سماجی بھلائی کے ۹ اور بارسی میں ایک کل ہند ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ حکومت نے یہاں ایک لیبر آفس بھی قائم کیا ہے۔ اس دفتر کے ذریعہ مزدوروں

کے روزگار وغیرہ کے مسائل پر توجہ دی جاتی ہے ۔

قلابہ اس ضلع کو ۱۰۰ میل لمبا ساحل سمندر حاصل ہے ۔ سمندر کی کھاڑیاں بھی کافی موجود ہیں۔ جن کی وجہ سے مچھلیوں کو پکڑنے کا پیشہ کافی ترقی کر رہا ہے ۔ ماہی گیروں کو اس پیشے کی ترقی کے لئے حکومت مہاراشٹر کے محکمہ ماہی گیروں کے سپرنٹنڈنٹ کی جانب سے مدد اور مشورے دیئے جاتے ہیں ۔ ماہی گیروں کی کشتیوں میں انجن لگانے کے لئے بھی قرضہ دیا جا رہا ہے تاکہ وہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مچھلیاں پکڑ سکیں گھریلو صنعتوں پر بھی کافی توجہ دی جا رہی ہے کمہاروں اور اینٹ تیار کرنے والے ۱۰۰ کاریگروں نے مل کر ضلع میں امداد باہمی کے چار ادارے قائم کئے ہیں ۔ نیرا کی پیداوار سے تعلق رکھنے والے ۴۸۳ اشخاص نے ضلع کے دس گاؤں میں امداد باہمی کے اصولوں پر کام شروع کیا ہے ۔ تانبہ اور پیتل کے برتن بنانے کا کام بھی یہاں بہت پرانا ہے ۔ ۱۴۴ کاریگروں نے ۴ ادارے قائم کئے ہیں ۔ بانس اور بید سے کام کرنے والے مزدوروں اور کاریگروں نے بھی کوآپریٹیو سوسائٹی قائم کرلی ہے۔ رسّی کی بنائی اور بٹنے کے کاریگروں نے بھی کوآپریٹیو سوسائٹی قائم کرلی ہے ۔ ضلع میں چاول کی ۱۲۰ ملیں مختلف مقامات پر قائم ہیں ۔

پنویل میں دھوت پاپے شور نامی ادویات کا کارخانہ اب کافی مشہور ہوچکا ہے ۔ اسی طرح کھوپولی کے مقام پر کاغذ اور گتے کا کارخانہ ۔ ارن (موسرے) میں ذرسٹی کا کارخانہ ۔ اسی طرح دھار لگانے کے پتھروں کا کارخانہ کافی مشہور ہے ۔ نمک پیدا کرنے والے کارخانے پین، ارن اور پنویل کے علاقوں میں قائم ہیں ۔ ہر سال ۴۰ لاکھ ٹن سے زائد نمک اس ضلع میں تیار ہوتا ہے ۔ جنگلات کی لکڑی کاٹنے کا دھندا بھی کافی ترقی پر ہے ۔ ظروف سازی کی صنعت ترقی کر رہی ہے ۔ پین میں پلسٹر کا کارخانہ بھی ہے ۔ جہاں مٹی کی خوبصورت تصویریں تیار کی جاتی ہیں ۔ چاول کی پیداوار کافی ہے ۔ چاول کی بھوسی سے تیل تیار کرنے کے لئے کارخانے کھولنے کی کوشش جاری ہے ۔

اس ضلع میں گندھک کا ایک بڑا کارخانہ کھولنے کے لئے سرکاری طور پر کوششیں جاری ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کارخانہ ۲۰ لاکھ روپوں سے قائم کیا جائیگا ۔ اور روزانہ ۵۰ لاکھ ٹن گندھک تیار ہوسکے گی ۔

ضلع قلابہ چونکہ معدنیات کی دولت سے مالامال ہے ۔ لہذا یہاں ابھی معدنیات سے متعلق صنعتوں کیلئے کافی گنجائش موجود ہے ۔ پنویل ۔ پین اور ارن کے مقامات کے علاوہ شری وردھن مروڈ اور تعلقہ روسہ بھی معدنیات کی صنعتوں کا مرکز بن سکتا ہے ۔

رتنا گیری ضلع رتنا گیری میں رسّی ۔ چمڑا ۔ بانس لکڑی ۔ کھلونے ۔ ماہی گیری ۔ کاجو ۔ ناریل ۔ سپاری ۔ آم کوکم اور نمک سے متعلق کاروبار جاری ہے ۔ یہاں ۶۲ صنعتی امداد باہمی کے ادارے قائم ہیں ۔ صنعتی تربیت کے لئے اسکول بھی کھولے گئے ہیں ۔ بنکروں کی ۱۰ کوآپریٹیو سوسائٹیاں قائم ہوئی ہیں ۔ اس ضلع میں ایک ہزار سے زائد ہینڈلوم ہیں ۔

سنہ ۱۸۶۴ء میں یہاں لے ۔ ٹی کرافرڈ نامی انگریز نے لکڑی تراشنے کے لئے ایک سا مل کمپنی قائم کی تھی ۔ سنہ ۱۸۷۹ء سال میں ضلع کے لوکل بورڈ نے یہ کمپنی اپنے قبضہ میں لی اور اب اس ادارے کا نام انڈسٹریل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ رکھا گیا ہے ۔ جہاں مختلف قسم کے فنون کی تربیت دی جاتی ہے ۔

ماہی گیروں کے پیشے کو فروغ دینے کے لئے دیسی ساخت کی کشتیوں کو بجلی کے ذریعہ چلا کر بجلی کے ذریعہ دریا میں جال پھینکنے کی تربیت ایک سرکاری کشتی کے ذریعہ ماہی گیروں کو دی جا رہی ہے اس کے علاوہ رتنا گیری میں برف کی ایک فیکٹری اور ایک سرد خانہ بھی تعمیر کیا گیا ہے ۔ تاکہ پکڑی ہوئی مچھلیوں کو خراب ہونے سے بچایا جائے ۔

مشہور مچھلی شارک کا تیل نکالنے کے لئے حکومت مہاراشٹر نے ۲ مشنری قائم کی ہیں ۔ ماہی گیری کی تربیت دینے والے چار اسکول بھی یہاں کھولے

گئے ہیں۔ ضلع میں ماہی گیروں نے امداد باہمی کے ۱۴ ادارے قائم کئے ہیں۔ سندھودرگ کے ماہی گیروں کی سوسائٹی کی معرفت برف کا ایک کارخانہ بھی کھولا گیا ہے۔

ضلع رتناگیری میں ناریل کے کافی درخت ہیں ونگورلا کے مقام پر رسّی بٹنے کا ایک کارخانہ بھی کھولا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ونگورلا کے مقام پر کاجو کے تین کارخانے بھی ہیں۔ یہاں سے کاجو امریکہ بھیجا جاتا ہے۔ کاجو کے خول کا تیل نکالا جاتا ہے اگر اس مسئلے پر توجہ دی گئی تو حکومت مہاراشٹر اس کی تجارت کے ذریعہ غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کر سکتی ہے۔

پیٹھ بھیڑ:- اس ضلع میں چھوٹے پیمانوں کی صنعتوں اور اپنے ہاتھوں کے ذریعہ کاریگری کا فن دکھانے والوں کی رہنمائی اور مدد کے لئے یہاں ڈسٹرکٹ افسر فور کامرس اینڈ انڈسٹریز کا دفتر کھولا گیا ہے۔ چھوٹے پیمانے پر ذاتی طریقے سے تنہا کاروبار کرنے کی نسبت بعض کاریگروں کا ایک جگہ جمع ہو کر کام کرنے سے اس صنعت کو استقلال حاصل ہوتا ہے اور مزید جدید طرز کی مشنری اور امداد حاصل کی جا سکتی ہے اس نقطۂ نظر سے ایک ہی صنعت میں کام کرنیوالے کاریگر اور فنکار امداد باہمی کے اصولوں پر ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ اس قسم کے امداد باہمی کے اداروں کی تعداد ۶۹ ہے۔ حکومت کے گھریلو صنعتوں کے شعبہ جات سے ان اداروں کو سرمایہ، ہتھیار اور اوزار خریدنے کے لئے شیڈس گودام تعمیر کرانے کیلئے اور اسی طرح دوسرے کاموں کے لئے ضروری سامان اور مشنری کے لئے اقتصادی امداد اور قرضہ دے کر ٹیکنیکل رہنمائی بھی کی جاتی ہے۔ یہاں بنکروں کی تجارت کافی ترقی پر ہے یہاں بنکروں کے امداد باہمی کے اداروں کو حکومت نے ۵۹۰۰۰ روپیہ قرض دیا ہے۔ اس ضلع کا بعض حصہ جنگل سے ڈھکا ہوا ہے لہٰذا جنگلات میں کام آنے والے مزدوروں نے بھی امداد باہمی کے ادارے قائم کئے ہیں۔ مزدوروں کے ٹھیکہ داروں کے سات ادارے قائم ہیں۔

ضلع کی ۶۹ امداد باہمی کے اداروں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

بنکروں کے امداد باہمی کے ادارے	۵
اون کے بنکروں کے امداد باہمی کے ادارے	۴
چمڑا اور چرم سازی کی صنعت	۱۱
تیل کے امداد باہمی کے ادارے لمیٹڈ	۱۰
اینٹ اور چونے کے ادارے	۱۰
مزدوروں کے ٹھیکہ داروں کے ادارے	۷
بڑھئی کے امداد باہمی کے ادارے	[illegible]
کمہاروں کے امداد باہمی کے ادارے	۳
رسّی اور بٹ سن کے بورے کی پیداوار کے ادارے	۳
نیرا کی پیداوار کے ادارے	۲
کھادی کی دیہی صنعتوں کا ادارہ۔	۱
دھات کا صنعتی ادارہ	۱
جنگلات کے مزدوروں کا ادارہ	۱
بانس کے مزدوروں کا ادارہ	۱
دیگر صنعتی ادارہ	۱
خواتین کی انجمن کا ادارہ	۱
صابن کی پیداوار کا ادارہ	۱
ٹوکریاں تیار کرنے والا ادارہ	۱
نان ایڈیبل آئیل کا ادارہ	۱
ضلع کی صنعتوں کا ادارہ	۱

ہینڈلوم پر بنے ہوئے کپڑوں کی چھپائی کے لئے اور رنگریزی کے لئے بسمت کے مقام پر ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ جسے ۶۵۶۰ روپے قرض دیا گیا ہے اس رقم میں سے ۴۵۶۰ روپیہ بطور عطیہ اور بقیہ دوہزار سرمایہ کے لئے بطور قرض دیئے گئے ہیں۔

دوسرے پنجسالہ پلان کے آغاز میں ضلع کے مختلف مقامات پر چار ہزار ہینڈلوم تھے اور بنکروں کی صرف تین سوسائٹیاں کام کر رہی تھیں۔ ان سوسائٹیوں کے ممبروں کی تعداد دوہزار ۹۰۰ تھی۔ مالونت کے

بنکروں کی سوسائٹی کو حکومت نے کافی قرضہ دیا ہے۔

اس ضلع میں اون کی تجارت بھی ایک اہم پیشہ ہے۔ بھیڑوں کے جسم سے اون کترنا۔ صاف کرنا اور بننا۔ اور اون کو دھاگہ کی طرح بٹنا۔ یہ سارے کام ہاتھوں ہی سے کئے جاتے ہیں۔ اور یہ کام کرنے کا طریقہ بھی کچھ صاف ستھرا نہیں ہے۔ اسی لئے دوسرے پنجسالہ پلان کے زمانے میں فریم لوم کا استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ چنانچہ دوسرے پنجسالہ پلان تک مزید ۱۱۰ ہینڈ لوم کا اضافہ کیا گیا۔

چمڑے کی صنعت پسماندہ طبقہ کے ہاتھوں میں ہے۔ ان کے پاس ترقی کے لئے سرمایہ نہیں چنانچہ ان لوگوں کو مالی امداد اور ہتھیار فراہم کئے گئے ہیں۔ دیوتھانہ کے مقام پر چرم سازی کی صنعت کے ۲ اسکیل قائم کئے گئے ہیں۔

ان صنعتوں کو فروغ دینے کے لئے حکومت نے امداد باہمی کے اصولوں پر ایک بنک بھی قائم کیا گیا ہے۔ اس بنک کو ایک لاکھ ۱۰ ہزار روپوں کا سرمایہ دیا گیا ہے۔ چرم سازی کی صنعت کے لئے ۱ ہزار ۴۰۰ روپے دیہی تیل کی صنعتوں کے لئے ۵۸ ہزار ۱۵۱ روپے اور کمہاروں کی صنعت کے لئے ۸ ہزار ۵۰۰ روپے۔ بنک کے قبضہ میں جو رقم ہے اس میں سے ۴۴ صنعتی اداروں کو ۸۳ ہزار ۵۸۷ روپے تقسیم کئے گئے ہیں۔ شراب بندی سے بیکار ہونے والے اشخاص کو روزگار فراہم کرنے کی غرض سے نیرا کی پیداوار کا دھندا ہاتھ میں لے کر نیرا کے مرکز قائم کرنے کے لئے کھادی بورڈ کی جانب سے ۲ ہزار روپوں کی رقم دی گئی تھی۔

اسی طرح شیڈس گودام۔ تیل کے کولھو بیل چرخہ وغیرہ کے لئے کل ۶ ہزار روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ضلع پرکھنی میں ذاتی طور پر اور دوسرے قسم کے کارخانے بھی قائم کئے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے ضلع کی صنعتی ترقی کی امید وابستہ ہے۔

وردھا۔ حکومت نے صنعت وحرفت کی ترقی کے لئے مختلف قسم کی اسکیموں کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا ہے۔ گھریلو قسم کی چھوٹی صنعتوں کے علاوہ بڑے پیمانے کی صنعتوں کو بھی فروغ دیا جا رہا ہے چونکہ ضلع وردھا چھوٹا ہے۔ لہذا صنعتی امداد باہمی کے اصولوں کو یہاں ابھی حال ہی میں لاگو کیا گیا ہے۔

وردھا اور پول گاؤں کے مقامات پر صنعتی آبادی قائم کی جائے گی۔ جہاں فی الحال نئے کارخانے کھولے جائیں گے۔ سیاسی لحاظ سے وردھا ہمیشہ آگے رہا لیکن صنعتی اعتبار سے اس کی ترقی نہ ہو سکی۔ حکومت ہند نے یہاں ہیوی پلیٹس کے کارخانے کی منظوری دیدی ہے جس کی وجہ سے وردھا مستقبل قریب میں صنعتی ترقی کر سکے گا۔ اس کارخانے پر حکومت ہند ۲۰ تا ۲۵ کروڑ روپیہ خرچ کرے گی۔ ضلع کے کئی لوگوں کو کام ملیگا۔ اس کے لئے حکومت ہند ۲ ہزار ایکڑ زمین قبضہ میں لے رہی ہے۔ کارخانہ قائم کرنے کیلئے برطانوی فنی ماہرین کی خدمات حاصل کرلی گئی ہیں۔ جہاز۔ ہوائی جہاز ریل گاڑیاں وغیرہ تیار کرنے کے لئے جو بھاری قسم کے پترے درکار ہوتے ہیں وہ اس کارخانے میں تیار کئے جائیں گے۔

ضلع وردھا کے دیہاتوں میں بجلی سپلائی کرنے کا منصوبہ بھی بنایا گیا ہے۔ دیہاتوں میں بجلی آنے کے بعد صنعتی ترقی کا مستقبل مزید روشن ہو سکے گا۔

صنعتی ترقی کے لئے امداد باہمی کے چند ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ جن میں بنکروں کی کوآپریٹیو سوسائٹیاں قابل ذکر ہیں۔ مذکورہ اداروں کو کھادی کمیشن کی جانب سے مالی امداد دی جاتی ہے۔ انڈین ہینڈ لوم بورڈ کی جانب سے بھی ان اداروں کو مالی امداد دی گئی ہے۔ تیل کے لئے امداد باہمی کے ادارے قائم کرنے کھادی کمیشن مالی امداد فراہم کرتا ہے۔ آج جنگل میں کام کرنے والا مزدور ٹھیکہ دار کے لئے کام کرتا ہے۔ اور دن بھر سخت محنت کرنے کے بعد بھی اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ لیکن ٹھیکہ داران مزدوروں کی محنت سے دن رات عیش کرتا ہے۔ چنانچہ اس خرابی کو دور کرنے کیلئے جنگل میں کام کرنے والے مزدوروں کے ادارے قائم کئے گئے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ کام کرنے والے مزدوروں ہی کو پورا نفع حاصل ہو۔

گھریلو صنعتوں میں عورتوں کی ترقی کے لئے بھی توجہ دی جارہی ہے۔ پاپڑ۔ اچار۔ سلائی اور بنائی کے کام عورتوں کے لئے مفید ہیں۔ نئے ہتھیاروں کے ذریعہ عمدہ قسم کی چیزوں کے بنانے کی تعلیم دینے کیلئے یہاں ۱۴۰ اسکول کھولے گئے ہیں۔

تیل کے کولھو۔ چرم سازی۔ دیا سلائی وغیرہ کے دھندوں کے لئے حکومت نے سرکاری مدد دے رکھی ہے۔ ضلع وردھا میں ایک کارخانے کو دس ہزار روپوں کا قرض حکومت کی جانب سے دیا گیا ہے۔ اسی طرح اور دوسرے کارخانوں کی مالی امداد کی درخواست پر بھی غور کیا جارہا ہے۔

دھولیہ شہر میں ایک کپڑے کی مل ہے۔ اسی طرح ضلع کے بعض مقامات پر موم پھلی کا تیل نکالنے والی ملیں اور کپاس کی جیننگ اور پریسنگ فیکٹریاں بھی ہیں۔ تیل کی ملوں کی تعداد ۲۹ ہے۔ جیننگ اور پریسنگ کارخانوں کی تعداد ۴۳ ہے۔ دھولیہ۔ نندوربار۔ شیرپور کے مقامات پر بیڑی بنانے کے کارخانے ہیں۔ شاہدہ اور ساکری کے تعلقوں میں گڑ کی پیداوار کے ۷۴ کارخانے ہیں۔

سنہ ۱۹۳۸ء میں فیکٹری ایکٹ کے تحت مندرجہ ذیل کارخانے رجسٹرڈ کئے گئے۔

کارخانے	تعداد	مزدوروں کی تعداد
کپڑے کی مل	۱	۲۰۰۰
تیل کے کارخانے	۲۹	۱۷۰۰
جیننگ اور پریسنگ فیکٹریاں	۴۴	۴۴۰۰
بیڑی کے کارخانے	۱۱	۹۰۰
موٹر کی مرمت کے کارخانے	۳	۱۷۱
چاول اور دال کی ملیں	۴	۱۰۰
گڑ کی پیداوار کے کارخانے	۷۱	۱۴۰۰
اسٹون کرشنگ فیکٹری	۳	۵۰
گوند کا کارخانہ	۱	۵۰
چمڑے کا کارخانہ	۱	۷۰
خضاب خانہ	۱	۱۰
پیٹرول پمپنگ اینڈ فلنگ	۱	۲۵

اس طرح کل ۱۶۴ کارخانے تھے۔ جن میں ۸۸۹۶ مزدور کام کر رہے تھے۔ لیکن اب مزید نئے کارخانے کھل گئے ہیں۔ اور مزدوروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ ضلع میں ۱۱۹ صنعتی کوآپریٹیو ادارے قائم ہوگئے ہیں۔ ہینڈلوم کی صنعت یہاں کافی ترقی کر رہی ہے۔ بنکروں کی ۴۱ کوآپریٹیو سوسائٹیاں قائم ہوگئی ہیں۔ جنگلات کے مزدوروں کی سوسائٹیوں کی تعداد ۵۴ سے زیادہ ہے۔ اور دھولیہ ہر قسم کی صنعت میں ترقی کر رہا ہے۔

اکولہ ضلع کے ۷۵ فیصد اشخاص زراعت پیشہ ہیں لیکن ۸۵ فیصد کاشتکاروں کے پاس ۲۵ ایکڑ سے بھی کم زمین ہے۔ لہٰذا اس ضلع میں زراعت کے علاوہ گھریلو قسم کی صنعتوں کی شدید ضرورت ہے۔ لیکن بنکروں کے علاوہ اور کوئی دوسرا پیشہ فی الحال عالم وجود میں نہیں ہے۔ چرم سازی، بڑھئی، لوہار، کمہار، تیلی اور اشیائے ضروری کی تجارت کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ بنکروں کی تعداد سارے ضلع میں پھیلی ہوئی ہے۔ آکوٹ۔ بالاپور اور واشیم کے مقامات پر بنکروں کی تعداد غالب ہے۔ بنکروں میں مومن اور کوشٹی قسم کے لوگ ہیں۔ اور بالاپور تعلقے میں مومنوں کی تعداد زیادہ ہے۔ آکوٹ اور بالاپور کی دریاں مشہور ہیں۔ یہ عام بنکر مل کا سوت استعمال کرتے ہیں۔ لیکن مل کے کپڑے کی وجہ سے بنکروں کی مالی حالت خراب ہوتی جارہی ہے۔ کوشٹی لوگ ساڑیاں بنتے ہیں اور مومن لوگ لنگیاں وغیرہ بنتے ہیں۔ لیکن سوت نایاب ہوتا جارہا ہے۔ لہٰذا اکثر بنکروں نے اپنا پیشہ چھوڑ کر دوسرا کام کرنا شروع کیا ہے۔ گھریلو قسم کی صنعتوں کو فروغ دینے کے لئے حکومت نے کاریگروں کو مشورہ دیا کہ وہ امداد باہمی کی انجمنیں قائم کریں۔ چنانچہ ۳۰ جون سنہ ۱۹۶۰ء تک اس ضلع میں ۲۰ سوسائٹیاں قائم ہوگئی تھیں۔

پیشہ	کوآپریٹیو سوسائٹیاں
بنائی کا پیشہ	۷
کھادی امبر چرخہ	۲
تیل کے کولھو	۳
بید اور بانس کی صنعت	۲

چرم سازی	۸
ظروف سازی	۱
لوہار اور سنار	۴
کمہار اور اینٹ سازی	۹
تیسرا	۲

حکومت نے ان تمام کو آپریٹیو سوسائٹیوں کو مالی امداد کے طور پر مختلف قرضے بھی دیئے ہیں۔ بنکروں کے اداروں میں بالاپور کے مقام پر مومن دیورس کو آپریٹیو سوسائٹی اور واشیم کے مقام پر کوآپریٹیو صنعتی بنکروں کا بورڈ۔ یہ دونوں ادارے قدیم ہیں اور انھوں نے کافی ترقی کی ہے ان اداروں کے کارخانوں میں جو مال تیار ہوتا ہے۔ گجرات راجستھان۔ کاٹھیاواڑ اور مدھیہ پردیش کے مقامات پر اس مال کی مانگ بہت زیادہ ہے۔

ناسک۔ یہاں عوام کی اکثریت کا پیشہ کھیتی باڑی ہے۔ ۸۰ فیصد لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ بقیہ لوگ مزدور کاشتکار تاجر۔ ملازم اور چھوٹے پیمانوں کی صنعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس ضلع کا دوسرا اہم پیشہ بنکروں کا ہے۔ بنکروں کی آبادی مالیگاؤں، الولہ، سنر اور ناسک کے مقامات پر ہے۔ الولہ ایک عرصہ سے بنکروں کی صنعت کے لئے مشہور ہے۔ ضلع ناسک میں کل ۱۸۲ صنعتی امداد باہمی کے ادارے ہیں۔ ناسک اور اوجھر کے مقامات پر کچھ لوگ ظروف سازی کی صنعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ تانبہ اور پیتل کے برتن تیار کئے جاتے ہیں۔ کپاس کی جننگ اور پریسنگ کی ملیں سٹانے۔ مالیگاؤں اور ناندگاؤں کے مقامات پر ہیں۔ شکر کے کارخانے راول گاؤں اور دابھاڑی کے مقام پر ہیں۔ دابھاڑی میں شکر کا کارخانہ امداد باہمی کے اصولوں پر قائم کیا گیا ہے۔ عنقریب نفاذ کے مقام پر بھی شکر کا ایک اور کارخانہ کھولا جائیگا۔ بیڑی بنانے کے کارخانے ناسک سنر اگت پوری گھوٹی کے مقامات پر ہیں۔ ناسک ہندوؤں کا ایک مقدس مقام مانا جاتا ہے۔ ناسک کے انگور اور پھل بھی مشہور ہیں۔

اس ضلع میں گھریلو صنعت کے طور پر ہینڈلوم کی صنعت نے کافی ترقی کی ہے۔ یہاں ۹ ہزار ۵۵۳ ہینڈلوم ہیں۔ جن پر سوتی کپڑا بنا جاتا ہے۔ ناسک کا بنکر ۲۰ نمبر کے سوت سے لیکر ۸۰ نمبر کے سوت تک تمام کپڑا بن لیتا ہے۔ سوت کی رنگائی کا کام بھی یہاں ہوتا ہے۔ پاور لوم کے کپڑوں کی مانگ چونکہ زیادہ ہے۔ لہٰذا ہینڈلوم کے کاریگروں کو مال کے معاملے میں سخت مقابلہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ۴ ہزار ۴۸۸ بنکروں کی مدد سے بنکروں کی ۳۰ سوسائٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ ہینڈلوم کی صنعت تیزی کے ساتھ پاور لوم کی صنعت بنتی جارہی ہے۔ اور ان صنعتوں کا مرکز مالیگاؤں بنتا جارہا ہے۔ اس ضلع میں دوسری اہم صنعت چرم سازی اور چمڑے کی چیزیں تیار کرنا ہے۔ یہ تجارت کرنے والے چمڑے کی ۱۴ سوسائٹیاں ضلع کے مختلف مقامات پر قائم ہیں۔ اون کی بنائی کا کام کرنے والی ۹ سوسائٹیاں بھی ہیں جنگلات میں کام کرنے والے مزدوروں کی ۲۸ سوسائٹیاں قائم ہیں۔ جو ادیباسیوں کو روزگار فراہم کرنے کے معاملے میں نمایاں خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ان پیشوں کے ..... علاوہ اور بھی مختلف قسم کی چھوٹے پیمانے کی صنعتیں فروغ پارہی ہیں۔ مثلاً بانس کا کام۔ کمہاروں کا کام۔ رسی بننے کا کام۔ بڑھئی، لوہار، بیکری، بیڑی درزی وغیرہ کے پیشے ہوتے ہیں۔

صنعت سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں نے ممبئی آگرہ روڈ پر صنعتی آبادی قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ امداد باہمی کے اصول پر اس آبادی کی اسکیم کا دارومدار ہے لہٰذا ایک ایک لاکھ کے قریب سرمایہ حصص کی شکل میں جمع ہو چکا ہے اور اس طرح یہ صنعتی آبادی کی سوسائٹی رجسٹرڈ بھی ہوگئی ہے اس قسم کی صنعتی آبادی مالیگاؤں کے مقام پر آباد کرنے کی کوشش جاری ہے۔ ناسک اور دیولالی کے مقامات پر بجلی کی سپلائی کی مانگ کے مطابق پوری کی تو مندرجہ ذیل صنعتیں فروغ پاسکتی ہیں۔

ریاست مہاراشٹر میں جو نئے کارخانے کھلے ہیں اور ان کارخانوں میں جو چھوٹے موٹے پرزے بنائے جارہے ہیں۔ ان کے پیش نظر سائیکل کے پہیوں میں استعمال ہونے والے اسپوکس اور نیپلس تیار کرنے کا کارخانہ اس علاقہ میں قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس قسم کے کارخانے میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپوں کی مشنری درکار ہوگی۔ اگر یہ کارخانہ

گئے ہیں۔ ضلع میں ماہی گیروں نے امداد باہمی کے ۱۴ جوڑہ ادارے قائم کئے ہیں۔ سندھودرگ کے ماہی گیروں کی سوسائٹی کی معرفت برف کا ایک کارخانہ بھی کھولا گیا ہے۔

ضلع رتناگیری میں ناریل کے کافی درخت ہیں دینگورلا کے مقام پر رسی بٹنے کا ایک کارخانہ بھی کھولا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دینگورلا کے مقام پر کاجو کے تین کارخانے بھی ہیں۔ یہاں سے کاجو امریکہ بھیجا جاتا ہے۔ ناریل کے خول سے تیل نکالا جاتا ہے اگر اس مسئلے پر توجہ دی گئی تو حکومت مہاراشٹر اس کی تجارت سے ذریعہ غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کر سکتی ہے۔

پربھنی:۔ اس ضلع میں چھوٹے پیمانوں کی صنعتوں اور اپنے ہاتھوں کے ذریعہ کاریگری کا فن دکھانے والوں کی رہنمائی اور مدد کے لئے یہاں ڈسٹرکٹ افسر فور کاٹیج انڈسٹریز کا دفتر کھولا گیا ہے۔ چھوٹے پیمانے پر ذاتی طریقے سے تنہا کاروبار کرنے کی نسبت بعض کاریگروں کا ایک جگہ جمع ہو کر کام کرنے سے اس صنعت کو استقلال حاصل ہوتا ہے اور مزید جدید طرز کی مشنری اور امداد حاصل کی جا سکتی ہے اس نقطہ نظر سے ایک ہی صنعت میں کام کرنے والے کاریگر اور فنکار امداد باہمی کے اصولوں پر ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ اس قسم کے امداد باہمی کے اداروں کی تعداد ۶۹ ہے۔ حکومت کے گھریلو صنعتوں کے شعبہ جات سے ان اداروں کو سرمایہ، ہتھیار اور اوزار خریدنے کے لئے شیڈس گودام تعمیر کرانے کیلئے اور اسی طرح دوسرے کاموں کے لئے ضروری سامان اور مشنری کے لئے اقتصادی امداد اور قرضہ دے کر ٹیکنیکل رہنمائی بھی کی جاتی ہے۔ یہاں بنکروں کی تجارت کافی ترقی پر ہے یہاں بنکروں کے امداد باہمی کے اداروں کو حکومت نے ۵۹۵۰۰ روپیہ قرض دیا ہے۔

اس ضلع کا بعض حصہ جنگل سے ڈھکا ہوا ہے لہٰذا جنگلات میں کام آنے والے مزدوروں نے بھی امداد باہمی کے ادارے قائم کئے ہیں۔ مزدوروں کے ٹھیکہ داروں کے سات ادارے قائم ہیں

ضلع کی ۶۹ امداد باہمی کے اداروں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

بنکروں کے امداد باہمی کے ادارے	۵
اون کے بنکروں کے امداد باہمی کے ادارے	۴
چمڑا اور چرم سازی کی صنعت	۱۱
تیل کے امداد باہمی کے ادارے لمیٹڈ	۱۰
اینٹ اور چونے کے ادارے	۱۰
مزدوروں کے ٹھیکہ داروں کے ادارے	۷
بڑھئی کے امداد باہمی کے ادارے	۵
کمہاروں کے امداد باہمی کے ادارے	۳
رسی اور پٹ سن کے پودے کی پیداوار کے ادارے	۳
نیرا کی پیداوار کے ادارے	۲
کھادی کی دیہی صنعتوں کا ادارہ	۱
دھات کا صنعتی ادارہ	۱
جنگلات کے مزدوروں کا ادارہ	۱
بانس کے مزدوروں کا ادارہ	۱
دیگر صنعتی ادارہ	۱
خواتین کی انجمن کا ادارہ	۱
صابن کی پیداوار کا ادارہ	۱
ٹوکریاں تیار کرنے والا ادارہ	۱
نان ایڈیبل آئیل کا ادارہ	۱
ضلع کی صنعتوں کا ادارہ	۱

ہینڈلوم پر بنے ہوئے کپڑوں کی چھپائی کے لئے اور رنگریزی کے لئے بسمت کے مقام پر ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ جسے ۶۵۶۰ روپے قرض دیا گیا ہے اس رقم میں سے ۴۵۶۰ روپیہ بطور عطیہ اور بقیہ دو ہزار روپے سرمایہ کے لئے بطور قرض دیئے گئے ہیں۔

دوسرے پنجسالہ پلان کے آغاز میں ضلع کے مختلف مقامات پر چار ہزار ہینڈلوم تھے اور بنکروں کی صرف تین سوسائٹیاں کام کر رہی تھیں۔ ان سوسائٹیوں کے ممبروں کی تعداد دو ہزار ۹۰۰ تھی۔ مانوت کے مقام

پر بنکروں کی سوسائٹی کو حکومت نے کافی قرضہ دیا ہے۔

اس ضلع میں اون کی تجارت بھی ایک اہم پیشہ ہے۔ بھیڑوں کے جسم سے اون کترنا۔ صاف کرنا اور بننا۔ اور اون کو دھاگے کی طرح بٹنا۔ یہ سارے کام ہاتھوں ہی سے کئے جاتے ہیں۔ اور یہ کام کرنے کا طریقہ بھی کچھ صاف ستھرا نہیں ہے۔ اسی لئے دوسرے پنجسالہ پلان کے زمانے میں فریم لومس کا استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ چنانچہ دوسرے پنجسالہ پلان تک مزید ١٢٠ ہینڈ لوم کا اضافہ کیا گیا۔

چمڑے کی صنعت پسماندہ طبقہ کے ہاتھوں میں ہے۔ ان کے پاس ترقی کے لئے سرمایہ نہیں چنانچہ ان لوگوں کو مالی امداد اور ہتھیار فراہم کئے گئے ہیں۔ دیو تھانہ کے مقام پر چرم سازی کی صنعت کے ٢ اسکیل قائم کئے گئے ہیں۔

ان صنعتوں کو فروغ دینے کے لئے حکومت نے امداد باہمی کے اصولوں پر ایک بنک بھی قائم کیا گیا ہے۔ اس بنک کو ایک لاکھ ١٠ ہزار روپوں کا سرمایہ دیا گیا ہے۔ چرم سازی کی صنعت کے لئے ١ ہزار ٤٠٠ روپے دیہی تیل کی صنعتوں کے لئے ٥٨ ہزار ١٥١ روپے اور کمہاروں کی صنعت کے لئے ٨ ہزار ٥٠٠ روپے۔ بنک کے تحفظ میں جو رقم ہے اسمیں سے ٤٣ صنعتی اداروں کو ٨٣ ہزار ٥٨٧ روپے تقسیم کئے گئے ہیں۔ شراب بندی سے بیکار ہونے والے اشخاص کو روزگار فراہم کرنے کی غرض سے نیرا کی پیداوار کا دھندا ہاتھ میں لے کر نیرا کے مرکز قائم کرنے کے لئے کھادی بورڈ کی جانب سے ٢ ہزار روپوں کی رقم دی گئی تھی۔

اسی طرح سٹیٹرس گودام۔ تیل کے کولھو بیل چرخہ وغیرہ کے لئے کل ٦ ہزار روپے خرچ کئے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ ضلع پرکھنی میں ذاتی طور پر اور دوسرے قسم کے کارخانے بھی قائم کئے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے ضلع کی صنعتی ترقی کی امید وابستہ ہے۔

وردھا۔ حکومت نے صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے مختلف قسم کی اسکیموں کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا ہے۔ گھریلو قسم کی چھوٹی صنعتوں کے علاوہ بڑے پیمانے کی صنعتوں کو بھی فروغ دیا جا رہا ہے۔ چونکہ ضلع وردھا چھوٹا ہے۔ لہذا صنعتی امداد باہمی کے اصولوں کو یہاں ابھی حال ہی میں لاگو کیا گیا ہے۔

وردھا اور پول گاؤں کے مقامات پر صنعتی آبادی قائم کی جائے گی۔ جہاں فی الحال ٦ نئے کارخانے کھولے جائیں گے۔ سیاسی لحاظ سے وردھا ہمیشہ آگے رہا لیکن صنعتی اعتبار سے اس کی ترقی نہ ہو سکی۔ حکومت ہند نے یہاں ہیوی پلیٹس کے کارخانے کی منظوری دیدی ہے جس کی وجہ سے وردھا مستقبل قریب میں صنعتی ترقی کر سکے گا۔ اس کارخانے پر حکومت ہند ٢٠ تا ٢٥ کروڑ روپیہ خرچ کرے گی۔ ضلع کے کئی لوگوں کو کام ملیگا۔ اس کے لئے حکومت ہند ٢ ہزار ایکڑ زمین قبضہ میں لے رہی ہے۔ کارخانہ قائم کرنے کیلئے برطانوی فنی ماہرین کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔ جہاز۔ ہوائی جہاز ریل گاڑیاں وغیرہ تیار کرنے کے لئے جو بھاری قسم کے پترے درکار ہوتے ہیں وہ اس کارخانے میں تیار کئے جائیں گے ضلع وردھا کے دیہاتوں میں بجلی سپلائی کرنے کا منصوبہ بھی بنایا گیا ہے۔ دیہاتوں میں بجلی آنے کے بعد صنعتی ترقی کا مستقبل مزید روشن ہو سکے گا۔

صنعتی ترقی کے لئے امداد باہمی کے چند ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ جن میں بنکروں کی کوآپریٹیو سوسائٹیاں قابل ذکر ہیں۔ مذکورہ اداروں کو کھادی کمیشن کی جانب سے مالی امداد دی جاتی ہے۔ انڈین ہینڈ لوم بورڈ کی جانب سے بھی ان اداروں کو مالی امداد دی گئی ہے۔ تیل کے لئے امداد باہمی کے ادارے قائم کرنے کھادی کمیشن مالی امداد فراہم کرتا ہے۔ آج جنگل میں کام کرنے والا مزدور ٹھیکہ دار کے لئے کام کرتا ہے۔ اور دن بھر سخت محنت کرنے کے بعد بھی اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ لیکن ٹھیکہ داران مزدوروں کی محنت سے دن رات عیش کرتا ہے۔ چنانچہ اس خرابی کو دور کرنے کیلئے جنگل میں کام کرنے والے مزدوروں کے ادارے قائم کئے گئے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ کام کرنے والے مزدوروں ہی کو پورا نفع حاصل ہو۔

گھریلو صنعتوں میں عورتوں کی ترقی کے لئے بھی توجہ دی جارہی ہے ۔ پاپڑ ۔ اچار ۔ سلائی اور بنائی کے کام عورتوں کے لئے مفید ہیں ۔ نئے ہتھیاروں کے ذریعہ عمدہ قسم کی چیزوں کے بنانے کی تعلیم دینے کیلئے یہاں ۱۴۰ اسکول کھولے گئے ہیں ۔

تیل کے کولھو ۔ چرم سازی ۔ دیا سلائی وغیرہ کے دھندوں کے لئے حکومت نے سرکاری مدد دے رکھی ہے ۔ ضلع وردھا میں ایک کارخانے کو دس ہزار روپوں کا قرض حکومت کی جانب سے دیا گیا ہے ۔ اسی طرح اور دوسرے کارخانوں کی مالی امداد کی درخواست پر بھی غور کیا جا رہا ہے

دھولیہ شہر میں ایک کپڑے کی مل ہے ۔ اسی طرح ضلع کے بعض مقامات پر مونگ پھلی کا تیل نکالنے والی ملیں اور کپاس کی جننگ اور پریسنگ فیکٹریاں بھی ہیں ۔ تیل کی ملوں کی تعداد ۲۹ ہے ۔ جننگ اور پریسنگ کارخانوں کی تعداد ۴۳ ہے ۔ دھولیہ ۔ نندوربار شیرپور کے مقامات پر بیڑی بنانے کے کارخانے ہیں ۔ مشاہدہ اور ساکری کے تعلقوں میں گڑ کی پیداوار کے ۷۴ کارخانے ہیں ۔

سنہ ۱۹۴۸ء میں فیکٹری ایکٹ کے تحت مندرجہ ذیل کارخانے رجسٹرڈ کئے گئے ۔

کارخانے	تعداد	مزدوروں کی تعداد
کپڑے کی مل	۱	۲۰۰۰
تیل کے کارخانے	۲۹	۱۷۰۰
جننگ اور پریسنگ فیکٹریاں	۴۴	۲۴۰۰
بیڑی کے کارخانے	۱۱	۹۰۰
موٹر کی مرمت کے کارخانے	۳	۱۷۱
چاول اور دال کی ملیں	۲	۱۰۰
گڑ کی پیداوار کے کارخانے	۷۱	۱۴۰۰
اسٹون کرشنگ فیکٹری	۳	۵۰
گوند کا کارخانہ	۱	۵۰
چمڑے کا کارخانہ	۱	۷۰
چھاپہ خانہ	۱	۱۰
پیٹرول پمپنگ اینڈ فلنگ	۱	۲۵

اس طرح کل ۱۶۴ کارخانے تھے ۔ جن میں ۸۸۹۶ مزدور کام کر رہے تھے ۔ لیکن اب مزید نئے کارخانے کھل گئے ہیں ۔ اور مزدوروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگیا ہے ضلع میں ۱۱۹ صنعتی کوآپریٹو ادارے قائم ہوگئے ہیں ۔ ہینڈ لوم کی صنعت یہاں کافی ترقی کر رہی ہے ۔ بنکروں کی ۱۴ کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم ہوگئی ہیں ۔ جنگلات کے مزدوروں کی سوسائٹیوں کی تعداد ۵۴ سے زیادہ ہے ۔ اور دھولیہ ہر قسم کی صنعت میں ترقی کر رہا ہے ۔

آکولہ ضلع کے ۷۵ فیصد اشخاص زراعت پیشہ ہیں لیکن ۸۵ فیصد کاشتکاروں کے پاس ۲۵ ایکڑ سے بھی کم زمین ہے ۔ لہٰذا اس ضلع میں زراعت کے علاوہ گھریلو قسم کی صنعتوں کی شدید ضرورت ہے ۔ لیکن بنکروں کے علاوہ اور کوئی دوسرا پیشہ فی الحال عالم وجود میں نہیں ہے ۔ چرم سازی ، بڑھئی ، لوہار ، کمہار ، تیلی اور اشیائے ضرورت کی تجارت کرنے والے لوگ موجود ہیں ۔ بنکروں کی تعداد سارے ضلع میں پھیلی ہوئی ہے ۔ آکوٹ بالاپور اور واشم کے مقامات پر بنکروں کی تعداد غالب ہے ۔ بنکروں میں مومن اور کوشٹی قسم کے لوگ ہیں ۔ اور بالاپور تعلقے میں مومنوں کی تعداد زیادہ ہے ۔ آکوٹ اور بالاپور کی دریاں مشہور ہیں ۔ یہ عام بنکر مل کا سوت استعمال کرتے ہیں ۔ لیکن مل کے کپڑے کی وجہ سے بنکروں کی مالی حالت خراب ہوتی جا رہی ہے ۔ کوشٹی لوگ ساڑیاں بنتے ہیں اور مومن لوگ لنگیاں وغیرہ بنتے ہیں ۔ لیکن سوت نایاب ہوتا جا رہا ہے ۔ لہٰذا کئی بنکروں نے اپنا پیشہ چھوڑ کر دوسرا کام کرنا شروع کیا ہے ۔ گھریلو قسم کی صنعتوں کو فروغ دینے کے لئے حکومت نے کاریگروں کو مشورہ دیا کہ وہ امداد باہمی کی انجمنیں قائم کریں چنانچہ ۳۰ جون ۱۹۶۰ء تک اس ضلع میں ۴۰ [illegible] قائم ہوگئی تھیں ۔

پیشہ	کوآپریٹو سوسائٹیاں
بنائی کا پیشہ	۷
کھادی امبر چرخہ	۲
تیل کے کولھو	۳
بید اور بانس کی صنعت	۲

چرم سازی	۸
ظروف سازی	۱
لوہار اور سنار	۴
کمہار اور اینٹ سازی	۵
نیرا	۲

حکومت نے ان تمام کوآپریٹیو سوسائٹیوں کو مالی امداد کے طور پر مختلف قرضے بھی دیئے ہیں۔ بنکروں کے اداروں میں بالاپور کے مقام پر موہن دیورس کوآپریٹیو سوسائٹی اور واشیم کے مقام پر کوآپریٹیو صنعتی بنکروں کا بورڈ۔ یہ دونوں ادارے قدیم ہیں اور انھوں نے کافی ترقی کی ہے ان اداروں کے کارخانوں میں جو مال تیار ہوتا ہے۔ گجرات راجستھان۔ کاٹھیاواڑ اور مدھیہ پردیش کے مقامات پر اس مال کی مانگ بہت زیادہ ہے۔

ناسک۔ یہاں عوام کی اکثریت کا پیشہ کھیتی باڑی ہے۔ ۸۰ فیصد لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ بقیہ لوگ، مزدور کاشتکار تاجر، ملازم اور چھوٹے پیمانوں کی صنعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس ضلع کا دوسرا اہم پیشہ بنکروں کا ہے۔ بنکروں کی آبادی مالیگاؤں، ایولہ، سنر اور ناسک کے مقامات پر ہے۔ ایولہ ایک عرصہ سے بنکروں کی صنعت کے لئے مشہور ہے۔ ضلع ناسک میں کل ۱۸۲ صنعتی امداد باہمی کے ادارے ہیں۔ ناسک اور اوجھر کے مقامات پر کچھ لوگ ظروف سازی کی صنعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ تانبہ اور پیتل کے برتن تیار کئے جاتے ہیں۔ کپاس کی جننگ اور پریسنگ کی ملیں ستانے۔ مالیگاؤں اور نانڈگاؤں کے مقامات پر ہیں۔ شکر کے کارخانے راول گاؤں اور دابھاڑی کے مقام پر ہیں۔ دابھاڑی میں شکر کا کارخانہ امداد باہمی کے اصولوں پر قائم کیا گیا ہے۔ عنقریب نفاذ کے مقام پر بھی شکر کا ایک اور کارخانہ کھولا جائیگا۔ بیڑی بنانے کے کارخانے ناسک سنر اگت پوری گھوٹی کے مقامات پر ہیں۔ ناسک ہندؤں کا ایک مقدس مقام مانا جاتا ہے۔ ناسک کے انگور اور پھل بھی مشہور ہیں۔

اس ضلع میں گھریلو صنعت کے طور پر ہینڈلوم کی صنعت نے کافی ترقی کی ہے۔ یہاں ۹ ہزار ۵۵۳ ہینڈلوم ہیں۔ جن پر سوتی کپڑا بنا جاتا ہے۔ ناسک کا بنکر ۲۰ نمبر کے سوت سے لیکر ۸۰ نمبر کے سوت تک تمام کپڑا بن لیتا ہے۔ سوت کی رنگائی کا کام بھی یہاں ہوتا ہے۔ پاورلوم کے کپڑوں کی مانگ چونکہ زیادہ ہے۔ لہٰذا ہینڈلوم کے کاریگروں کو مال کے معاملے میں سخت مقابلہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ۴ ہزار ۴۸۸ بنکروں کی مدد سے بنکروں کی ۴۰ سوسائٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ ہینڈلوم کی صنعت تیزی کے ساتھ پاورلوم کی صنعت بنتی جا رہی ہے۔ اور ان صنعتوں کا مرکز مالیگاؤں بنتا جا رہا ہے۔ اس ضلع میں دوسری اہم صنعت چرم سازی اور چمڑے کی چیزیں تیار کرنا ہے۔ یہ تجارت کرنے والی چمڑے کی ۱۴ سوسائٹیاں ضلع کے مختلف مقامات پر قائم ہیں۔ اون کی بنائی کا کام کرنے والی ۹ سوسائٹیاں بھی ہیں۔ جنگلات میں کام کرنے والے مزدوروں کی ۲۸ سوسائٹیاں قائم ہیں۔ جو ادیباسیوں کو روزگار فراہم کرنے کے معاملے میں نمایاں خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ان پیشوں کے.... علاوہ اور بھی مختلف قسم کی چھوٹے پیمانے کی صنعتیں فروغ پا رہی ہیں۔ مثلاً بانس کا کام۔ کمہاروں کا کام۔ رسی بننے کا کام۔ بڑھئی، لوہار، بیکری، بیڑی درزی وغیرہ کے پیشے ہوتے ہیں۔

صنعت سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں نے بمبئی آگرہ روڈ پر صنعتی آبادی قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ امداد باہمی کے اصول پر اس آبادی کی اسکیم کا دارومدار ہے لہٰذا ایک ایک لاکھ کے قریب سرمایہ حصص کی شکل میں جمع ہو چکا ہے اور اس طرح یہ صنعتی آبادی کی سوسائٹی رجسٹرڈ بھی ہو گئی ہے اس قسم کی صنعتی آبادی مالیگاؤں کے مقام پر آباد کرنے کی کوشش جاری ہے۔ ناسک اور دیولالی کے مقامات پر بجلی کی سپلائی کی مانگ کے مطابق پوری کی تو مندرجہ ذیل صنعتیں فروغ پا سکتی ہیں۔

ریاست مہاراشٹر میں جو نئے کارخانے کھلے ہیں اور ان کارخانوں میں جو چھوٹے موٹے پرزے بنائے جا رہے ہیں۔ ان کے پیش نظر سائیکل کے پہیوں میں استعمال ہونے والے اسپوکس اور نیپلس تیار کرنے کا کارخانہ اس علاقہ میں قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے کارخانے میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپوں کی مشنری درکار ہوگی۔ اگر یہ کارخانہ

قائم ہوا تو اس میں ماہانہ ۲۰ ہزار گروس اسپونکس تیار ہوں گے۔ مشینوں کے ہتھیار بنانے کا کارخانہ بھی یہیں قائم ہونے والا ہے۔ اس صنعت میں دو تا ڈھائی لاکھ روپے کا سرمایہ لگایا جارہا ہے۔

ڈیزل انجنوں کے پرزوں کا کارخانہ بھی قائم کیا جائیگا۔ ناسک، دیولالی یا دھولیہ وغیرہ کے مقام پر اس قسم کا کارخانہ قائم ہونے کے بعد کافی منفعت بخش کاروبار ہو سکتا ہے۔

تھانہ موجودہ دور میں مہاراشٹر تجارت اور صنعت و حرفت میں کافی ترقی کرتا جا رہا ہے ضلع تھانہ بھی اس معاملے میں ترقی کی منزل کی طرف گامزن ہے۔ بمبئی سے ضلع تھانہ بہت قریب ہے۔ لہذا تھانہ، کلیان اور امبرناتھ کے مقامات پر نئے نئے کارخانے قائم ہو رہے ہیں۔ ضلع تھانہ میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی تعداد ۳۵۰ ہے اور ان کارخانوں میں کام کرنے والوں کی تعداد ۴۲ ہزار ہے۔ گرم اور سوتی کپڑا، بلیڈس بجلی کے سامان، کاغذ، گتہ، لوہے کا سامان، کیمیادی اشیاء صابن، موٹر کے پرزے، لکڑی کا سامان، گھڑیاں، کیل کانٹے، لکڑی کے کھلونے، ادویات، ہینڈلوم، ماچس ریڈیو، فاونٹن پین، بسکٹ وغیرہ کے کارخانے قائم ہو چکے ہیں۔ کانچ کی چوڑیوں کے بھی کارخانے قائم ہو گئے ہیں۔

اہم کارخانوں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

دھرسی مرار جی کیمیکل کمپنی لمیٹڈ امبرناتھ —— کیمیادی چیزیں
پیپر پراڈکٹس لمیٹڈ —— کاغذ
دیمکو فیکٹری امبرناتھ —— ماچس
کلر کیم لمیٹڈ تھانہ —— رنگ
جیامابلیڈس لمیٹڈ تھانہ —— بلیڈس
سواستک میٹل ورکس تھانہ —— دھات کی چیزیں، لکڑی کے کھلونے
ویسٹرن انڈیا واچ کمپنی امبرناتھ —— گھڑیاں
فائن ووولن ملس لمیٹڈ تھانہ —— گرم اور سوتی کپڑے
کمیل ووولن ملس لمیٹڈ تھانہ —— گرم کپڑا
وائر نیٹنگ فیکٹری لمیٹڈ تھانہ —— تار، اور جال
ریڈ نو پین پراڈکٹس بمبئی —— فاونٹن پین
بھیر تنج انڈسٹریل ورکس ڈہانو روڈ —— مشین
دیکو ریڈیو لمیٹڈ۔ الہاس نگر —— ریڈیو
ہنس اسٹیل انڈسٹریز تھانہ —— مشین
ناردرن انڈیا اسٹیل انڈسٹریز تھانہ —— لوہے کا سامان
کیمزل انڈسٹریز بھاتندر —— پلاسٹک کی چیزیں
سواستک آپٹیکل انڈسٹریز —— عینک کا سامان
اجنتا کوپراٹس ورکس —— بجلی کا سامان
آٹوزیم سیمیرس ڈہانو روڈ —— موٹروں کے پرزے
کیسٹر ملس لمیٹڈ تھانہ —— گرم اور سوتی کپڑے
اجنتا سلک ملس لمیٹڈ بھیونڈی —— سلک وغیرہ۔

بھیونڈی میں ہینڈلوم کے متعدد کارخانے قائم ہیں۔ ۲ ہزار ۸۵۲ لوم ہیں۔ اور ان چھوٹے بڑے کارخانوں کی تعداد ۲۰۶ ہے۔ کلیان میں اینٹوں کی بھٹیاں ہیں۔ سات پائی کے مقام پر ماہی گیروں کی کشتیاں بنانے اور ان کی مرمت کے کارخانے ہیں۔

ان بڑے بڑے کارخانوں کے علاوہ چھوٹے موٹے قسم کی صنعتیں بھی ترقی کر رہی ہیں۔ دودھ کا دھندا ماہی گیروں کا دھندا۔ نمک کا کاروبار وغیرہ بھی ترقی پر ہے۔ ابھی تھانہ میں مزید نئے کارخانے کھولے جائیں گے۔

اورنگ آباد:- مرہٹواڑہ کے اور دوسرے اضلاع کی طرح اورنگ آباد کا ضلع صنعتی لحاظ سے پسماندہ ہے۔ بجلی کی طاقت کی کمی۔ اور ذرائع آمد و رفت کی قلت کے باعث اورنگ آباد ترقی نہ کر سکا۔ البتہ ۲۷۱ پاور لومس کی ایک مل۔ ریشم کی دو بڑی فیکٹریاں ایک شکر کا کارخانہ اور ایک فلور مل کے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں ہے۔ سنہ ۱۹۷۳ء میں فیکٹری ایکٹ کے تحت ۱۱۲ فیکٹریاں درج رجسٹر کی گئی ہیں۔ جن میں کل ۸ ہزار ۴۲۴ مزدور کام کرتے ہیں۔ دس سال پہلے مزدوروں کی تعداد صرف ۳ ہزار تھی۔ اور یہاں ۸۵ فیکٹریاں تھیں۔

دوسرے پنجسالہ پلان کے دوران اورنگ آباد کی ترقی پر توجہ دی گئی ہے۔ اب ضلع میں کل ۱۷ بینک ہیں۔ حکومت مہاراشٹر نے دیہی علاقوں کی ترقی کیلئے

جو اسکیمیں بنائی ہیں ان کی وجہ سے مرہٹواڑہ میں اورنگ آباد کے ضلع میں خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔ چنانچہ آج ۱۶۷ سوسائٹیوں کے ذریعہ ۴ ہزار ۵۰۰ کاریگر مل جل کر کام کر رہے ہیں۔ بنکروں کی صنعت کو یہاں نمایاں مقام حاصل ہے۔ ریشم اور زر کی بنائی میں اورنگ آباد کے کاریگر مشہور ہیں بدقسمتی سے ابتک تمام مرہٹواڑہ بجلی کی طاقت سے محروم رہا ہے۔ مانگ کے مطابق بجلی کی سپلائی نہ ہونے کے باعث صنعتی ترقی نہ کرسکا۔ اب چونکہ بجلی کی طاقت میسر آگئی ہے لہٰذا اورنگ آباد کا مستقبل شاندار نظر آرہا ہے۔

پہلی پنچسالہ اسکیم کا تو خیر اس ضلع کے لوگوں پر کوئی اثر نہ پڑسکا البتہ دوسری پنچسالہ اسکیم نے ان لوگوں کے دلوں میں امید کی ایک کرن پیدا کردی۔ حکومت نے ٹیکنیکل تعلیم کی سہولت فراہم کردی ہے جالنہ، اورنگ آباد، پیٹھن اور ویجاپور کے مقامات پر صنعتی آبادی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ماسٹر پلان کے مطابق یہاں بڑی بڑی صنعتوں کے کارخانے قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

بھنڈارہ:- یہاں ظروف سازی کا کام ترقی پر ہے اسکے علاوہ دھان کوٹنے کی ملیں۔ تمسر، بھنڈارہ، اڈیال، ورٹھی، سیہورا اور بیڑی کے کارخانے بھنڈارہ، تمسر، موہاڑی، پونی ورٹھی، سیہورا کے مقامات پر ہیں۔ ہینڈلوم کی صنعت بھی ترقی پر ہے۔ گوندیا کے مقام پر کانچ اور لاکھ کو صاف کرنے کا کارخانہ ہے۔ یہاں جنگلات میں کافی مقدار میں لاکھ برآمد ہوتی ہے۔

ظروف سازی کے متعدد کارخانے ہیں جن میں لکشمی میٹل ورکس، پارس میٹل ورکس، نروان میٹل ورکس کے کارخانے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی چھوٹے موٹے کارخانے بھی ہیں۔ ان کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی تعداد دس ہزار سے زائد ہے۔ ۵۰ سے زائد پیتل کے دوکانوں کی تعداد ہے۔ بھنڈارہ میں بجلی کی سپلائی کافی ہے۔ حکومت ہند یہاں ایک آرڈیننس فیکٹری قائم کررہی ہے۔ بھنڈارہ چونکہ معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے۔ لہٰذا مستقبل قریب میں زبردست صنعتی ترقی کے امکانات نظر آرہے ہیں مینگنیز کی متعدد کانیں ہیں۔ عمدہ قسم کا مینگنیز ان کارخانوں میں پیدا ہوتا ہے جس کی مانگ ساری دنیا میں ہے۔

بھنڈارہ میں بیڑی کے چھوٹے چھوٹے ڈیڑھ سو کارخانے ہیں۔ جن میں دو کارخانے کافی بڑے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ چھوٹا بھائی جیٹھا بھائی، پٹیل اینڈ کمپنی، موہن لال ہرگووند داس، بیڑی فیکٹری ان کارخانوں میں ۴ ہزار مزدور کام کرتے ہیں۔ اور ڈیڑھ سو چھوٹے کارخانوں میں ایک لاکھ ۳۰ ہزار مزدور کام کرتے ہیں۔ دو بڑے کارخانوں میں روزانہ ۳ کروڑ بیڑیاں تیار ہوتی ہیں۔

ضلع کی صنعتی ترقی کے لئے امداد باہمی کی انجمنیں بھی قائم کی گئی ہیں۔ دیہی صنعتوں کی ترقی کے لئے بھی خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔

عثمان آباد:- ضلع کے دیہی علاقوں کی ترقی کے لئے مختلف قسم کی اسکیموں کو عملی جامہ پہنایا جارہا ہے۔ دیہی علاقوں میں بجلی سپلائی کرنے کی کوشش جاری ہے۔ لاتور میں ایک نیا پاور ہاؤس بنایا گیا ہے۔ عثمان آباد میں ۱۳ اگست ۱۹۵۹ء میں بجلی سپلائی کرنے کا کام شروع ہوا۔ لاتور میں ۴۴۵ کیلو واٹ بجلی پیدا ہوتی ہے۔ عثمان آباد میں صرف ۱۰۰ کیلو واٹ بجلی پیدا ہوتی ہے۔ مزید ۵۰ کیلو واٹ بجلی کا اضافہ بعد میں کیا گیا۔ تلجاپور میں ایک پرائیوٹ بجلی کی کمپنی کی جانب سے بجلی سپلائی کی جارہی ہے۔ بھوم موروم اور اودگیر کے مقامات پر پاور ہاؤس قائم کرنے کی کوشش جاری ہے۔ اس مرکز سے پرنڈہ اور عمرگہ کو ۱۱ کیلو واٹ بجلی سپلائی کی جائے گی۔ نیلنگہ اور اوسہ کے شہروں کو لاتور کے بجلی کے بڑے مرکز سے بجلی سپلائی کی جارہی ہے۔ احمد پور شہر کو بھی بیڑ ضلع میں واقع پرلی بیجناتھ سے ۱۱ کے وی پاور کی تاریں لگا کر بجلی سپلائی کی گئی ہے ضلع کے تمام تحصیلوں

کو بجلی سپلائی کرنے کے لئے ۲۷ لاکھ روپیہ خرچ کیا جائے گا۔ تیسری پنجسالہ اسکیم کے اختتام تک تمام علاقے میں بجلی فراہم کی جائے گی۔ کھادی بورڈ نے بھی دیہات سدھار کے لئے کئی اسکیموں کو عملی جامہ پہنانے کی جدوجہد شروع کر رکھی ہے۔

اسی طرح ریاست کے سرودیہ بورڈ نے بھی اپنا ایک دفتر ادسہ تعلقے میں واقع تلنی کے مقام پر قائم کیا ہے۔ ۴۳ دیہاتوں میں ترقی کے کام کاج شروع کئے گئے ہیں۔ نوجوانوں کو صنعتی اور روزگار کی رہنمائی کیلئے بھی ایک دفتر کھولا گیا ہے۔

بانس کے کاغذ کے کارخانے کے لئے اودگیر، تلجاپور اور نلدرگ کے مقام پر کوشش کی جارہی ہے۔ ادسہ میں بانس کے کاغذ کا کارخانہ شروع ہو چکا ہے۔ جس کا افتتاح مسٹر چوہان نے کیا تھا۔ اس ضلع میں بڑی صنعتوں کی بہت کمی ہے۔ تاہم لاتور میں ایک آئل مل اور کپاس کی جیننگ اور پریسنگ کا کارخانہ کچھ دنوں سے چل رہا ہے۔ بڑی بڑی صنعتوں کے کارخانے کے لئے کوشش جاری ہے۔

ستارا:— ضلع ستارا ترقی کی راہ پر گامزن ہے چونکہ اسے کوئنا کی بجلی مل رہی ہے لہٰذا مختلف قسم کی چھوٹی موٹی صنعتیں یہاں ترقی کر رہی ہیں۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں اوگلے واڑی میں کانچ کا کارخانہ قائم ہوا اسی کارخانے میں پربھاکر قندیل تیار ہوا۔ پربھاکر اسٹو بھی اسی کارخانے میں بنایا گیا۔ کانچ کا مختلف قسم کا سامان ہندوستان میں سب سے پہلے یہیں تیار کیا گیا۔

ستارہ روڈ پر واقع کوپ انجینیرنگ لمیٹڈ نے بھی کافی ترقی کی ہے۔ زراعت کے مختلف اوزار، ہل، ڈیزل انجن اسی کارخانے میں بنائے جارہے ہیں۔ دی پھلٹن شوگر ورکس لمیٹڈ کا کارخانہ بھی شکر کی پیداوار میں مصروف ہے۔ سری رام کوآپریٹیو شکر کا کارخانہ بھی ترقی کر رہا ہے۔ حکومت مہاراشٹر نے اس کارخانے کو دس لاکھ روپیوں کا قرض دیا ہے۔ کراڈ میں شکر کا ایک اور کارخانہ قائم کیا گیا ہے۔

ستارہ ضلع آج سے چند سال پہلے صنعتی لحاظ سے پس ماندہ ضلع تھا لیکن ہندوستان کے وزیر دفاع مسٹر یشونت راؤ چوہان کا چونکہ یہ وطن ہے لہٰذا انھوں نے اپنی کوششوں کے ذریعہ اس ضلع میں صنعتی ترقی کی روح پھونکنے کی جو کوشش کی ہے اب اس کے نتائج ظاہر ہونے لگے ہیں۔ ضلع ستارا کے لوگ اکثر روزگار کی تلاش میں بمبئی آیا کرتے تھے لیکن اب بذات خود ستارہ میں لوگوں کے لئے روزگار کے ذرائع فراہم کئے جارہے ہیں۔ لہٰذا انھیں بمبئی کا رُخ نہیں کرنا پڑیگا۔

کوئنا کی بجلی کی اسکیم مکمل ہونے کے بعد ضلع ستارہ کافی ترقی کرجائے گا۔ کوئنا کی بجلی کی ایک لائن بمبئی کی طرف جائے گی۔ اور دوسری لائن کراڈ تک پہنچے گی۔ اور وہاں سے ایک لائن شولاپور پنڈھرپور تک جائے گی۔ اور دوسری لائن کرلوسکر واڑی، سانگلی، کولھاپور کے علاقوں میں پہنچے گی۔ تیسری لائن ستارہ روڈ اور آگے لونند کے مقام تک جائے گی۔ ستارہ روڈ سے ستارہ اور آس پاس کے دیہاتوں کو بجلی سپلائی کی جائے گی۔ ان اسکیموں میں سے چند اسکیمیں پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہیں۔ بجلی کی سپلائی کارخانوں کی طاقت ہے۔ لہٰذا اس طاقت کے بعد ضلع ستارہ کی بے روزگاری دور ہو سکے گی۔

ناگپور:— ناگپور معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے۔ مہاراشٹر کے سابق وزیر اعلیٰ مسٹر یشونت راؤ چوہان نے یہاں منعقدہ ایک صنعتی کانفرنس میں کہا تھا کہ معدنیات کی دولت اور بجلی کی سپلائی کے ذریعہ اس علاقے میں بڑے بڑے کارخانے ہو سکتے ہیں۔ اور ناگپور مہاراشٹر کا ایک ممتاز صنعتی شہر بن سکتا ہے۔ ناگپور پاورلوم سے پہلے ہینڈلوم کا ایک مرکز تھا۔ ناگپور کامٹی، امریڈ، ساونیر، کھاپا وغیرہ مقامات کے بنکر مشہور تھے۔

ہینڈلوم کی سرکاری گنتی کے مطابق سنہ ۱۹۵۱ء میں یہاں تقریباً ۸۸ ہزار ۹۵ ہینڈلوم تھے۔ جن میں سے ۲۱ ہزار ۳۹۸ ہینڈلوم تنہا ناگپور میں تھے۔ ہینڈلوم پر ضلع میں ۲ لاکھ ۱۷ ہزار ۵۰۰ اشخاص پیٹ بھرتے ہیں۔ بنکروں کی ۱۴۷ کوآپریٹیو سوسائٹیاں قائم ہیں۔ بنکروں کی ترقی کے لئے حکومت نے ۶ رکنی کمیٹی مقرر کی ہے۔

ناگپور میں وزن تیار کرنے کا ایک کارخانہ سی پی فاونڈری ورکس کے نام سے کھولا گیا ہے۔ اسی طرح پھلوں کا رس تیار کرنے والی ایک کمپنی کارن پراڈکٹس کمپنی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کارخانے میں سنترہ کا رس نکالا جاتا ہے۔ جس سے سالانہ ڈیڑھ کروڑ روپوں کی آمدنی ہوتی ہے۔ کامٹی میں پنجاب انجینئرس کارپوریشن بھی قائم ہے جہاں گڑ کے کولھو کے چرخے تیار ہوتے ہیں۔ اسکرو، کیل کانٹے تیار کرنے والا میٹل فولڈ اور لوگ نامی کارخانہ قائم ہوا ہے۔ کامٹی میں کپڑے کا ایک کارخانہ ایم حاجی وزیر محمد اینڈ سنس نے قائم کیا ہے۔ یہاں فوٹو کے فریم تیار کرنے والے کارخانے بھی ہیں۔ جن کے مال کی مانگ ممالک غیر پاکستان برما وغیرہ میں بہت ہے۔ ویٹے چندر اینڈ کمپنی تنہا ایک کروڑ روپوں کی فریم ہر سال تیار کرتی ہے۔ ہم ذیل میں مزید کارخانوں کے نام دے رہے ہیں۔

کمرشیل انجینئرنگ ورکس ناگپور۔ سائیکل کے پرزے بنانے کا کارخانہ۔ ریشم اور ریان کا کارخانہ۔

الیشین انجینئر ناگپور۔ لوہے کا فرنیچر بنانے کا کارخانہ۔

بھیشیور نشنل مینو فیکچرنگ کمپنی۔ ہینڈ لوم کے پرزے بنانے کا کارخانہ

ناگپور سے چار میل کے فاصلے پر کامٹی روڈ پر ایک صنعتی آبادی قائم کی گئی ہے۔ اس صنعتی آبادی میں ۶۴ کارخانوں کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس کا افتتاح ۲۹ رجون ۱۹۶۱ء کو مرارجی دیسائی نے کیا تھا۔ ناگپور میں کپڑے کی ۲ مل ہیں ایک کا نام ایمپریس مل اور دوسرے کا ماڈیل مل ہے۔ ایمپریس مل میں ہر سال ۱ کروڑ ۱۳ لاکھ ۶۰۷ پونڈ دھاگہ بنا جاتا ہے۔ اور ۴ کروڑ ۱۳ لاکھ ۸۲ ہزار ۸۰ گز کپڑا بنا جاتا ہے۔ ماڈیل مل میں ۹۲ لاکھ ۹۹ ہزار ۷۸۴ پونڈ دھاگہ بنا جاتا ہے۔ اور ۲ کروڑ ۷۵ لاکھ ۷۹ ہزار ۱۴ گز کپڑا بنا جاتا ہے۔ ان ملوں کے علاوہ اور دوسرے کارخانے بھی قائم کئے گئے ہیں۔

ناندیڑ:— ضلع ناندیڑ صنعتی لحاظ سے پسماندہ ہے۔ ابھی صنعت و حرفت کے لئے کافی گنجائش موجود ہے۔ ضلع میں کپاس کی پیداوار زیادہ ہے۔ یہاں ایک جننگ و پریسنگ فیکٹری قائم ہے۔ دوسری اہم پیداوار مونگ پھلی کی ہے۔ یہاں تیل پیدا کرنے کے لئے تیل کے کولھو کافی ہیں۔ تعلقہ کناوٹ میں کافی جنگلات ہیں۔ ان جنگلات میں ساگوان لکڑی دستیاب ہوتی ہے۔ ناندیڑ میں آمد و رفت کے ذرائع کی قلت ہے۔ بجلی کی قلت کے باعث صنعتی ترقی رکی ہوئی ہے۔ ضلع ناندیڑ میں کپڑے کی عثمان شاہی مل ہے۔ جہاں ۵ ہزار سے زائد مزدور کام کرتے ہیں۔ کپاس کی جننگ اور پریسنگ فیکٹریوں کی تعداد ۲۱ ہے۔

ایک شکر کا کارخانہ کھولنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے ضلع میں لوہے کی کیل بنانے کے دو کارخانے بھی ہیں ناندیڑ کی صنعتی ترقی کے لئے حکومت مہاراشٹر توجہ دے رہی ہے

ناندیڑ سے ہر سال ۳۰۰ تا ۵۰۰ ٹن فولاد احمد آباد بھیجا جاتا ہے۔ اس فولاد کو ضلع میں مقامی طور پر استعمال کیا گیا تو زراعت کے اوزار۔ کدال اور اسی قسم کی دوسری چیزیں بن سکتی ہیں۔

دیہی علاقوں میں اینٹوں کی بھٹی۔ لوہاروں کا کام۔ بڑھئی اور دوسرے دھندے ہیں۔ جنگلات کی لکڑی توڑنے کا دھندا بھی چلتا ہے۔ لیکن ضلع میں صنعت و حرفت کے کارخانے مختلف جگہوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ انھیں ایک مرکز پر لانے کی ضرورت ہے۔ کھاد کی تیاری کے لئے ہڈیاں استعمال ہو سکتی ہیں۔ مردہ جانوروں کی سپلائی وسیع پیمانے پر ہوتی ہے۔

سانگلی:— زراعتی مال کے لئے یہ شہر ایک اہم تجارتی مرکز ہے۔ مونگ پھلی۔ گڑ۔ ہلدی۔ مرچ۔ جوار وغیرہ کی بہت بڑی تجارتی منڈی ہے۔ زراعتی مال کی تجارت کے سونے چاندی کی تجارت اور تانبہ پیتل کے برتنوں کی تجارت بھی ہوتی ہے۔

اس ضلع میں کرلوسکر واڑی کے مقام پر انجینئرنگ کا ایک کارخانہ ہے۔ یہاں زراعتی اوزار، پانی سپلائی کرنے کے لئے پمپ وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ کپڑے اور سوت کی ملیں بھی ہیں۔ مونگ پھلی کے تیل کی ملیں بھی ہیں۔ سمینٹ کی چادریں بنانے والا ایک کارخانہ بھی ہے۔ امداد باہمی کے اصولوں پر شکر کا ایک کارخانہ بھی قائم کیا گیا ہے۔

حکومت مہاراشٹر نے سانگلی، میرج۔ اسلام پور

قائم ہوا تو اس میں ماہانہ ۲ ہزار گروس اسپوکس تیار ہوں گے۔ مشینوں کے ہتھیار بنانے کا کارخانہ بھی یہیں قائم ہونے والا ہے۔ اس صنعت میں دو تا ڈھائی لاکھ روپے کا سرمایہ لگایا جارہا ہے۔

ڈیزل انجنوں کے پرزوں کا کارخانہ بھی قائم کیا جائیگا۔ ناسک، دیولالی یا دھولیہ وغیرہ کے مقام پر اس قسم کا کارخانہ قائم ہونے کے بعد کافی منفعت بخش کاروبار ہوسکتا ہے۔

تھانہ موجودہ دور میں مہاراشٹر تجارت اور صنعت و حرفت میں کافی ترقی کرتا جارہا ہے ضلع تھانہ بھی اس معاملے میں ترقی کی منزل کی طرف گامزن ہے۔ بمبئی سے ضلع تھانہ بہت قریب ہے۔ لہٰذا تھانہ، کلیان اور امبرناتھ کے مقامات پر نئے نئے کارخانے قائم ہو رہے ہیں۔ ضلع تھانہ میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی تعداد ۳۵ ہے اور ان کارخانوں میں کام کرنے والوں کی تعداد ۲۴ ہزار ہے۔ گرم اور سوتی کپڑا، بلیڈس بجلی کے سامان۔ کاغذ۔ گتہ۔ لوہے کا سامان۔ کیمیاوی اشیاء صابن۔ موٹر کے پرزے۔ لکڑی کا سامان۔ گھڑیاں۔ کیل سیانٹے۔ لکڑی کے کھلونے۔ ادویات۔ ہینڈلوم ماچس ریڈیو۔ فاونٹن پین۔ بسکٹ وغیرہ کے کارخانے قائم ہو چکے ہیں۔ کانچ کی چوڑیوں کے بھی کارخانے قائم ہو گئے ہیں۔

اہم کارخانوں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

دھرمسی مرارجی کیمیکل کمپنی لمیٹڈ امبرناتھ —— کیمیاوی چیزیں
پیپر پراڈکٹس لمیٹڈ —— کاغذ
دکمو فیکٹری امبرناتھ —— ماچس
کلرکیم لمیٹڈ تھانہ —— رنگ
بینا ما بلیڈس لمیٹڈ تھانہ —— بلیڈس
سواستک میٹل ورکس تھانہ —— دھات کی چیزیں لکڑی کے کھلونے
ویسٹرن انڈیا واچ کمپنی امبرناتھ —— گھڑیاں
ہینڈ دولن ملس لمیٹڈ تھانہ —— گرم اور سوتی کپڑے
کیسل وُولن ملس لمیٹڈ تھانہ —— گرم کپڑا
وائر نیٹنگ فیکٹری لمیٹڈ تھانہ —— تار۔ اور جال
ریز فو ٹین پراڈکٹس بمبئی —— فاونٹن پین
بہیریج انڈسٹریل ورکس ڈہانو روڈ —— مشین
دکمو ریڈیو لمیٹڈ۔ الہاس نگر —— ریڈیو
ہنس اسٹیل انڈسٹریز تھانہ —— مشین
ناردرن انڈیا اسٹیل انڈسٹریز تھانہ —— لوہے کا سامان
کیمزل انڈسٹریز بھاینڈر —— پلاسٹک کی چیزیں
سواستک آپٹیکل انڈسٹریز —— عینک کا سامان
اجنتا کوپریٹو ورکس —— بجلی کا سامان
آٹو زیم سیمینس ڈہانو روڈ —— موٹروں کے پرزے
کیسٹر ایس لمیٹڈ تھانہ —— گرم اور سوتی کپڑے
ابنھاسک ملس لمیٹڈ بھیونڈی —— سلک وغیرہ۔

بھیونڈی میں ہینڈلوم کے متعدد کارخانے قائم ہیں۔ ۲ ہزار ۸۵۲ لوم ہیں۔ اور ان چھوٹے بڑے کارخانوں کی تعداد ۲۰۶ ہے۔ کلیان میں اینٹوں کی بھٹیاں ہیں۔ سات پائی کے مقام پر ماہی گیروں کی کشتیاں بنانے اور ان کی مرمت کے کارخانے ہیں۔

ان بڑے بڑے کارخانوں کے علاوہ چھوٹے موٹے قسم کی صنعتیں بھی ترقی کر رہی ہیں۔ دودھ کا دھندا ماہی گیروں کا دھندا۔ نمک کا کاروبار وغیرہ بھی ترقی پر ہے۔ ابھی تھانہ میں مزید نئے کارخانے کھولے جائیں گے۔

اورنگ آباد :- مرہٹواڑہ کے اور دوسرے اضلاع کی طرح اورنگ آباد کا ضلع صنعتی لحاظ سے پسماندہ ہے۔ بجلی کی طاقت کی کمی۔ اور ذرائع آمد و رفت کی قلت کے باعث اورنگ آباد ترقی نہ کر سکا۔ البتہ ۲۷۱ پاور لومس کی ایک مل۔ ریشم کی دو بڑی فیکٹریاں ایک شکر کا کارخانہ اور ایک فلور مل کے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں ہے۔ سنہ ۱۹۷۰ء میں فیکٹری ایکٹ کے تحت ۱۱۲ فیکٹریاں درج رجسٹر کی گئی ہیں۔ جن میں کل ۸ ہزار ۲۴۴ مزدور کام کرتے ہیں۔ دس سال پہلے مزدوروں کی تعداد صرف ۳ ہزار تھی۔ اور یہاں ۸۵ فیکٹریاں تھیں۔

دوسرے پنج سالہ پلان کے دوران اورنگ آباد کی ترقی پر توجہ دی گئی ہے۔ اب ضلع میں کل ۱۷ بنک ہیں۔ حکومت مہاراشٹر نے دیہی علاقوں کی ترقی کیلئے

جو اسکیمیں بنائی ہیں ان کی وجہ سے مرہٹواڑہ میں اورنگ آباد کے ضلع میں خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔ چنانچہ آج ۷، ۱۶ سوسائٹیوں کے ذریعہ ۴ ہزار ۵۰۰ کاریگر مل جل کر کام کررہے ہیں۔ بنکروں کی صنعت کو یہاں نمایاں مقام حاصل ہے۔ ریشم اور زر کی بنائی میں اورنگ آباد کے کاریگر مشہور ہیں بدقسمتی سے ابتک تمام مرہٹواڑہ بجلی کی طاقت سے محروم رہا ہے۔ مانگ کے مطابق بجلی کی سپلائی نہونے کے باعث صنعتی ترقی نہ کرسکا۔ اب چونکہ بجلی کی طاقت میسر آگئی ہے لہٰذا اورنگ آباد کا مستقبل شاندار نظر آرہا ہے۔

پہلی پنچسالہ اسکیم کا توخیر اس ضلع کے لوگوں پر کوئی اثر نہ پڑسکا البتہ دوسری پنچسالہ اسکیم نے ان لوگوں کے دلوں میں امید کی ایک کرن پیدا کردی۔ حکومت نے ٹیکنیکل تعلیم کی سہولت فراہم کردی ہے جالنہ، اورنگ آباد، پیٹھن اور ویجاپور کے مقامات پر صنعتی آبادی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ماسٹر پلان کے مطابق یہاں بڑی بڑی صنعتوں کے کارخانے قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

بھنڈارہ :- یہاں ظروف سازی کا کام ترقی پر ہے اسکے علاوہ دھان کوٹنے کی ملیں، تمسر، بھنڈارہ، اڈیال، درکھی، سیہورا اور بیڑی کے کارخانے بھنڈارہ، تمسر، موہاڑی، پونی درکھی، سیہورا کے مقامات پر ہیں۔ ہینڈ لوم کی صنعت بھی ترقی پر ہے۔ گوندیا کے مقام پر کانچ اور لاکھ کو صاف کرنے کا کارخانہ ہے۔ یہاں جنگلات میں کافی تعداد میں لاکھ برآمد ہوتی ہے۔

ظروف سازی کے متعدد کارخانے ہیں جن میں لکشمی میٹل ورکس، پارس میٹل ورکس، نروان میٹل ورکس کے کارخانے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی چھوٹے موٹے کارخانے بھی ہیں۔ ان کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی تعداد دس ہزار سے زائد ہے۔ ۵۰ سے زائد پیتل کے دوکانوں کی تعداد ہے۔ بھنڈارہ میں بجلی کی سپلائی کافی ہے۔ حکومت ہند یہاں ایک آرڈیننس فیکٹری قائم کررہی ہے۔ بھنڈارہ چونکہ معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے۔ لہٰذا مستقبل قریب میں زبردست صنعتی ترقی کے امکانات نظر آرہے ہیں مینگنیز کی متعدد کانیں ہیں۔ عمدہ قسم کا مینگنیز ان کارخانوں میں پیدا ہوتا ہے جس کی مانگ ساری دنیا میں ہے۔

بھنڈارہ میں بیڑی کے چھوٹے چھوٹے ڈیڑھ سو کارخانے ہیں۔ جن میں دو کارخانے کافی بڑے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ چھوٹا بھائی جیٹھا بھائی پٹیل اینڈ کمپنی، موہن لال ہرگووند داس، بیڑی فیکٹری ان کارخانوں میں ۴۰ ہزار مزدور کام کرتے ہیں۔ اور ڈیڑھ سو چھوٹے کارخانوں میں ایک لاکھ ۳۰ ہزار مزدور کام کرتے ہیں۔ دو بڑے کارخانوں میں روزانہ ۳ کروڑ بیڑیاں تیار ہوتی ہیں۔

ضلع کی صنعتی ترقی کے لئے امداد باہمی کی انجمنیں بھی قائم کی گئی ہیں۔ دیہی صنعتوں کی ترقی کے لئے بھی خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔

عثمان آباد :- ضلع کے دیہی علاقوں کی ترقی کے لئے مختلف قسم کی اسکیموں کو عملی جامہ پہنایا جارہا ہے۔ دیہی علاقوں میں بجلی سپلائی کرنے کی کوشش جاری ہے۔ لاتور میں ایک نیا پاور ہاؤس بنایا گیا ہے۔ عثمان آباد میں ۱۳ راگست ۱۹۵۹ء میں بجلی سپلائی کرنے کا کام شروع ہوا۔ لاتور میں ۴۴۵ کیلو واٹ بجلی پیدا ہوتی ہے۔ عثمان آباد میں صرف ۱۰۰ کیلو واٹ بجلی پیدا ہوتی ہے۔ مزید ۵۰ کیلو واٹ بجلی کا اضافہ بعد میں کیا گیا۔ تلجاپور میں ایک پرائیوٹ بجلی کی کمپنی کی جانب سے بجلی سپلائی کی جارہی ہے۔ بھوم موروم اور اودگیر کے مقامات پر پاور ہاؤس قائم کرنے کی کوشش جاری ہے۔ اس مرکز سے پرنڈہ اور عمرگہ کو ۱۱ کیلو واٹ بجلی سپلائی کی جائے گی۔ نیلنگہ اور اوسہ کے شہروں کو لاتور کے بجلی کے بڑے مرکز سے بجلی سپلائی کی جارہی ہے۔ احمد پور شہر کو بھی بیڑ ضلع میں واقع پرلی بیجناتھ سے ۱۱ کے وی باؤ کی تاریں لگا کر بجلی سپلائی کی گئی ہے ضلع کے تمام تحصیلوں

بجلی سپلائی کرنے کے لئے ٢٧ لاکھ روپیہ خرچ کیا جائے گا۔ ...ری پنجسالہ اسکیم کے اختتام تک تمام علاقے میں بجلی فراہم ...جائے گی۔ کھادی بورڈ نے بھی دیہات سدھار کے لئے ...اسکیموں کو عملی جامہ پہنانے کی جدوجہد شروع کر رکھی ہے۔

اسی طرح ریاست کے سروودیہ بورڈ نے بھی اپنا ...دفتر اودسہ تعلقے میں واقع تلنی کے مقام پر قائم کیا ... ٣٤ دیہاتوں میں ترقی کے کام کاج شروع کئے گئے ... نوجوانوں کو صنعتی اور روزگار کی رہنمائی کیلئے بھی ...دفتر کھولا گیا ہے۔

ہاتھ کے کاغذ کے کارخانے کے لئے اودگیر، تلجاپور ...رنلدرگ کے مقام پر کوشش کی جا رہی ہے۔ اودسہ میں ...ہ کے کاغذ کا کارخانہ شروع ہو چکا ہے۔ جس کا ...افتتاح مسٹر چوہان نے کیا تھا۔ اس ضلع میں بڑی صنعتو... بہت کمی ہے۔ تاہم لاتور میں ایک آئل مل اور کپاس ...جننگ اور پریسنگ کا کارخانہ کچھ دنوں سے چل رہا ... بڑی بڑی صنعتوں کے کارخانے کے لئے کوشش جاری ہے۔

ستارا :— ضلع ستارا ترقی کی راہ پر گامزن ہے چونکہ اسے کوئنا کی بجلی مل رہی ہے لہٰذا ...مختلف قسم کی چھوٹی موٹی صنعتیں یہاں ترقی کر رہی ہیں۔ سنہ ١٩١٦ء میں اوگلے واڑی میں کانچ کا کارخانہ قائم ہوا ...اسی کارخانے میں پربھاکر قندیل تیار ہوا۔ پربھاکر اسٹو... اسی کارخانے میں بنایا گیا۔ کانچ کا مختلف قسم کا سامان ...ہندوستان میں سب سے پہلے یہیں تیار کیا گیا۔

ستارہ روڈ پر واقع کوپ انجینیرنگ لمیٹیڈ ...بھی کافی ترقی کی ہے۔ زراعت کے مختلف اوزار، ہل، ...ئیل انجن اسی کارخانے میں بنائے جا رہے ہیں۔ دی پھلٹن ...و گروئرس لمیٹیڈ کا کارخانہ بھی شکر کی پیداوار میں مصروف ...ہے۔ شری رام کوآپریٹو شکر کا کارخانہ بھی ترقی کر رہا ...ہے۔ حکومت مہاراشٹر نے اس کارخانے کو دس لاکھ ...روپیوں کا قرض دیا ہے۔ کراڈ میں شکر کا ایک اور کارخانہ ...قائم کیا گیا ہے۔

ستارہ ضلع آج سے چند سال پہلے صنعتی لحاظ سے پس ماندہ ضلع تھا لیکن ہندوستان کے فذیر دلع...

مسٹر یشونت راؤ چوہان کا چونکہ یہ وطن ہے لہٰذا انھوں نے اپنی کوششوں کے ذریعہ اس ضلع میں صنعتی ترقی کی روح پھونکنے کی جو کوشش کی ہے اب اس کے نتائج ظاہر ہونے لگے ہیں۔ ضلع ستارا کے لوگ اکثر روزگار کی تلاش میں بمبئی آیا کرتے تھے۔ لیکن اب بذات خود ستارہ میں لوگوں کے لئے روزگار کے ذرائع فراہم کئے جا رہے ہیں۔ لہٰذا انھیں بمبئی کا رخ نہیں کرنا پڑیگا۔

کوئنا کی بجلی کی اسکیم مکمل ہونے کے بعد ضلع ستارہ کافی ترقی کرے گا۔ کوئنا کی بجلی کی ایک لائن بمبئی کی طرف جائے گی۔ اور دوسری لائن کراڈ تک پہنچے گی۔ اور وہاں سے ایک لائن شولاپور پنڈھرپور تک جائے گی۔ اور دوسری لائن کرلوسکرواڑی، سانگلی، کولہاپور کے علاقوں میں پہنچے گی۔ تیسری لائن ستارہ روڈ اور آگے لونند کے مقام تک جائے گی۔ ستارہ روڈ سے ستارہ اور آس پاس کے دیہاتوں کو بجلی سپلائی کی جائے گی۔ ان اسکیموں میں سے چند اسکیمیں پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہیں۔ بجلی کی سپلائی کارخانوں کی طاقت ہے۔ لہٰذا اس طاقت کے بعد ضلع ستارہ کی بے روزگاری دور ہو سکے گی۔

ناگپور :— ناگپور معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے۔ مہاراشٹر کے سابق وزیر اعلیٰ مسٹر یشونت راؤ چوہان نے یہاں منعقدہ ایک صنعتی کانفرنس میں کہا تھا کہ معدنیات کی دولت اور بجلی کی سپلائی کے ذریعہ اس علاقے میں بڑے بڑے کارخانے ہو سکتے ہیں۔ اور ناگپور مہاراشٹر کا ایک ممتاز صنعتی شہر بن سکتا ہے۔ ناگپور پاورلوم سے پہلے ہینڈلوم کا ایک مرکز تھا۔ ناگپور کامٹی، امریڈ، ساونیر، کھاپا وغیرہ مقامات کے بنکر مشہور تھے۔

ہینڈلوم کی سرکاری گنتی کے مطابق سنہ ١٩٥١ء میں یہاں تقریباً ٨٨ ہزار ٩٥ ہینڈلوم تھے۔ جن میں سے ١٢ ہزار ٣٩٨ ہینڈلوم تنہا ناگپور میں تھے۔ ہینڈلوم پر ضلع میں ٢ لاکھ ١٧ ہزار ٥٠٠ اشخاص پیٹ بھرتے ہیں۔ بنکروں کی ١٤٧ کوآپریٹیو سوسائٹیاں قائم ہیں۔ بنکروں کی ترقی کے لئے حکومت نے ٦ رکنی کمیٹی مقرر کی ہے۔

ناگپور میں وزن تیار کرنے کا ایک کارخانہ سی پی فاؤنڈری ورکس کے نام سے کھولا گیا ہے۔ اسی طرح پھلوں کا رس تیار کرنے والی ایک کمپنی سدرن پراڈکٹس کمپنی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کارخانے میں سنترہ کا رس نکالا جاتا ہے جس سے سالانہ ڈیڑھ کروڑ روپوں کی آمدنی ہوتی ہے۔ کامٹی میں پنجاب انجینئرس کارپوریشن بھی قائم ہے جہاں گڑ کے کولھو کے چرخے تیار ہوتے ہیں۔ اسکرو، کیل کانٹے تیار کرنے والا مینٹل فولڈ آدیوگ نامی کارخانہ قائم ہوا ہے۔ کامٹی میں چمڑے کا ایک کارخانہ ایم حاجی وزیر محمد اینڈ سنس نے قائم کیا ہے۔ یہاں فوٹو کے فریم تیار کرنے والے کارخانے بھی ہیں۔ جن کے مال کی مانگ ممالک عرب پاکستان، برما وغیرہ میں بہت ہے۔ ویسے چندر اینڈ کمپنی تنہا ایک کروڑ روپوں کی فریم ہر سال تیار کرتی ہے۔ ہم ذیل میں مزید کارخانوں کے نام دے رہے ہیں۔

کمرشیل انجینئرنگ ورکس ناگپور۔ سائیکل کے پرزے بنانے کا کارخانہ۔ ریشم اور ریان کا کارخانہ۔

الیٹین انجینئر ناگپور۔ لوہے کا فرنیچر بنانے کا کارخانہ۔

ہیڈشیور نشنل مینوفیکچرنگ کمپنی۔ ہینڈلوم کے پرزے بنانیکا کارخانہ۔

ناگپور سے چار میل کے فاصلے پر کامٹی روڈ پر ایک صنعتی آبادی قائم کی گئی ہے۔ اس صنعتی آبادی میں ۱۶۴ کارخانوں کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس کا افتتاح ۲۹ جولائی ۱۹۶۱ء کو مرارجی دیسائی نے کیا تھا۔ ناگپور میں کپڑے کی ۲ مل ہیں۔ ایک کا نام ایمپریس مل اور دوسرے کا ماڈیل مل ہے۔ ایمپریس مل میں ہر سال ۱ کروڑ ۱۳ لاکھ ۷ ۶۰ پونڈ دھاگہ بنا جاتا ہے۔ اور ۴ کروڑ ۱۳ لاکھ ۸۲ ہزار ۸۰ گز کپڑا بنا جاتا ہے۔ ماڈیل مل میں ۹۲ لاکھ ۹۹ ہزار ۴ ۸۷ پونڈ دھاگہ بنا جاتا ہے۔ اور ۲ کروڑ ۷۵ لاکھ ۹۷ ہزار ۴۱ گز کپڑا بنا جاتا ہے۔ ان ملوں کے علاوہ اور دوسرے کارخانے بھی قائم کیے گئے ہیں۔

ناندیڑ :- ضلع ناندیڑ صنعتی لحاظ سے پسماندہ ہے۔ ابھی صنعت و حرفت کے لئے کافی گنجائش موجود ہے۔ ضلع میں کپاس کی پیداوار زیادہ ہے۔ یہاں ایک جننگ و پریسنگ فیکٹری قائم ہے۔ دوسری اہم پیداوار مونگ پھلی کی ہے۔ یہاں تیل پیدا کرنے کے لئے تیل کے کولھو کافی ہیں۔ تعلقہ کیناوٹ میں کافی جنگلات ہیں۔ ان جنگلات میں ساگوان لکڑی دستیاب ہوتی ہے۔ ناندیڑ میں آمدورفت کے ذرائع کی قلت ہے۔ بجلی کی قلت کے باعث صنعتی ترقی رکی ہوئی ہے۔ ضلع ناندیڑ میں کپڑے کی عثمان شاہی مل ہے۔ جہاں ۵ ہزار سے زائد مزدور کام کرتے ہیں۔ کپاس کی جننگ اور پریسنگ فیکٹریوں کی تعداد ۲۱ ہے۔ **ایک** شکر کا کارخانہ کھولنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے ضلع میں لوہے کی کیل بنانے کے دو کارخانے بھی ہیں ناندیڑ کی صنعتی ترقی کے لئے حکومت مہاراشٹر توجہ دی رہی ہے ناندیڑ سے ہر سال ۴۰۰ تا ۵۰۰ ٹن فولاد احمدآباد بھیجا جاتا ہے۔ اس فولاد کو ضلع میں مقامی طور پر استعمال کیا گیا تو زراعت کے اوزار۔ کدال اور اسی قسم کی دوسری چیزیں بن سکتی ہیں۔

دیہی علاقوں میں اینٹوں کی بھٹی۔ لوہاروں کا کام۔ بڑھئی اور دوسرے دھندے ہیں۔ جنگلات کی لکڑی توڑنے کا دھندا بھی چلتا ہے۔ لیکن ضلع میں صنعت و حرفت کے کارخانے مختلف جگہوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ انھیں ایک مرکز پر لانے کی ضرورت ہے۔ کھاد کی تیاری کے لئے ہڈیاں استعمال ہو سکتی ہیں۔ مردہ جانوروں کی سپلائی وسیع پیمانے پر ہوتی ہے۔

سانگلی :- زراعتی مال کے لئے یہ شہر ایک اہم تجارتی مرکز ہے۔ مونگ پھلی۔ گڑ۔ ہلدی۔ مرچ۔ جوار وغیرہ کی بہت بڑی تجارتی منڈی ہے۔ زراعتی مال کی تجارت کے سونے چاندی کی تجارت اور تانبہ پیتل کے برتنوں کی تجارت بھی ہوتی ہے۔

اس ضلع میں کرلوسکرواڑی کے مقام پر انجینئرنگ کا ایک کارخانہ ہے۔ یہاں زراعتی اوزار، پانی سپلائی کرنے کے لئے پمپ وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ کپڑے اور سوت کی ملیں بھی ہیں۔ مونگ پھلی کے تیل کی ملیں بھی ہیں۔ سمنٹ کی چادریں بنانے والا ایک کارخانہ بھی ہے۔ امداد باہمی کے اصولوں پر شکر کا ایک کارخانہ بھی قائم کیا گیا ہے۔

حکومت مہاراشٹر نے سانگلی، میرج۔ اسلام پور

اور تاس گاؤں کے مقامات پر صنعتی آبادی قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ سانگلی مادھونگر روڈ پر ایک صنعتی آبادی قائم کی گئی ہے۔ اب تک ۲۲ کارخانہ داروں نے صنعتی آبادی میں کارخانے کھولنے کی درخواستیں روانہ کی ہیں۔

حکومت مہاراشٹر دیہی علاقوں کے کاریگروں کو امداد کے طور پر قرضہ بھی دیتی ہے تاکہ وہ اوزار وغیرہ خرید کر اپنے دھندے میں ترقی کرسکیں۔ دیہی علاقوں کے کاریگروں نے مل جل کر اپنی سوسائٹیاں بھی بنائی ہیں۔ اور ان سوسائٹیوں کے ذریعہ کاریگروں کو مختلف قسم کی امداد دی جارہی ہے۔

سانگلی مستقبل میں شاندار ترقی کرے گا۔ اس کے علاوہ ضلع کی تجارت میں بھی کافی ترقی ہوگی۔ تجارت کی وجہ سے ضلع کے لوگ کافی خوشحال ہیں۔ اور اب انھوں نے صنعتی میدان میں قدم رکھنے کا بھی ارادہ کیا ہے۔

امراوتی :- امراوتی ضلع اچل پور اور بڈنیرا کے مقامات پر کپڑے کی دو ملیں ہیں جہاں دو ہزار سے زائد مزدور کام کرتے ہیں۔ اس ضلع کی ۵ لاکھ ایکڑ زمین پر کپاس کی کاشت کی جاتی ہے۔ کپاس کو صاف کرنا اور اسے دبانے کا دھندا یہاں کافی ترقی پر ہے۔ یہاں اس کام کی ۷۵ فیکٹریاں قائم ہوئی ہیں۔ کچے مال کو پکے مال میں تبدیل کرنے کے لئے اگر کاشتکار امداد باہمی کے اصول پر کپاس کی فیکٹری قائم کریں تو انھیں کافی فائدہ ہوسکیگا۔ چنانچہ اس احساس کے بعد بعض کاشتکاروں نے امداد باہمی کے اصول پر ایک فیکٹری قائم کرلی ہے جس سے کاشتکاروں کو کافی فائدہ ہورہا ہے۔ امراوتی میں کاشتکاروں نے کپاس کی ایک اور فیکٹری خرید لی ہے اور اب کاشتکاروں میں کافی بیداری پھیل گئی ہے۔

اس ضلع میں سالانہ دس کروڑ روپے مالیت کا کپاس پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا کپاس کی فیکٹریاں قائم کرنے کے معاملے میں یہاں کاشتکاروں کی کوآپریٹیو سوسائٹی کا مستقبل شاندار نظر آتا ہے۔ امراوتی میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف کاٹیج انڈسٹریز کا دفتر قائم کیا گیا ہے۔ صنعتی کوآپریٹیو سوسائٹی قائم کرنا ان کی رہنمائی کرنا اور تیار شدہ مال کو فروخت کرنے کیلئے مفید مشورے دینے کا کام مذکورہ ڈائرکٹر کا دفتر کررہا ہے۔

اس ضلع میں صنعتی کوآپریٹیو سوسائٹیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

بنکروں کی کوآپریٹیو سوسائٹی ——— ۱۴
تیلیوں کی سوسائٹی ——— ۱۰
چمڑے کو رنگنے کی سوسائٹی ——— ۱۳
اینٹ چونا اور کمہاروں کی سوسائٹی ——— ۱۴
بڑھئی اور لوہاروں کی سوسائٹی ——— ۱۲
مزدوروں کی سوسائٹی ——— ۷
کپڑوں کو رنگنے اور چھاپنے کی سوسائٹی ——— ۴
درزیوں کی سوسائٹی ——— ۵

امراوتی بڈنیرا روڈ پر ایک صنعتی آبادی قائم کی گئی ہے یہاں ۲۰ کارخانوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس ضلع کے اکثر دیہاتوں میں بجلی کا انتظام ہے۔ ۲ ہزار سے زائد کنوئیں ہیں جہاں بجلی کے پمپ لگائے گئے ہیں جس سے کپاس اور دوسری چیزوں کی کاشت میں کافی مدد مل رہی ہے۔ اس ضلع کے لوگ محنتی اور صنعتی قسم کے ہیں۔ لہٰذا یہ ضلع مستقبل قریب میں شاندار صنعتی ترقی کرسکتا ہے۔

حکومت مہاراشٹر بھاری اور گھریلو قسم کی صنعتوں کے لئے کافی کوشش کررہی ہے۔

بلڈانہ :- گھریلو صنعت کے لحاظ سے ہینڈ لوم کی صنعت یہاں کافی ترقی پر ہے۔ بنکروں کی ۴ کوآپریٹیو سوسائٹیاں یہاں قائم ہیں۔ بڑھئی کا کام کرنے والوں نے بھی ۶ کوآپریٹیو ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ جن کی وجہ سے انھیں اچھی مزدوری ملنے لگی ہے۔ کھام گاؤں میں اون کی بنائی کا بھی ایک مرکز قائم کیا گیا ہے۔ چرم سازی کی صنعت کی ۱۴ کوآپریٹیو سوسائٹیاں اور اسی طرح تیلی کی ۵ بانس اور بید کا کام کرنے والوں کی ۲ چونا اینٹ اور کمہار کا کام کرنے والوں کی ۳ لوہاروں کی ۱ کوآپریٹیو سوسائٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ اس ضلع میں کافی جنگلات ہیں تقریباً ۶۲۴ مربع میل کے علاقے میں جنگلات پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں مختلف قسم کی عمارتی لکڑی دستیاب ہوتی ہے۔ بانس کے

جنگلات ہیں۔ ایندھن کی لکڑی بھی کافی تعداد میں موجود ہے اس ضلع کے مختلف دیہاتوں میں بجلی فراہم کی گئی ہے جو زرعی ترقی میں اضافہ کا سبب بن گئی ہے۔ اس کے علاوہ صنعتی ترقی کے روشن امکانات نمایاں ہونے لگے ہیں۔

ضلع بلڈانہ میں کپاس کی پیداوار بھی کافی ہے چنانچہ کپاس کی متعدد فیکٹریاں ضلع کے مختلف مقامات پر قائم ہیں بعض فیکٹریوں میں کمبل بنائے جاتے ہیں ضلع بلڈانہ میں بھاری قسم کی صنعتوں کے کارخانے نہیں ہیں تاہم حکومت مہاراشٹر اس علاقے میں صنعتوں کو فروغ دینے کے لئے مختلف قسم کی کوششیں کر رہی ہے۔

کولھاپور: گذشتہ پندرہ اور بیس سال کے عرصہ میں کولھاپور نے صنعتی دائرے میں شاندار ترقی کی ہے۔ کھیت کے لئے پانی سپلائی کرنے کے پمپ اور اس میں استعمال ہونے والے آئل انجن کے معاملے میں اس کی ترقی قابل ذکر ہے۔ کولھاپور کے ذہین کارخانہ داروں نے نئے نئے قسم کے انجن تیار کئے ہیں۔ ان کے پرزے۔ موٹروں کے پرزے بیٹریاں اور اسی قسم کا دوسرا سامان تیار کرنے کے کارخانے کولھاپور میں بہت ہیں۔ ان تمام کارخانوں کے لئے شیواجی ادیم نگر میں ایک جداگانہ صنعتی آبادی قائم کی گئی ہے۔ مذکورہ صنعتی آبادی میں ۲۴۰ کارخانے ہیں۔ جن میں ۳ ہزار سے زائد مزدور کام کر رہے ہیں۔ ڈیزل انجن بنانے کے ۸۵ کارخانے ہیں۔ اور ان کارخانوں میں ماہانہ ایک ہزار انجن بنائے جا رہے ہیں۔

کولھاپور کے کارخانوں میں بنائے ہوئے انجنوں کو حکومت مہاراشٹر نے تسلیم کر لیا ہے۔ اور سرکاری طور پر انھیں خرید کر کسانوں کو تقاوی کے طور پر دیئے گئے ہیں۔ دشواش۔ پیکو اور ایمانی کمپنیوں کے انجن مشہور ہیں۔ ان کارخانوں کے علاوہ اور سیکڑوں چھوٹے موٹے کارخانے ہیں جہاں ہزاروں مزدور شب و روز محنت کر رہے ہیں۔ یہاں کپڑے کی ایک مل اور شکر کا ایک کارخانہ بھی ہے۔ کئی آئل ملیں لگی ہیں۔ امداد باہمی کے اصولوں پر اس ضلع میں شکر کے مزید ۵ کارخانے بھی کھولے گئے ہیں۔ اچل کرنجی کے مقام پر کپڑے کی متعدد ملیں ہیں جہاں پاور لوم اور ہینڈ لوم پر نفیس قسم کا کپڑا تیار کیا جاتا ہے۔ اچل کرنجی میں ۶ ہزار پاور لوم اور تقریباً اتنے ہی ہینڈ لوم ہیں۔ نصف سے زائد آبادی اس تجارت میں اپنا پیٹ بھرتی ہے۔

ہوپیری کے مقام پر چاندی کا ایک کارخانہ ہے جہاں سے چاندی کا مال دوسرے ممالک میں بھیجا جاتا ہے بھودرگڈ تعلقہ میں پاٹ گاؤں کے مقام پر لاکھ اور لوہے کے کھلونے بنانے کا کارخانہ ہے۔ اس کے علاوہ یہاں ہینڈ لوم پر ۴ ہزار اشخاص کام کرتے ہیں۔ کمہاروں کا دھندا بھی ترقی پر ہے۔ تقریباً ۸ ہزار اشخاص اس میں مصروف ہیں۔ ترضتی کی مانگ بھی یہاں بہت ہے تقریباً ۶ ہزار اشخاص کام کرتے ہیں۔ چرم سازی کی تجارت بھی ترقی پر ہے۔ کولھاپور کی چپل کافی مشہور ہے شمالی ہندوستان کے لوگ بھی اسے پسند کرتے ہیں۔ کولھاپور گڑ کی بہت بڑی تجارتی منڈی ہے۔ یہاں سے تقریباً ۵ کروڑ روپے مالیت کا گڑ گجرات۔ کرناٹک۔ کاٹھیاواڑ۔ سوراشٹر۔ جاپان۔ مصر۔ لنکا۔ جنوبی افریقہ۔ برما ترکستان کو بھیجا جاتا ہے۔ اس ضلع میں باکسائٹ کافی تعداد میں موجود ہے۔ چنانچہ المونیم کا ایک بہت بڑا کارخانہ یہاں قائم کرنے کی کوشش جاری ہے۔ ایک کھاد کا کارخانہ بھی قائم کیا جائے گا۔

چاندہ: ضلع چاندہ میں صنعتی ترقی کے لئے کافی گنجائش موجود ہے۔ کیونکہ صنعتی کارخانوں کیلئے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب یہاں کافی مقدار میں موجود ہیں۔ یہاں کافی گھنے جنگلات موجود ہیں۔ سال کے بارہ مہینے دریاؤں میں پانی رہتا ہے۔ کوئلہ اور معدنی دولت موجود ہے۔ بلارپور میں پاور ہاؤس ہے۔ بلارپور میں کاغذ کا بہت بڑا کارخانہ قائم ہوا ہے۔ اس کاغذ کے کارخانے میں بانس سے کاغذ تیار کیا جاتا ہے۔ روزانہ تقریباً ۵۳ ٹن کاغذ تیار کیا جاتا ہے۔ روزانہ ۱۲ ہزار ٹن مال پیدا کرنے کے لئے نئی مشینری خریدی گئی ہے۔ بلارپور کے پاور ہاؤس میں ۲۳ ہزار ۲۵۰ کیلوواٹ بجلی پیدا ہوتی ہے۔

ناگپور کے علاقہ میں یہیں سے بجلی سپلائی کی جاتی ہے ۔ یہاں سواستک آئل مل اور ایک کپاس کی فیکٹری کے علاوہ چاندہ میں سواستک کانچ کا کارخانہ ، بلار پور میں دادا بھائی پاٹریز چاندہ میں چوہان ٹائلس کمپنی برہمپوری میں بھکوسا بیڑی کی کمپنی ۔ کرامت علی بیڑی کی کمپنی ۔ اور چاندہ میں بچھراج کوجر جننگ فیکٹری موجود ہے ۔ اس ضلع میں کوئلے کی کانیں اور دوسری معدنی دولت کا ذخیرہ موجود ہے ۔ اور مزید مقامات پر کوئلے کی کانیں دریافت کی گئیں ہیں ۔ ضلع چاندہ میں ٹیمپا ریلوے اسٹیشن کے مغرب کو ۲۵ میل کے فاصلے پر کوئلہ کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے ۔ اس علاقہ میں تقریباً ۱۲ میل تک کوئلہ ہوگا ۔ ایک اندازہ کے مطابق یہاں ایک لاکھ اسی ٹن کوئلہ موجود ہے ۔ وردرا تحصیل میں ۲ مربع میل کے علاقے میں کوئلے کا ذخیرہ موجود ہے ۔ اندازہ ہے کہ اس علاقے میں ۹۰ لاکھ ٹن کوئلہ ہوگا ۔ ماجری کے علاقہ میں واقع کان سے ماہانہ ۵۰۰ ٹن کوئلہ دستیاب ہوتا ہے ۔ ڈھوگ گوس اور تلوسہ کے علاقہ میں کوئلے کی کان دریافت ہوگئی ہے ۔ اس علاقے کا کوئلہ اونچے درجے کا ہے ۔ ایک اندازہ کے مطابق یہاں دس ہزار لاکھ ٹن کوئلہ موجود ہے ۔ چاندہ کے علاقے میں دو کانوں میں کام شروع کر دیا گیا ہے ۔ تیسری کان میں بھی مشنری لگائی جا رہی ہے ۔ اندازہ ہے کہ یہاں دس ہزار لاکھ ٹن کوئلہ ہوگا ۔ بلار پور کے علاقے میں کان دریافت ہو چکی ہے ۔ اندازہ ہے کہ یہاں ۲۰ ہزار لاکھ ٹن کوئلہ موجود ہے ۔

کوئلے کی کانیں بھی اس ضلع میں دریافت کی جا رہی ہیں ۔ حکومت ہند کے ماہرین ارضیات نے اس علاقہ کا سروے کیا ہے ۔ ان کی معلومات کے مطابق یہاں لوہارہ کے مقام پر لوہے کا ذخیرہ ۳ سے لیکر ۴ میل لمبا اور [illegible] گز چوڑی جگہ میں ڈیڑھ سو تا ۲۰۰ فٹ اونچا ہے ۔ اندازہ ہے کہ یہاں ۲۰۰ لاکھ ٹن معدنی دولت موجود ہے آسولا کے مقام پر ۴ لاکھ ٹن لوہا پایا گیا ہے ۔ دیو گاؤں کے مقام پر ۲ لاکھ ۴۳ ہزار ٹن لوہا موجود ہے ۔ پیپل گاؤں میں ۲ لاکھ ۲۹ ہزار ٹن لوہا موجود ہے ۔ پھوسر کے مقام پر کئی لاکھ ٹن لوہا موجود ہے ۔ تانبے کی کانیں بھی دریافت ہوئی ہیں ۔ چاندہ ضلع میں واقع تھانہ واسلہ کے مقام پر ۶ ہزار فٹ کی لمبائی میں تانبہ کا ذخیرہ موجود ہے ۔ سورج گڑھ کے مقام پر دس لاکھ ٹن لوہے کا ذخیرہ دریافت ہوا ہے ۔ چاندہ تحصیل میں واقع مہار واڑی کے مقام پر بیریم سلفیٹ کا ذخیرہ دریافت کیا گیا ہے ۔ جو رنگ تیار کرنے کے معاملے میں کام آتا ہے ۔

مذکورہ بالا اشیاء کے علاوہ ہیرے، سونے، تانبے اور مینگنیز کی کانیں بھی موجود ہوں گی جس کے متعلق سروے جاری ہے ۔ ضلع چاندہ میں بیئر کا ایک کارخانہ قائم کیا گیا ہے ۔ ضلع چاندہ کے قریب ایک صنعتی آبادی قائم کی گئی ہے بنکروں کے لئے ایک صنعتی آبادی الگ سے قائم کی گئی ہے جہاں رنگ کے کام کے لئے چار ڈائنگ ہاؤس بھی تعمیر کئے گئے ہیں ۔ غرضکہ ضلع چاندہ میں صنعتی ترقی کا زبردست امکان موجود ہے ۔

جلگاؤں :- جلگاؤں نے صنعتی لحاظ سے کافی ترقی نہیں کی ہے ۔ بجلی پر چلنے والے اور جہاں دس مزدور کام کرتے ہوں ایسے کارخانے نیز بجلی کے بغیر چلنے والے کارخانے جہاں ۲۰ مزدور کام کرتے ہیں انھیں فیکٹری ایکٹ کے تحت درج رجسٹر کیا جاتا ہے ۔ اس قسم کے تقریباً ۲۰۰ کارخانے یہاں قائم ہیں ۔ اس ضلع میں کپڑے کی چند ملیں بھی ہیں ۔ اس ضلع میں کپاس کی کاشت زیادہ ہوتی ہے ۔ لہٰذا کپڑوں کی ملوں کے علاوہ جننگ اور پریسنگ کے کارخانے بھی ہیں ۔ ضلع میں ۲، جننگ اور ۳۶ پریسنگ کے کارخانے قائم ہیں ۔ تقریباً ۹ ہزار مزدور ان کارخانوں میں کام کرتے ہیں ۔ اور ہر سال تقریباً ۲ لاکھ کپاس کی گانٹھیں باہر روانہ کی جاتی ہیں ۔ ضلع میں مونگ پھلی کی پیداوار بہت کافی ہے ۔ لہٰذا متعدد آئل مل بھی ہیں ۔ کھانے کا تیل بڑی مقدار میں پیدا کیا جاتا ہے ۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں ۳۷ تیل کی ملیں یہاں قائم کی گئی تھیں جو بعد میں بند ہوگئیں ۔ مگر اب دوبارہ شروع کی گئی ہیں ۔

امنڈول کے مقام پر ہاتھ کے کاغذ کا کارخانہ ہے اس کارخانہ کا کاغذ تاجروں کے بہی کھاتے کے کام آتا ہے ۔

ضلع میں بجلی پیدا کرنے والے مرکز ۹ مقامات پر قائم ہیں۔ لیکن اس کے باوجود صنعتی ترقی کیلئے مزید بجلی درکار ہے۔ چنانچہ بھساول کے قریب ایک بہت بڑا پاور اسٹیشن قائم کرنے کی کوشش جاری ہے۔ بسکٹ ٹانی چاکلیٹ وغیرہ کا ایک کارخانہ بھی ہے جو کافی ترقی کر چکا ہے۔ آتش بازی کا بھی ایک کارخانہ ہے۔ جہاں ڈیڑھ سو مزدور کام کرتے ہیں۔ اس کارخانے کا مال بمبئی، پنجاب راجستھان، مدھیہ پردیش کے علاوہ ہندوستان کے باہر افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں بھی بھیجا جاتا ہے۔ اس ضلع میں اس قسم کے چار کارخانے ہیں جن میں سے ۲ بھساول میں ایک چالیس گاؤں میں اور ایک جلگاؤں میں ہے۔ بھساول میں حکومت ہند کے محکمۂ دفاع کی ایک آرڈیننس فیکٹری اور سنٹرل ریلوے کا ورکشاپ بھی ہے۔ جلگاؤں میں ایس ٹی کا ایک ورکشاپ بھی ہے۔ لوہے کے سامان کا ایک کارخانہ آئرن انڈسٹریز کے نام سے کھولا گیا ہے گڑ تیار کرنے کے ۳۲ چھوٹے موٹے کارخانے ضلع میں موجود ہیں۔ فاونٹین پین اور اس کی روشنائی بنانے کے ۶ کارخانے بھی ہیں۔ ضلع میں ۳۶ چھاپہ خانے ہیں اس کے علاوہ بیڑی کے کارخانے اور چمڑے کے کارخانے بھی ہیں۔ جلگاؤں میں ایک صنعتی آبادی قائم کی جا رہی ہے سرکاری سیکٹر کے بعض کارخانے اس ضلع میں تیسرے پنجسالہ پلان میں قائم کئے گئے ہیں۔ بجلی کی مانگ بڑھتی جا رہی ہے۔ بجلی کی سپلائی کے بعد یہ علاقہ کافی ترقی کر سکتا ہے۔

بیڑ :- دیہاتی علاقوں میں چھوٹے بڑے صنعت و حرفت کے کارخانے زیادہ بڑھ جانے سے اور روزگار کی آمدنی زیادہ ملنے کی وجہ سے آبادی کو آسانی اور سہولتیں مل سکتی ہیں۔

قریب کے دیہاتی علاقوں کے کارخانوں میں مشینوں کی کمی ہونے کی وجہ سے کاروبار زیادہ وسیع نہیں ہے۔ اس لئے یہاں کے دیہاتوں کو ترقی دینے اور خوبصورت بنانے کے لئے ضروری ہے۔ بیڑ ضلع میں آج قریب قریب ۹۳ صنعت و حرفت کے کارخانے موجود ہیں۔

ہینڈلوم کی مدد کے لئے ۷۵،۶۵۳ روپیہ دینے کے علاوہ ہینڈلوم کے اوزار خریدنے کے لئے ۲۳،۶۰۰ روپیہ امدادی طور پر دیا گیا ہے۔

اونی کپڑے کے کام کرنے والے کارخانوں کو سینٹرل گورنمنٹ کی جانب سے ۱۰،۰۰۰ روپیہ قرض دیا گیا۔

تیلی۔ چمار۔ کمہار وغیرہ کاروباری شاخوں کو ۲،۳۰،۵۰۰ روپئے قرض دیئے گئے ہیں۔

تیل نکالنے کے اوزار خریدنے کے لئے ۲۷،۵۰۰ روپئے کی گرانٹ دی گئی ہے۔ ضلع کی صنعتی شاخوں کے لئے ۶۰۰۰ روپے قرض دیئے گئے ہیں۔

چھوٹے کارخانوں کو وسعت دینے کے لئے سہ سالہ منصوبہ میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

ضلع بیڑ میں صنعتی کارخانے زیادہ ترقی اس لئے نہیں کر سکے کہ یہاں کے کارخانے والے متحد ہو کر وقت سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں۔ حکومت نے پرلی میں صنعتی کارخانے جاری کرنے کے لئے ۸ لاکھ روپے منظور کئے ہیں۔

الوت محل :- الوت محل ضلع میں قابل ذکر بڑے کارخانے نہیں ہیں۔ اس لئے چھوٹے اور معمولی کارخانوں کو بڑھانے کے لئے توجہ دی گئی ہے۔ الوت محل ضلع میں کارخانوں کی الگ الگ شاخوں کے پلان کے لئے ۱۹۵۸-۵۹ء میں ایک سینیئر انڈسٹریز انسپکٹر رکھا گیا۔ اور اس کو علاقے کے حدود کے صنعتی کاروبار کا ذمہ دار بنا دیا گیا۔ اس آفیسر سے بجلی سپلائی کی مدد دینا، مشینوں کو ہائر پرچیز طریقہ پر سپلائی کرنا۔ الگ الگ کارخانوں کو زیادہ سے زیادہ مدد کرنے کے اختیارات دیئے گئے۔

بجلی کی سپلائی کے لئے حکومت بہت سے چھوٹے کارخانوں کو اور دیہاتی مزدوروں کو مدد کر رہی ہے۔ فی الحال اس سلسلہ میں ۱۳ کارخانے کام کر رہے ہیں۔

چھوٹے صنعتی تعلیمی کورس :- منصوبہ کے زمانہ میں الگ الگ (دو کلاس) جماعت میں صنعتی تعلیمی سکول کھولے گئے۔ یہ تو بتا ہی چکے ہیں کہ اس اسکول میں ۴۰۶ طالبعلموں نے صنعت کے جدا جدا کورس حاصل کرلئے ہیں۔

منصوبہ کے مطابق بہت جلد پاندھرا کوڑا) گاؤں میں چمڑے کی صنعت کے متعلق سکول جاری کیا جائے گا۔ اسی کے ساتھ (لوپسد گاؤں) میں ایک اسکول جاری کیا جائے گا —— (دارود) میں بیت اور بانس کا کام سکھانے والی سکول اور (دگرس) میں سوتی کام سکھانے کی سکول شروع کرنے میں آئیگی۔ کھادی اور صنعتی بورڈ کی جانب سے سکیم کے الگ الگ شاخوں کی سوسائٹیوں کو ۸۶۰۰۰ روپیے دیا گیا۔ اس کے علاوہ ۴۶ ماہر کاریگروں کو ملاکر ۴۶۴۷۰ روپیہ قرض دیا گیا۔ اوت محل دھامن گاؤں راستہ پر مزدوروں کی آبادی کے لئے ایک بستی بنانے کے لئے ۲۵ ایکڑ زمین میں مکانات بنائے جائیں گے۔ یہاں بہت سے چھوٹے بڑے کارخانے بھی شروع کئے جائیں گے۔

رتنا گیری میں اُدھیم نگر کی صنعتی آبادی

رتنا گیری میں ادیم نگر نامی ایک صنعتی آبادی کی تعمیر کا کام اگست ۱۹۶۳ء میں شروع ہوا تھا۔ دسمبر ۱۹۶۴ء تک صنعتی آبادی کے پہلے حصے کے طور پر ۲۰ کارخانوں کی عمارت کی تعمیر مکمل ہو جائے گی۔ صنعتی کوآپریٹیو سوسائٹی نے اس سلسلے میں تیزی کے ساتھ کام شروع کر دیا ہے۔ ضلع رتنا گیری صنعتی اعتبار سے بہت پسماندہ ہے۔ چنانچہ یہاں یک صنعتی آبادی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس صنعتی آبادی میں کارخانہ قائم کرنے والے کارخانہ داروں کو میونسپلٹی کی جانب سے پانی ضلع پریشد کی جانب سے سڑک کی روشنی۔ گندے پانی کی نالیوں۔ کھیل کے میدان اور پارک کا بندوبست کیا جائیگا صنعتی آبادی میں بنک۔ پوسٹ آفس ٹیلی فون۔ اسپتال وغیرہ کی سہولتیں دی جائیں گی۔ اور مختلف قسم کے کارخانے قائم کئے جائیں گے۔ گوا کے ایک کارخانہ دار کو رتنا گیری میں لوہے کا کارخانہ قائم کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ رتنا گیری میں ایک ہوائی اڈہ بھی تعمیر کیا جا رہا ہے۔ اور بمبئی کی طرح رتنا گیری کی بندرگاہ کو سال کے بارہ مہینے قابل استعمال بنانے کی پوری پوری کوشش جاری ہے۔ ان انتظامات کی تکمیل کے بعد رتنا گیری کی صنعتی آبادی کا مستقبل نہایت شاندار ہو جائے گا۔ پہلی قسط میں ۲۰ کارخانے صنعتی آبادی میں قائم کئے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد دوسری قسط میں مزید ۲۰ کارخانے قائم ہوں گے۔

مذکورہ بالا صنعتی کوآپریٹیو سوسائٹی میں کوکن کے مسلمانوں نے بھی حصہ لیا ہے۔

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ مسٹر نائک نے صنعتی آبادی کے قیام پر جو پیغام دیا تھا اس میں کہا ہے کہ رتنا گیری کی صنعتی کوآپریٹیو سوسائٹی نے ادیم نگر میں صنعتی آبادی قائم کرنے کے لئے جو اقدام کیا ہے اس سے کوکن کی صنعتی ترقی کا باب زریں شروع ہو رہا ہے۔ اسی طرح مہاراشٹر کے وزیر صنعت مسٹر بردے نے کہا ہے کہ کوآپریٹیو سوسائٹی نے مختلف مشکلات کے باوجود صنعتی آبادی قائم کرنے کے سلسلے میں حوصلہ مندانہ اقدام کیا ہے جو انتہائی قابل قدر ہے۔ میری خواہش ہے کہ کوکن کی صنعتی ترقی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو جائے۔ اسی طرح مہاراشٹر کے وزیر زراعت مسٹر بالا صاحب دیسائی نے بھی صنعتی آبادی کی اسکیم کی تعریف کی ہے۔

صنعتی آبادی کے قریب کارخانہ داروں اور کاریگروں اور مزدوروں کی رہائش کے لئے بھی سوسائٹی نے کھلی جگہ خرید لی ہے جس پر رہائشی مکانات کی تعمیر عنقریب شروع ہوگی۔ ادھیم نگر کے ڈائرکٹروں میں شری کے بی شرکے (چیرمین) ایڈوکیٹ جی ایس ساونت دیسائی (وائس چیرمین) شری آر این سردے۔ شری ایم ڈی نائیک۔ شری این این ملشٹے۔ شری جی جی پورو ھن اور شری ایل پے جے (ایم ایل اے) شامل ہیں۔ تقریباً پینتالیس صنعت کار اور صنعتی ادارے ادھیم نگر سوسائٹی کے ممبر ہیں۔ ادھیم نگر میں کارخانے کے لئے مزید ۱۲ اشیڈ آئندہ دسمبر ۱۹۶۴ء تک بن کر تیار ہوں گے۔ اس طرح ادھیم نگر کی پہلی اسٹیج کا کام پورا ہوگا۔

بمبئی عظمیٰ کے چند صنعتی ادارے

ضلع گریٹر بمبئی میں جو فورٹ سے تھانہ کی حدود تک پھیلا ہوا ہے بے شمار صنعتیں ہیں۔ جن میں سے بعض بڑی صنعتوں کے زمرے میں آتی ہیں۔ اور بعض فیکٹری ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کروائی ہوئی چھوٹی صنعتیں ہیں۔ اِن سے ہٹ کر بھی بمبئی میں ایسے ہزارہا چھوٹے چھوٹے کارخانے موجود ہیں۔ جو رجسٹرڈ نہیں ہیں۔ اگر اِن سب کی فہرست دی جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے گا۔ جو زیادہ سودمند نہ ہوگا۔ بعض اہم صنعتوں اور کارخانوں کے نام و پتے ذیل میں دیئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں مزید تفصیلات ڈائرکٹر آف انڈسٹریز حکومتِ مہاراشٹر سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

تیل تیار کرنیوالے کارخانے عبدالستار احمد بھائی آئل ملز۔ ڈونگری۔ بمبئی ۹۔ آصف آئل ملز ۸۲ جیل روڈ۔ نرسنگھ پورا۔ بمبئی ۹۔ بمبئی آئل ملز پرائیوٹ لمیٹڈ ۵ سنیت روڈ۔ مجگاؤں بمبئی ۱۰۔ بھائیکلہ آئل مل۔ نزد بائیکلہ ریلوے اسٹیشن۔ ڈلائل روڈ۔ بمبئی ۲۷۔ محمدی آئل مل۔ ۸۳ جیل روڈ۔ نرسنگھ پورا۔ بمبئی ۹۔ میسرز ضیاء الدین لیٰسین صاحب آئل مل۔ ۳۳ امام باڑہ۔ باب اسٹینڈنگ روڈ۔ بمبئی ۹۔

تمباکو بنانیوالے کارخانے کراؤن ٹوباکو کمپنی۔ جائل روڈ۔ باندرہ بمبئی ۵۰۔ میسرز مارکوپولو اینڈ کمپنی کالاچوکی پریل۔ بمبئی۔ میسرز ماسٹر ٹوبیکو کمپنی (انڈیا) لمیٹڈ ۳۶۔ ۳۷۔ مہالکشمی بیچ۔ بمبئی۔

آرٹ سلک کے کارخانے امر سلک ملز۔ نیو اسلام ملز کمپاؤنڈ۔ کری روڈ۔ بمبئی ۱۳۔ بھارت ٹیکسٹائلز سرودیہ مل کمپاؤنڈ۔ ۱۳۶۔ تاڑدیو روڈ بمبئی ۷۔ ماڈل سلک ملز سرودیہ مل کمپاؤنڈ۔ تاڑدیو۔ بمبئی ۷۔ اورینٹ ٹیکسٹائل انڈسٹریز۔ ۷۳ ا۔ مولانا ابوالکلام آزاد روڈ۔ مدنپورہ بمبئی ۸۔

چمڑے کی صفائی کے کارخانے ماڈرن میسرز کوآپریٹو سوسائٹی لمیٹڈ۔ ۲۲ دھاراوی روڈ بمبئی ۱۷۔ انا پونے واڑی سٹیزی۔ دھاراوی بمبئی ۱۷۔ میسرز کیلانی ٹریڈنگ کمپنی دھاراوی بین نمبر ۱ پال واڑی دھاراوی۔ بمبئی ۱۷۔ میسرز انڈیا گوٹ اسکن کارپوریشن لمیٹڈ دھاراوی روڈ مسجد کے قریب۔ دھاراوی بمبئی ۱۷۔ میسرز عبدالرحیم امان علی خاں سوا کٹر واڑی دھاراوی۔ بمبئی ۱۷۔ ایسٹرن انڈیا کا لیدر یتن سیٹھ واڑی۔ دھاراوی بمبئی ۱۷

شیٹ گلاس کے کارخانے ماڈرن مررورکس ۱۷۔ ۹ سکھ جی بلڈنگ مجگاؤں۔ بمبئی ۱۰ میسرز گلاس اینڈ کو۔ سوبھاش بوس روڈ۔ ولے پارلے بمبئی ۵۷ پاینیر گلاس انڈسٹریز۔ ساکی ناکہ کرلا۔ اندھیری روڈ۔ بمبئی ۷۲ پرکاش مرر کمپنی۔ ۴۶۳۔ آرتھر روڈ۔ بمبئی ۷۔ مجگاؤں گلاس ورکس۔ چھاسپی کھیم جی روڈ۔ پرانی انجیر واڑی۔ مجگاؤں بمبئی ۱۰

دواساز کمپنیاں میسرز ڈاکٹر بال چندر لیبوریٹوریز۔ ۲۱۵ جرنی روڈ۔ بمبئی ۴۔ میسرز فرانکو انڈین مینو فیکچرنگ پرائیوٹ لمیٹڈ۔ بایونگر ہاربنی وہلار ڈ حاجی علی۔ بمبئی ۱۸ میسرز فاٹن اینڈ کمپنی۔ ڈاکٹر الیما کمپاؤنڈ ساؤتھ روڈ۔ بمبئی ۱۰ میسرز گریٹ انڈسٹریل اینڈ فارماسیٹکل لیبوریٹوریز۔ A-19 سن مل کمپاؤنڈ۔ سن مل روڈ۔ لوئر پریل۔ بمبئی ۱۳۔ میسرز امپریل فارماسیٹیکل پروڈکٹ، ۴۹۔ ڈاکیارڈ روڈ مجگاؤں۔ بمبئی ۱۰۔ میسرز نوگی اینڈ کمپنی۔ دیونار۔ چیمبور بمبئی ۷۱۔ میسرز کوشین کیمیکل مینوفیکچرنگ ڈپارٹمنٹ۔ ۴۹۳ آرتھر روڈ۔ گھاس عالا اسٹیٹ بمبئی ۷۔ میسرز کے۔ ٹی۔ ڈونگرے۔ ڈونگرے واڑی۔ واڈھاولی چیمبور۔ بمبئی ۷۱۔ میسرز یکو لیبوریٹوریز۔ ۲۵ جریانی واڈیا روڈ۔ پریل۔ بمبئی ۱۲۔ میسرز دتا ترے کرشن سانتو کمپنی سانڈو واڑی۔ چیمبور۔ بمبئی ۷۱۔

پٹرول کیروسین۔ ڈیزل آئل تیار کرنیوالی کمپنیاں میسرز انڈین آئل کمپنی انٹوپ

بل روڈ الابمبئی ۳۱ - مسرز کالٹیکس لمیٹڈ - مسرز برما شیل لمیٹڈ - مسرز ایسو لمیٹڈ - مسرز انڈو برما آئل کمپنی -

تجوریاں فرنیچر بنانیوالی کمپنیاں

مسرز ہندوستان اسٹیل پروڈکٹ دھوبی واڑی - ٹھاکر دوار روڈ بمبئی ۲ - مسرز ہند سیف کمپنی اِرکشا کلیم واڑی سوپر سٹا کے پیچھے گرانٹ روڈ بمبئی ۷ - مسرز پریمیر اسٹیل پروڈکٹ - کھاروا نجلی - جسٹی فاکلینڈ روڈ بمبئی ۴ - مسرز ہند سیف کمپنی - کلال واڑی - گوکھلے مینشن بمبئی ۲ - مسرز گودریج اینڈ کمپنی پریل بمبئی ۱۲ - مسرز کمپرا لمیٹڈ بمبئی -

اوزان تیار کرنیوالے کارخانے

مسرز این راؤ آئرن فاؤنڈری بیلنگٹن روڈ - نارتھ الانا کمپاؤنڈ اگری پاڑہ پولیس اسٹیشن کے سامنے بمبئی ۱۱ - مسرز اسٹانڈرڈ میکانیکل اینڈ آئرن ورکس پٹیل کمپاؤنڈ - جیتھوسٹ بیلنگٹن روڈ بمبئی ۸ - مسرز نادر شاہ اینڈ برادرس - ۱۰ اکھیت واڑی روڈ بمبئی ۴ -

برقی آلے تیار کرنیوالے کارخانے

مسرز سولار الیکٹرک ٹریڈنگ کمپنی - ۱۴۱ - ڈی - مولانا آزاد روڈ بمبئی ۱۱ - مسرز ہندوستان وائر پروڈکٹس انڈسٹریز ۴۸ - اے - ساکی ناکہ - کرلا - مسرز تھرمو پلاسٹک انڈسٹریز ۱۷۵ کالاچوکی روڈ - لال باغ - بمبئی ۱۲ - مسرز نیو انڈیا کیبل کارپوریشن ڈری بکھی ورلی مل اسٹیٹ - ہینس روڈ بمبئی ۱۱ -

سینما فلمز اور چشمے بنانے والے کارخانے

مسرز انڈیا سینے لیبوریٹوریز - کینیڈی روڈ بمبئی ۷ - مسرز سلور ٹون فلم لیبوریٹوریز - ۳۰ گورنمنٹ گیٹ روڈ - پریل بمبئی ۱۲ - مسرز کو اسٹ لیبوریٹوریز - ۱۱۹ مین روڈ - دادر بمبئی ۱۴ - مسرز باٹلی والا اینڈ ہومی لمیٹڈ - ۱۶۲ پی تارد یو روڈ - باٹلی والا - اگیاری کمپاؤنڈ بمبئی ۷ - میسور ملم پارس عبدالرحمٰن اسٹریٹ بمبئی ۳ -

گھڑیاں بنانیوالے کارخانے

مسرز انٹرنیشنل واچ ٹریڈنگ کمپنی - ۶۷ - ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی ۳ - مسرز نیشنل واچ کمپنی، کارنر شیفرڈ روڈ و کلیر روڈ - بمبئی ۸ - مسرز دی یونائیٹڈ واچ کمپنی - ۸۹ عبدالرحمٰن اسٹریٹ بمبئی ۳ - مسرز ویسٹ اینڈ واچ کمپنی ہیڈ شاپ - اسپلینڈ - فورٹ بمبئی ۱ -

فاؤنٹین پین بنانے والے

مسرز باٹلیوالا پن اینڈ کلپ انڈسٹریز - ۶۶ - بی مدن مرتن حلاطر بمبئی ۱۴

مسرز اشوک ٹریڈنگ کمپنی - ۳۵ بمبئی ٹمبر مارکیٹ - رے روڈ - بمبئی ۱۰ - مسرز اپشن آرٹ انڈسٹریز - ۲۸۳ بلاسس روڈ - بمبئی ۸ -

دودھ اور دودھ کی اشیاء بنانیوالی کمپنیاں

مسرز گورنمنٹ سنٹرل ڈیری - آرے کالونی بمبئی - مسرز ورلی ڈیری - ورلی بمبئی ۱۸ - مسرز پارسی ڈیری فارم - پرنسس اسٹریٹ - بمبئی - مسرز پیور آئس کریم کمپنی - لوگرو روڈ ورلی بمبئی ۱۸ - مسرز جوائے آئس کریمس - ۸۲ ڈاکٹر اینی بسنٹ روڈ ورلی ناکہ - ورلی بمبئی ۱۸ - مسرز کیڈبری چاکلیٹ کمپنی - پیڈر روڈ - بمبئی -

پھلوں، ترکاریوں سے مفرح اشیاء نیز شربت وغیرہ بنانیوالے

مسرز اے کالورٹ اینڈ کمپنی ۹۲/۹۰ مجگاؤں روڈ - بمبئی ۱۰ - مسرز ڈی اینڈ پی پروڈکٹس پرائیوٹ لمیٹڈ - مین بمبئی آگرہ روڈ - بھانڈوپ بمبئی ۷۸ - مسرز پیور پروڈکٹس اینڈ مدھو کیننگ لمیٹڈ - سائن ٹرامبے روڈ - گوونڈی بمبئی ۷۱ - مسرز ڈی - رائزس چاکلیٹ اینڈ کیننگ کمپنی بھوانی شنکر روڈ - دادر بمبئی ۲۸ -

آٹا تیار کرنیوالی چکیاں (فلورملز)

مسرز بالاجی فلورملز - ۳۰۰ ڈنکن روڈ بمبئی ۴ - مسرز ڈنکن فلورملز ۳۴۴ ڈنکن روڈ - بمبئی ۴ - مسرز ولسن فلورملز کمپنی لمیٹڈ - ہانوک برج - جینج بندر روڈ - بمبئی ۹ - ہندوستان فلورملز - ڈنکن روڈ - بمبئی ۹ -

وناسپتی تیار کرنیوالے کارخانے

مسرز ہندوستان لیور لمیٹڈ - حاجی بندر - سیوڑی بمبئی ۱۵ - مسرز انڈین ویجیٹیبل پروڈکٹس لمیٹڈ - آرچیڈ بنگلہ روڈ - رے روڈ کے آخر میں - گھوڑاپ دیو - بمبئی ۱۰ - احمد عمر بھائی آئل ملس - ڈونا نکی روڈ - بمبئی ۸ -

کپڑے تیار کرنیوالی ملیں

مسرز اپالو ملز لمیٹڈ - ڈلائل روڈ - چنچ پوکلی - بمبئی ۱۱ - مسرز بمبئی ڈائنگ اینڈ مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹڈ - الفنسٹن روڈ - گراہم روڈ - بمبئی ۱ - مسرز براڈ برے ملز لمیٹڈ - مولانا آزاد روڈ - جیکب سرکل - بمبئی ۸ - مسرز ڈان ملز کمپنی لمیٹڈ - فرگوسن روڈ لوور پریل بمبئی - مسرز فنلے ملز ۱۰ - ۱۱ گورنمنٹ گیٹ روڈ - پریل - بمبئی ۱۲ - مسرز انڈیا یونائیٹڈ ملز لمیٹڈ (مل ۱) سپاری باغ روڈ - پریل بمبئی ۱۲ - مسرز کھٹاؤ مکانجی اسپننگ اینڈ ویونگ کمپنی لمیٹڈ - ہینس روڈ - بھائیکلہ بمبئی - مسرز کوہ نور ملز کمپنی لمیٹڈ - لیڈی جمشید جی روڈ - دادر بمبئی -

مسرز موہنکس ملز لمیٹڈ لوور پریل بمبئی ۱۳ - مسرز پودار ملز لمیٹڈ جنیم بوکل بمبئی ۱۱ - مسرز سکسیریا کاٹن ملز لمیٹڈ - لوور پریل بمبئی ۱۳ خٹری رام ملز لمیٹڈ - پریل - بمبئی - مسرز ٹاٹا ملز لمیٹڈ دادر روڈ - پریل بمبئی ۱۲ -

افزائش حسن کی اشیا اور عطر بنانے والے ادارے مسرز بیان جی والا لمیٹڈ بائیکلہ بمبئی ۲۷ - مسرز ہندوستان پرفیومری ورکس کامبیکر اسٹریٹ بمبئی ۳ - مسرز اے حاجی اینڈ برادرس بھنڈی بازار بمبئی ۳

رنگ اور اس سے متعلقہ اشیا تیار کرنیوالے مسرز جانسن اینڈ نکلسن لمیٹڈ بمبئی مسرز ساولار پینٹ اینڈ وارنش لمیٹڈ - ساکی ناکہ - واریک روڈ بمبئی

اوسہ کی تاریخی اہمیت

اوسہ کو تاریخ دکن میں اسوقت نمایاں مقام حاصل ہوا، جبکہ احمد نگر کی نظام شاہی سلطنت کے ایک اولو العزم وزیر ملک عنبر نے یہاں قلعہ فتح کیا اور اس کا نام عنبر پور رکھا جو بعد میں بگڑ کر امباپور ہو گیا۔ قلعہ مربع شکل کا ہے اور اس کے چاروں طرف دوہری دیواریں ہیں۔ بیجاپور کے حکمرانوں نے اس قلعہ کو تعمیر کیا تھا۔ یہاں ایک بہت بڑی توپ ہے جسکی لمبائی ۱۸ فٹ ہے اور اس پر نظام شاہ کا نام کندہ ہے۔ جب مغل خاندان کا شہنشاہ اورنگ زیب دکن کا صوبیدار تھا اسوقت یہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ اوسہ تعلقے کی جامع مسجد کا فن تعمیر بیجاپور کے فن تعمیر سے ملتا جلتا ہے۔ پرنڈہ کے قلعہ کی بنیاد بہمنی سلطنت کے نیک طینت وزیر محمود گاوان نے رکھی تھی۔ پرنڈہ تھوڑے عرصہ کیلئے نظام شاہی سلطنت کا دارالخلافہ رہا ہے ۱۶۰۵ء میں مغلوں نے جب احمد نگر پر قبضہ کرلیا تو نظام شاہی سلطنت کی راجدھانی پرنڈہ میں منتقل کی گئی تھی۔ اورنگزیب کی دکن کی صوبیداری کے زمانہ میں اس میں کچھ کمی واقع ہوگئی۔ قلعہ ہنوز کچھ اچھی حالت میں ہے لیکن پرانی بستی اجڑ رہی ہے۔ آس پاس کی اور اجڑی ہوئی بستیوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ایک زمانہ میں یہ علاقہ کافی آباد تھا۔

ثریا محمود ندرت

غزل

شمع کی طرح سے جل جل کے سحر کرتے ہیں
زندگی اپنی ہم اس طور بسر کرتے ہیں

اک اسی آس میں ہم عمر بسر کرتے ہیں
دیکھیں کب جانب دل آپ نظر کرتے ہیں

پھونک دیتا ہے قفس کو بھی ہمارے صیاد
ہم کبھی نالہ و فریاد اگر کرتے ہیں

سوزش دل کا مداوا جو کروں تو کیسے ؟
میرے آنسو بھی کہاں اُن پہ اثر کرتے ہیں

جیب و دامن کا بھلا ذکر ہی کیا ہے ناصح
اہل دل چاک محبت میں جگر کرتے ہیں

تب کہیں داد سخن ملتی ہے ندرت ہم کو
صرف اشعار میں جب خون جگر کرتے ہیں

مہاراشٹر کے صنعتی ادارے

مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق ریاست مہاراشٹر میں ۳ لاکھ ۲۰ ہزار ۶۰۴ فیکٹریاں اور ورکشاپ ہیں — ان میں سے ۲ لاکھ ۲ ہزار ۵۰۸ کارخانے دیہی علاقوں میں اور ۱ لاکھ ۱۷ ہزار ۹۵ کارخانے شہری علاقوں میں ہیں۔ چونکہ بڑی بڑی صنعتوں کے کارخانے شہری علاقوں میں ہیں۔ لہذا شہری علاقوں میں مزدوروں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔

مہاراشٹر مزدوروں کے لحاظ سے ملک کی دوسرے نمبر کی ریاست ہے۔ مہاراشٹر میں کپڑے کی صنعت سب سے بڑی صنعت ہے۔ یہاں کپڑے کی چھوٹی بڑی ۳۸ ہزار ۴۳ ملیں ہیں جن میں ۳ لاکھ ۳۱ ہزار ۸۰۳ مزدور کام کرتے ہیں۔ تمباکو کی صنعت سے تعلق رکھنے والے ادارے ۳۹ ہزار ۵۱۸ ہیں۔ جن میں ایک لاکھ ۳۷ ہزار ۳۲۴ مزدور کام کرتے ہیں۔ دھاتوں کی صنعت سے تعلق رکھنے والے ادارے ۲۴ ہزار ۵۵ ہیں۔ جن میں ۱ لاکھ ۱۲ ہزار ۹۵۰ مزدور کام کرتے ہیں۔ غذا سے تعلق رکھنے والے ادارے ۲۴ ہزار ۱۵۴ ہیں۔ جن میں ۱ لاکھ ۱ ہزار ۸۷ مزدور کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح دوا سازی کے ۲ ہزار ۲۶۰ کارخانے ہیں۔ جن میں ۳۹ ہزار ۳۴۳ اشخاص برسر روزگار ہیں۔ چرم سازی کی صنعت کے ۲۳ ہزار ۲۷۰ کارخانے ہیں۔ جن میں ۳۹ ہزار ۳۸ اشخاص کام کرتے ہیں۔ چھاپہ خانوں کی صنعت کے ادارے ۲ ہزار ۳۸۹ ہیں۔ جن میں ۲۸ ہزار ۱۴۰ مزدور ہیں۔ اور مختلف قسم کی دوسری چھوٹی موٹی صنعتیں ہیں جو ترقی کر رہی ہیں۔

ربر اور کاغذ کی صنعت تین اضلاع میں ہے۔ بمبئی عظمیٰ، پونہ اور ناگپور۔ اس صنعت کے اہم مرکز ہیں — پرنٹنگ اور پبلشنگ بھی ان تین اضلاع میں شامل ہے۔ چرم سازی کی صنعت ریاست کے تمام اضلاع میں موجود۔ بمبئی عظمیٰ میں ربر، پیٹرول کوئلہ اور کیمیکل کی صنعتیں پائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد پونہ اور ناگپور کا نمبر آتا ہے۔ جہاں تک مرغی پالنے کی صنعت کا تعلق ہے تمام مہاراشٹر میں اس کے مختلف قسم کے شعبے پائے جاتے ہیں۔ کولہاپور میں البتہ مرغی پالنے کے ادارے زیادہ ہیں۔ مہاراشٹر کے دوسرے اضلاع کے علاوہ بھنڈارہ، ناگپور، شولاپور، پونہ کولہاپور اور ناسک کے اضلاع میں مختلف قسم کی صنعتیں قائم ہیں۔

صنعتوں کی ترقی کا دارومدار آج کل بجلی کی طاقت پر ہے۔ اور بجلی کی کھپت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صنعتیں کہاں تک ترقی کر سکتی ہیں۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں بجلی کی کھپت ۸۱۶ ملین کیلو واٹ تھی۔ واضح رہے کہ ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے اور سنہ ۱۹۶۱ء میں بجلی کی کھپت ایک لاکھ ۶۲۰ ملین کیلو واٹ تک پہنچ گئی۔ سنہ ۱۹۶۲ء میں بجلی کی کھپت دو لاکھ ۱۴۸ ملین کیلو واٹ ہو گئی۔ اور امید ہے کہ ابھی اس میں مزید اضافہ ہوتا جائیگا۔

کوئنا کی بجلی کا منصوبہ مکمل ہونے کے بعد ریاست میں بجلی کی مانگ کو آسانی سے پورا کیا جا سکتا ہے ریاست میں اب بہت بڑی تعداد میں ایسے کارخانے موجود ہیں جہاں بجلی کا استعمال نہیں ہوتا۔ بہر حال بجلی کی مانگ بہت زیادہ ہے۔ اور حکومت بجلی کی مانگ کو پورا کرنے کی کوشش میں مصروف ہے اور جب بجلی کی مانگ پوری ہو جائے گی اس وقت ریاست مہاراشٹر صنعتی اعتبار سے صفِ اول کی ریاست مانی جائے گی —

کارخانے اور ملیں

گذشتہ دس سالوں میں ریاست مہاراشٹر میں کارخانوں میں کافی اضافہ ہوا ہے جس کا اندازہ مندرجہ ذیل گوشوارہ سے بخوبی ہوسکیگا۔ ریاست کے خاص خاص پیشوں میں کپڑے کی ملوں کے علاوہ عام طور پر بجلی کے ذریعہ انجینیرنگ، شکر کے کارخانے، دواؤں کے کارخانے بناسپتی تیلوں کے کارخانے، کاغذ اور پٹھے کے کارخانے، صابن کے کارخانے وغیرہ ہیں۔ اسٹکچرل اور لائٹ انجینیرنگ دھاتیں (کیمیکل) اور ادویات صنعت جاری کی گئی ہے۔ اور اس میں خاطر خواہ ترقی ہوئی ہے ——

صنعت وحرفت (۱)	کارخانوں کی تعداد (۲) ۱۹۵۸ء	مزدوروں کی تعداد (۳)	کارخانوں کی تعداد (۴) ۱۹۵۹ء	مزدوروں کی تعداد (۵)
کپڑے کی ملیں	۳۷۷	۲۷۲۲۶۹	۳۸۶	۲۷۹۹۵۵
انجینیرنگ	۱۰۵۷	۶۷۴۲۶	۱۱۲۳	۷۲۹۶۰
کیمیکل	۲۰۲	۱۶۴۹۸	۲۱۵	۱۷۹۴۰
بناسپتی تیل	۳۳۵	۱۴۷۴۹	۳۴۱	۱۵۴۸۳
شکر	۲۱	۹۹۲۲	۲۵	۱۲۹۰۴
ریشمی اور مصنوعی ریشم	۳۸۰	۲۸۱۶۷	۴۱۲	۳۳۰۶۵
رنگ اور وارنش	۲۸	۱۶۰۴	۳۰	۱۶۹۲
صابن	۲۴	۳۵۸۲	۲۳	۳۷۸۴
کانچ اور کانچ کی اشیاء	۳۱	۷۹۷۴	۳۳	۷۵۲۲
کاغذ اور پٹھے	۲۰	۲۷۴۴	۱۹	۲۸۸۶
پلاسٹک گراموفون ریکارڈ	۱۵۶	۷۱۲۵	۱۵۵	۷۳۵۸
لوہا اور فولاد	۱۹	۲۹۸۴	۲۲	۳۳۳۲
موٹروں کے کارخانے	۱۹۴	۱۸۵۹۵	۲۰۰	۱۹۵۵۶
کپڑے بننے کے سامان ودیگر	۷۲	۶۶۹۰	۷۲	۷۰۹۳
سائیکل	۱۱	۱۹۴۶	۱۳	۱۹۵۹
پٹرول صاف کرنے کے	۲	۲۲۷۳	۲	۲۲۷۴

سنہ ۱۹۵۱ء کے صنعت وحرفت (توسیع وپابندی) قانون کے مطابق دیئے گئے اجازت ناموں (پروانوں) کی تعداد پر سے صنعتی ترقی کا اندازہ ہوگا ——

سنہ ۱۹۵۸-۵۹ء اور سنہ ۱۹۵۹-۶۰ء میں قدیم کارخانوں کے جاری رکھنے اور جدید کارخانوں کے اجرا کے پروانوں کی تعداد ۳،۷۴ تھی بالترتیب سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء میں اس قسم کے پروانوں کی تعداد ۲،۷۴ ہے۔

انڈسٹریل کوآپریٹو ــــــ امدادی شعبہ

دوسرے پنجسالہ پلان میں امدادی شعبہ میں صنعت و حرفت نے کافی توسیع و ترقی کی ہے۔ پہلے پنجسالہ پلان کے دوران ہاتھ ماگ (ہینڈلوم)، بنکر، چمڑا کمانے، گڑ وغیرہ مہاراشٹر میں شکر کارخانے جاری کئے گئے۔ اس امدادی شعبہ (کوآپریٹو سیکٹر) سنہ ۱۹۶۰-۶۱ء تک حسب ذیل ہوئی۔

قسم	رجسٹرڈ کارخانے	تیسرے پلان تک
شکر کے کوآپریٹو کارخانے	۲۰	۱۲
دھان	۳۹	۴۰
تلہن	۲۵	۶۰
کپاس دھنے و پریس کرنے	۳۸	۲۸

تیسرا پنجسالہ پلان اور صنعتی توسیع

ہماری ریاست میں تیسرے پنجسالہ پلان پر عمل درآمد کیا جارہا ہے۔ ریاست کو خوشحال و کامران بنانے کے لئے صنعتی میدان کو توسیع کیا جانا ضروری ہے۔ زراعت اور صنعت و حرفت کا پودا دوسرے پلان میں کافی نشو و نما پاچکا ہے۔ زراعت اور صنعت و حرفت کو ہم آہنگ بنانے کا بیڑا اب تیسرے پنجسالہ پلان نے اٹھایا ہے۔ زراعت دیہی ترقی کا پایہ ہونے کی وجہ سے اس کے اطراف چھوٹی صنعتوں کی عمارت کھڑی کی جارہی ہے۔ چھوٹی صنعتوں سے بڑی صنعتوں کو کافی فائدہ پہنچے گا۔ اسی طرح سے بڑی صنعتوں سے کاشتکاری کو کافی مدد ملے گی۔ کاشتکاری کو صنعت و حرفت سے جوڑنے کا بھی خاص مقصد ہے۔ اندہی ایک موثر ذریعہ ہے۔

سانگلی کے صنعتی اجتماع میں تقریر کرتے وقت ریاست مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ نے فرمایا:—

مہاراشٹر کے پلان میں زرعی صنعت و حرفت پر زیادہ زور دیا جانا چاہیے۔ دیہی علاقوں میں زراعت پر مبنی صنعت و حرفت کو رائج کرنا چاہیئے۔

بڑی صنعتوں کو ضروری مشینوں وغیرہ کے پرزے وغیرہ تیار کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی صنعتوں کو دیہی علاقوں میں زیادہ فروغ دینا ضروری ہے۔

اس سے بڑے بڑے شہروں میں جو آج صنعتی مراکز قائم کئے گئے ہیں ان کو تقویت پہنچے گی — اس لئے دیہاتوں میں اس قسم کی سہولتیں پیدا ہونی چاہئیں۔ لگائے ہوئے سرمایہ پر اگرچہ آج ہمیں معاوضہ نہیں ملے گا لیکن مستقبل میں اس سے کافی فائدہ کی توقع ہے۔

صنعتی مرکز کی ضرورت

مہاراشٹر میں موجودہ صنعت و حرفت کی تصویر کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مہاراشٹر میں ہر جگہ یکساں توسیع نہیں ہوئی ہے۔ صرف تین چار شہری علاقوں میں مہاراشٹر نے صنعتی ترقی حاصل کرلی ہے۔ اگر مہاراشٹر میں عام توسیع و ترقی مقصود ہو تو سب کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے قابل اقتصادی حالات پیدا کرنا ضروری ہے۔ اسی لئے صنعتی مرکز یا انڈسٹریل کو آپریٹو کی ضرورت ہے۔

(انڈسٹری کا میچ)

صنعتی بستیاں:- شہروں میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن اسے باقاعدگی نصیب نہیں۔ اس لئے چھوٹے موٹے شہروں میں بے قاعدہ صنعتی توسیع پر پابندی ضروری ہے۔ اسے باقاعدگی سے جاری کرنا چاہئے۔ اور اس سلسلہ میں ضروری عمارتیں۔ بجلی، پانی وغیرہ لوازمات مہیا کرنا ضروری ہے۔ اسی خیال نے صنعتی یا انڈسٹریل بستی کو جنم دیا۔ اگرچہ شہر کی گندی آبادیوں کے نشان مٹانے کا مقصد بھی اس میں مضمر ہے پھر بھی صحیح مقصد چھوٹی صنعتوں کو دیہاتی علاقوں میں مرکزی حیثیت دینا ضروری ہے۔

دیہاتوں میں صنعت و حرفت کو فروغ دینے کی غرض سے صنعتی بستیوں کی زیادہ اہمیت ہے۔ اسی طرح ان بستیوں پر ریاست کے دیہی اور غیر توسیع شدہ علاقوں میں رہنے والے باشندوں کی زندگی کو خوشحال بنانے کیلئے بہت بڑی کامیابی کا انجام دینا ہے۔

لوازمات:- اگرچہ ان بستیوں کی وجہ سے دیہی علاقوں میں چھوٹی چھوٹی صنعتیں اور کارخانے تعمیر کئے جا رہے ہیں پھر بھی یہ کام کچھ آسان نہیں ہے اس کام کیلئے سرمایہ کی سخت ضرورت ہے۔ جگہ اور بجلی و پانی کی ضرورت ہے۔ مشینری کی ضرورت ہے اسی طرح دیگر ضروری لوازمات کی فراہمی بھی ضروری ہے۔ اسی طرح تیار شدہ مال فروخت کرنے کیلئے مناسب جگہ کی ضرورت ہے۔ مزدور اور مال فروخت کرنے کے مرکز قریب ہونے چاہئیں۔ یہ سہولتیں دیہی علاقوں میں نہ ملنے کی وجہ سے کارخانہ کے مالک شہروں کا رخ کرتے ہیں۔ اس لئے حکومت دیہاتوں میں صنعت و حرفت کو فروغ دینے کیلئے ضروری لوازمات مہیا کردینے کیلئے مناسب ماحول پیدا کر رہی ہے۔

فروغ کر دینے کے قابل صنعتیں اور کارخانے:- صنعتی بستیوں میں کون کون سی صنعتیں رائج ہوسکتی ہیں۔ یہ بات اس بستی کے ماحول اور ضروری اشیاء کی فراہمی پر منحصر ہے پھر بھی ان بستیوں میں صنعتوں کو فروغ دینے کی غرض سے مندرجہ ذیل صنعتوں کو جاری کیا جاسکتا ہے۔

(۱) کاشتکاروں کے کام آنے والے اوزار تیار کرنے کے، پانی کے پائپ ٹریکٹر اور آئل انجن وغیرہ کی مرمت کے کارخانے۔

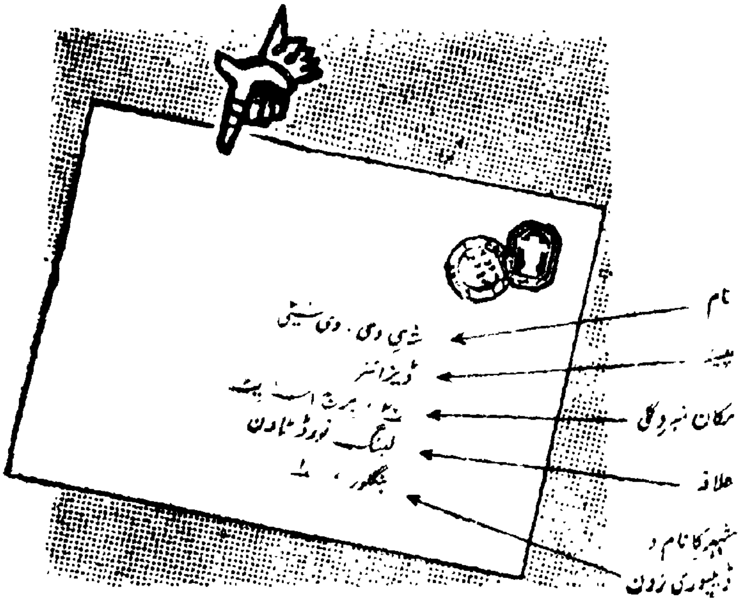
(۲) کاشت سے پیدا شدہ مال سے پکا مال تیار کرنے والے کارخانے۔

(۳) لوہے کے ضروری سامان مثلاً برتن۔ سکول اور کورٹ کچہریوں میں استعمال کی جانے والی اشیاء تیار کرنے والے کارخانے۔

(۴) دیگر ضروری اور قابل استعمال اشیاء تیار کرنے والے۔

(۵) بڑے کارخانوں کو اشیاء مہیا کرنے والے ضمنی کارخانے۔

چٹھیوں پر پتہ لکھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے



پتہ پورا ہو تو ڈاک
ٹھیک جگہ پر اور جلدی پہونچتی ہے



محکمہ ڈاک و تار



Khwaja Abdul Gafoor
I. A. S.



Situ Madhaorao Pagdi
I.A.S.



Salam Machli Shehri



M. Ishwar Raj Mathur
M.A. (Osmania) B.S.J. (U.S.A.)



Manek Tala B. S. C.



Naresh Kumar Shad



Prof. Nakhat



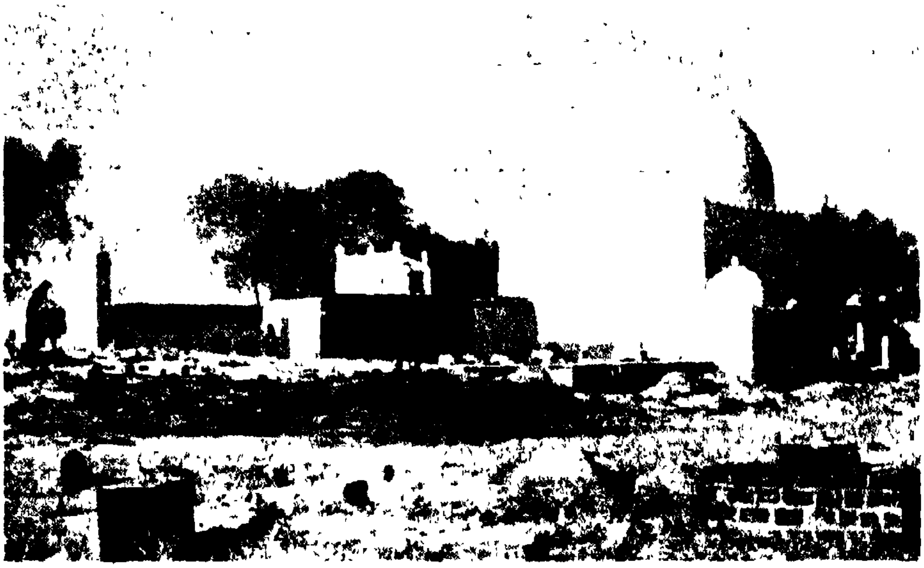
Meher Varolavi



Md. Hanif Khan B. Com., F.C.A.



At SHOLAPUR, Mr. A.H. Bubere Editor Subh-e-Ummid, during his tour of Maharashtra, with Collector of Sholapur Shri Mone, standing close to him and Journalist Party of Maharashtra



The famous Dargah of Hazrat Shah-msuddin Gazi at Osmanabad



Purna Hydro-Electric Project

سیتو مادھوراؤ پگڑی
ایم۔اے
(ایڈیٹر مہاراشٹر گزیٹیر بمبئی)

مرہٹوں کی تاریخ اور فارسی مؤرخین

ہندوستان کی تاریخ میں مرہٹوں نے جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں اس سے تاریخ کا ہر ایک طالب علم واقف ہے۔ مرہٹوں کا قومی ہیرو شیواجی کا عروج ۱۶۴۶ء میں ہوا۔ اسکی ابتدائی کوششیں ریاست بیجاپور کے خلاف رہیں۔ ۳۰ سال کی کوششوں کے بعد شیواجی نے ریاست بیجاپور کے پونہ، ستارہ، کولھاپور، رتناگری، کلیان اور قلابہ وغیرہ کے علاقے حاصل کئے اور مرہٹوں کی ایک زبردست ریاست کی بنیاد ڈالی۔

۱۶۵۶ء میں شیواجی اور مغل ان کے تعلقات شروع ہوئے۔ اس زمانہ میں شہزادہ اورنگ زیب دکن کا صوبیدار تھا۔ بیجاپور اور گولکنڈہ سلطنتیں فتح کر کے سلطنت مغلیہ میں شامل کرنے کا اس کا ارادہ تھا، چنانچہ اس نے ۱۶۵۶ء میں بیجاپور پر حملہ کیا اور اضلاع کلیانی اور بیدر فتح کئے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر شیواجی نے مغلوں کے علاقہ جنیر پر حملہ کیا۔ چونکہ شاہجہاں کی علالت کی خبریں پاکر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے دکن سے کوچ کیا۔ اس لئے مرہٹوں کی اور مغلوں کی یہ پہلی کشمکش اس وقت رک گئی۔ لیکن مرہٹوں سے جو خطرہ پیدا ہوا تھا۔ اس کو اورنگ زیب بھول نہ سکا چنانچہ تخت پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد اورنگ زیب نے دکن کی صوبیداری پر شائستہ خاں کا تقرر کیا۔ مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ختم کرنے کے احکام شائستہ خاں کو دئے گئے۔

اس زمانہ سے یعنی ۱۶۵۹ء میں مغل اور مرہٹے ان دونوں کے درمیان جو جنگ شروع ہوئی وہ ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب کے انتقال کے ساتھ ہی ختم ہوئی۔ اس پچاس سالہ جنگ میں اورنگ زیب کی جانب سے بڑے بڑے سپہ سالار مرہٹوں کے خلاف بھیجے گئے۔ شائستہ خاں، مہاراجہ جسونت سنگھ، مرزا راجہ جے سنگھ، مہابت خاں، شہزادہ معظم، بہادر خاں، خان جہان ظفر جنگ، دلیر خاں وغیرہ کا مرانے شیواجی کو قابو میں لانے کی کوششیں کیں۔ لیکن مرہٹوں پر قبضہ حاصل کرنے میں ان کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔

۱۶۸۰ء میں شیواجی کا انتقال ہوا۔ اس وقت مغلوں سے جنگ جاری تھی۔ شیواجی کے بعد اس کا لڑکا سمبھاجی تخت نشین ہوا۔ ۱۶۸۱ء میں اورنگ زیب کے شہزادہ اکبر نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کر کے سمبھاجی کے پاس پناہ لی۔ اس کے تعاقب میں اورنگ زیب ۲ لاکھ جرار فوج ہمراہ لیکر دکن میں آگیا۔ سمبھاجی نے اکبر کی حفاظت کا پورا بیڑا اٹھایا تھا۔ اور محض اس خاطر اورنگ زیب سے مقابلہ کرنے کے لئے وہ تیار ہو گیا۔

۱۶۸۱ء سے لیکر ۱۶۸۴ء تک مغلوں نے کئی طرف سے مرہٹوں کے ملک پر پے در پے حملے کئے۔ لیکن سمبھاجی نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کر کے مغلوں کو ہٹنے پر مجبور کیا اس سے مجبور ہو کر اورنگ زیب بیجاپور اور گولکنڈہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے ۱۶۸۶ء میں بیجاپور اور ۱۶۸۷ء میں گولکنڈہ فتح کر کے مغل سلطنت میں ضم کر دیا۔ اس عرصہ میں شہزادہ اکبر مہاراشٹر چھوڑ کر ایران پہونچ گیا۔ اس ۱۶۸۹ء کی جنگ میں اتفاقی طور پر سمبھاجی گرفتار ہوا اور مغلوں کے ہاتھوں بڑی بے دردی سے قتل ہوا۔ اورنگ زیب کا خیال یہ تھا کہ سمبھاجی کی موت اور اسکی بیوی

بچوں کی گرفتاری کے ساتھ مرہٹوں کی جنگ ختم ہو گی۔ لیکن اس کا اندازہ صحیح نہیں نکلا۔ مرہٹوں نے سمبھاجی کے بھائی راجہ رام اور راجہ رام کے انتقال کے بعد اس کی بیوی تارا بائی کی سرکردگی میں اپنی آزادی قائم رکھنے کے لئے جو سخت جد و جہد کی اس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں شاید ہی ملے گی۔ آخر کار ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب کا انتقال بمقام احمد نگر ہوا۔ مغلوں کی کمزوریاں مرہٹوں پر ظاہر ہو چکی تھیں، انھوں نے شمالی ہند کے علاقوں پر پے در پے حملے شروع کئے۔ ۱۷۵۰ء تک گجرات کا صوبہ مرہٹوں کے تحت آ گیا۔ اس سے قبل ۱۷۴۳ء میں انھوں نے صوبہ مالوہ فتح کر لیا تھا۔ ۱۷۵۱ء میں صوبہ اڑیسہ ان کے قبضہ میں آ گیا۔ ۱۷۵۲ء تک مرہٹے دہلی پہونچ گئے، اور افغانوں کے حملوں سے مغل ریاست کی حفاظت کی ذمہ داری انھوں نے قبول کی۔ چنانچہ اسی خاطر انھوں نے ۱۷۵۸ء میں پنجاب پر حملہ کیا۔ اور ۲۰ اپریل ۱۷۵۸ء کے روز لاہور فتح کر کے افغانوں کو پنجاب کے باہر کر دیا۔ اس واقعہ کا بدلہ لینے کے لئے احمد شاہ ابدالی شاہ افغانستان ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ ہندوستان کی حفاظت بیرونی حملوں کا مقابلہ اور مغلوں کی سلطنت کی حفاظت یہ تین مقاصد پیش نظر رکھ کر مرہٹوں نے ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں افغانوں سے مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں گو مرہٹوں کو شکست ہوئی، تاہم ان کے سخت مقابلہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان پر حکومت کرنے کا افغانوں کے منصوبوں کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ اس جنگ کے دس سال کے اندر مرہٹوں نے شاہ عالم کو دہلی کے تخت پر بٹھایا۔ اور ۱۸۰۳ء تک وہ مغل بادشاہ کے محافظ کی حیثیت سے دہلی اور آگرہ پر حکمراں رہے۔ انگریزوں کے مقابلہ میں جب مرہٹوں کو ۱۸۰۳ء میں شکستیں ہوئیں اس وقت مرہٹوں کی ریاست ہندوستان میں تقریباً ۷ لاکھ مربع میل کے علاقہ پر پھیلی ہوئی تھی ہندوستان کے آج کے رقبہ کے مطابق تقریباً ۱۲ لاکھ مربع میل یعنی ہندوستان کے بیشتر حصہ پر انگریزوں کے مقابلہ کے قبل مرہٹے قابض ہو چکے تھے۔

یہ ہیں اس قوم کے عظیم الشان کارنامے۔ مرہٹے اور مغلوں کی جنگیں محض سیاسی تھیں ان کی نوعیت کو مذہبی قرار دینا کسی حالت میں بھی درست نہیں ہے۔ مغلوں کی پالیسی پورے ہندوستان کو اپنے تصرف میں لانے کی تھی۔ ان کی مہمات سے بیجاپور گولکنڈہ وغیرہ سلطنتیں بچ نہ سکیں مرہٹوں نے مغلوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا۔ یہ ان کا عظیم کارنامہ ہے۔ اٹھارہویں صدی میں جب مرہٹوں کی طاقت ہندوستان میں پھیل گئی تو ان کا قومی جذبہ مہاراشٹر کے دائرہ سے بڑھ کر پورے ملک پر حاوی ہو گیا۔ اسی جذبہ کے تحت انھوں نے انگریزوں سے سخت مقابلہ کیا۔ یہ واقعات مرہٹوں کے قومی اور سیاسی بیداری کی دلیلیں ہیں۔

۱۷۰۷ء تک کی مرہٹوں کی تاریخ پر فارسی تاریخوں میں جو مواد موجود ہے اس کے مقابلہ میں مرہٹی ذرائع یا مرہٹی مخطوطات بہت ہی کم ہیں۔ مرہٹوں نے جو تاریخیں لکھی ہیں، وہ کسی صحیح اصول پر مبنی نہیں ہیں — ان تاریخوں کو "بکھر" کہا جاتا ہے جو دراصل لفظ "خبر" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ یہ تاریخیں بھی زمانہ بعد لکھی گئی ہیں۔ اور نامکمل اور غیر تشفی بخش ہیں۔ مشہور مرہٹہ خاندانوں کی کیفیتیں، سرداروں اور راجاؤں کے چند خطوط وغیرہ مواد جو مرہٹی زبان میں ہے وہ اس زمانہ کی تاریخ کے سمجھنے میں مکمل ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس فارسی مورخین کی تصانیف پُر از معلومات اور طالب علم کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہیں۔ ذیل میں ایسے ذرائع کا تذکرہ کیا جاتا ہے جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ مرہٹوں کو اپنی تاریخ سمجھنے میں فارسی ذرائع کا ممنون احسان ہونا چاہیے۔

(۱) اورنگ زیب کے عہد کا ساقی مستعد خاں۔ یہ اورنگ زیب کے ساتھ دکن کی مہمات میں حاضر تھا۔ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد دو۲ سال کے اندر اس نے اورنگ زیب کے حالات زندگی مرتب کئے ہیں۔ اس تصنیف کا نام "مآثر عالمگیری" ہے۔ ۱۸۷۱ء میں یہ تصنیف ایشیاٹک سوسائٹی نے فارسی میں شائع کی۔ ۱۹۲۵ء میں

اس کا اُردو ترجمہ ہوا ۔ ۱۹۴۷ء میں سرجادو ناتھ سرکار نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔ ۱۹۶۳ء میں میں نے اس کا مرہٹی میں ترجمہ کیا۔ (تا بہ حد مہمات دکن)

(۲) بھیم سین سکسینہ برہانپوری شاہزادہ معظم کی ماتحتی میں اورنگ آباد میں متعین تھا۔ اس نے شیواجی اور سمبھاجی کو دیکھا ہے۔ کی مہم میں یہ مغل جنرل ذوالفقار خاں کے ساتھ شریک تھا۔ بھیم سین کی تمام عمر دکن میں گذری اس نے ۱۷۰۹ء میں فارسی میں اپنی آپ بیتی لکھی ہے۔ اس تصنیف کا نام ہے "تاریخ دل کشا" اس کا مرہٹی ترجمہ میں نے حال ہی میں شائع کیا ہے۔

(۳) ایشور داس ناگر یہ شخص گجراتی ناگر برہمن تھا۔ اورنگ زیب کے چیف جسٹس شیخ الاسلام کا یہ اہل کار تھا۔ اس نے اورنگ زیب کے حالات لکھے ہیں۔ اس تصنیف کا نام فتوحات عالمگیری ہے اس کا بھی ترجمہ تا بعد امکان مہمات دکن میں میں نے مرہٹی میں شائع کیا ہے۔

(۴) خوافی خان اورنگ زیب کے زمانہ میں کچھ دن تک قلعہ رائے گڈھ میں مقیم رہا (۱۶۹۱ء سے ۱۶۹۳ء تک) آگے چل کر خوافی خان میر آصف جاہ نظام الملک کا دیوان بھی رہا ہے ۱۷۳۴ء میں خوافی خان نے شاہان مغلیہ کی تاریخ لکھی۔ اس تصنیف کا نام ہے منتخب اللباب۔ اس کا انگریزی ترجمہ بڑی حد تک الیڈرڈ ارسن نے کیا ہے۔ اس کا مرہٹی ترجمہ تا بحد مہمات دکن میں میں نے شائع کیا ہے۔

(۵) ان مندرجہ بالا تاریخوں کے علاوہ اور بھی کئی ذرائع فارسی میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر خطوط شیواجی۔ (۲) ہفت انجمن (۳) انشائے مادھورام وغیرہ۔ ہم عصر خطوط اس زمانہ کے تفصیلی حالات ہمیں ملتے ہیں۔

عالمگیر کے زمانہ کے اخبارات دربار معلیٰ کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ مرہٹوں کی تاریخ کے لئے یہ ایک بہت بیش بہا ذریعہ ہے۔

اوپر جن ذرائع کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ فارسی میں مرہٹوں کی تاریخ پر اور بھی کئی تصانیف ہمیں ملتی ہیں۔ اس سرسری جائزہ سے ظاہر ہوگا کہ مرہٹوں کی تاریخ فارسی مورخوں کی کتنی رہین منت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مرہٹہ تاریخ کے طالب علم ان فارسی ذرائع کی طرف رجوع ہوں۔ مدارس اور کالجوں میں فارسی تعلیم کی طرف متوجہ ہونا اپنی ماضی کی تاریخ سمجھنے کیلئے از بس ضروری ہے۔



خواجہ عبدالغفور
کلکٹر شولاپور

شولاپور

تیسری صدی قبل مسیح میں شولاپور آندھرا بھرتیا کا ایک حصہ تھا اور جب آندھرا بھرتیا کا دورِ حکومت ۲۴۸ء میں ٹوٹا تو چالوکیہ (اشٹ راکوٹا) اور پھر چالوکیہ اور دیوگری کے یادو کے زیرِ اقتدار رہا۔ ۱۳۴۷ء میں جب بہمنی حکومت قائم ہوئی تو اس کے تحت شولاپور کو صوبۂ گلبرگہ میں شریک کر لیا گیا۔ علاءالدین شاہ بہمنی دوم کے دورِ حکومت میں اس کے بھائی محمد نے اس امید پر کہ وجیانگر کے بادشاہ کی مدد سے خودمختار ہو جائے ۱۴۴۶ء میں شولاپور کا قلعہ بنایا۔

۱۵۱۸ء میں جب بہمنی حکومت کے پانچ ٹکڑے ہوئے تو شولاپور کے صوبہ کے لئے احمدنگر کے نظام شاہی اور بیجاپور کے عادل شاہی جھگڑتے رہے۔ اس درمیان میں برہان نظام شاہ نے برار کے سلطان عماد شاہ اور بیدر کے امیر برید کی امداد سے شولاپور کے قلعہ پر حملہ کیا لیکن ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر ۱۵۵۱ء میں اس کو کامیابی ہوئی اور یہ علاقہ احمدنگر کے زیرِ اقتدار آ گیا۔ ۱۵۶۲ء میں سلطانہ چاند بی بی کے جہیز میں اس قلعہ کو پھر بیجاپور کے تحت دے دیا گیا۔ حتیٰ کہ مغلوں نے ۱۶۳۶ء میں احمدنگر کی سلطنت کو توڑ کر پرینڈہ اور شولاپور کے قلعوں کو بیجاپور کے محمود عادل شاہ کے تحت کر دیا۔ لیکن بہت جلد ہی ۱۶۶۸ء میں شہنشاہ اورنگ زیب نے اس کو بیجاپور سے نکال کر اپنے قبضۂ اقتدار میں لے لیا۔

شہنشاہ اورنگ زیب نے اس علاقہ میں مختلف جگہوں پر اپنے پڑاؤ ڈالے ۱۶۸۹ء میں بیجاپور کے پلیگ کی وباء کے زمانہ میں اکلوج میں بہت دنوں کیمپ رکھا یہیں سے مقرب خان کو کولہاپور بھیجا گیا جہاں پر اس نے سمبھاجی کو شکست دی۔ شولاپور سے ۲۴ میل شمال مغرب کی طرف بھیما ندی کے کنارے بمقام بیگم پور اورنگ زیب کی صاحبزادی کا مقبرہ ہے جس کا انتقال بمقام برہانپور ہوا جہاں پر اورنگ زیب ۱۶۹۵ء سے ۵ سال تک مرہٹوں سے لڑائی کرتے ہوئے کیمپ کیا ہوا تھا۔ یہیں پر مغل عہدہ داروں نے بڑے عمدہ عمدہ محل بنوائے تھے اور بالآخر عیش و آرام کی زندگی گذارنے لگے تھے۔

اورنگ زیب کی رحلت کے بعد ہی مغل صوبہ دار نظام الملک نے ۱۷۲۴ء میں اپنی خودمختاری کا اعلان کیا اور سلطنتِ مغلیہ کے ایک بہت بڑے حصہ کو اپنی مملکت قرار دیا۔ چنانچہ شولاپور بھی اس نئی ریاست میں شامل کر لیا گیا۔ یہاں تک کہ کھرڈا کی جنگ کے بعد ۱۷۵۸ء میں مرہٹوں نے شولاپور کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

مرہٹوں کی حکومت کے آخری دور میں بھی شولاپور میں کئی ایک تاریخی اہمیت کے واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ ۱۷۷۴ء میں رگھوناتھ راؤ پیشوا نے پنڈھرپور کے قریب باربھائی کے ترمبک راؤ پیٹھے کو شکست دی۔ ۱۸۰۲ء میں کرنل ولزلی نے اس علاقہ میں انگریزوں کی سامراجیت کو اپنی فتوحات سے مستحکم کرنے کی کامیاب کوششیں کیں۔ ۱۸۱۵ء میں بڑودہ کے گائکواڑ کے ایجنٹ گنگادھر شاستری کو انگریزوں نے اپنی حفاظت میں پونا روانہ کیا تھا کہ گائکواڑ اور پیشوا کے اختلافات کو دور کرے لیکن اپنی کوششوں کو بارآور نہ ہوتے دیکھ کر شاستری نے لوٹ جانے کا ارادہ کیا مگر باجی راؤ کے دل میں یہ تھا کہ انگریزوں کے خلاف محاذ قائم کر کے انہیں نیچا دکھایا جائے اور اسی خیال سے شاستری کی منت سماجت کر کے روک لیا۔

جب باجی راؤ یاترا کے لئے پنڈھرپور گئے تو دونوں کو ساتھ لیتے گئے۔ پوجا پاٹ کے بعد باجی راؤ دوم آخری پیشوا کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش کر کے جب شاستری لوٹ رہے تھے تو ان کے فوجی عہدہ دار ترمبک جی ڈینگلے کے نوکروں نے پنڈھرپور کے پوتر استھان میں شاستری کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اس قتل کی وجہ سے انگریزوں کو بہت برا لگا اور انہوں نے ۱۸۱۷ء میں

میں پیشواؤں کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ یہ جنگ ایک سال چلتی رہی اور بالآخر کھڑکی کی جنگ میں آخری پیشوا کو انتہائی زبردست شکست دی کہ ان کو پونا چھوڑ کر اپنی جان کی سلامتی کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں اور جب انھوں نے شولاپور میں پناہ لی تو جنرل منرو نے یہاں بھی ان کا پیچھا کیا اور ۱۸۱۸ء میں جنرل اسمتھ اور باجی راؤ پیشوا کے سپہ سالار باپو گوکھلے کی پنڈھرپور کے قریب آشٹے پر مڈبھیڑ ہوئی اور گھمسان کی لڑائی کے بعد فروری میں باپو گوکھلے بڑی بہادری اور جواں مردی سے لڑتے ہوئے گھائل ہوئے اور دم توڑ دیا۔ اسی کے ساتھ پیشواؤں کے دور حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ ستارہ کے راجہ کو انگریزوں نے اس کے بعد آزادی دیدی۔ آشٹے کی جنگ کے بعد انگریز فوجوں نے شولاپور کا رخ کیا۔ مرہٹوں کی طرف سے ۲۰۰۰ عرب، ۵۰۰ روہیلے ۱۰۰۰ سندی ۷۰۰ گوساوی ۵۰۰۰ پیدل اور ۱۵۰۰ سوار گنپت راؤ پنسے کی کمان کے تحت شولاپور کے قلعہ میں محصور ہو گئے اور آخری جنگ کا اعلان ہوا۔ یہ قلعہ کافی کشادہ اور محفوظ ہے اس کے اطراف گہری خندق ہے دیواریں اونچی ہیں۔
جنرل منرو نے قلعہ کی مضبوطی اور اپنی کمزوری کے پیش نظر پہلے شولاپور کی آبادی کا بے دردی سے صفایا کیا اور پھر اسی رخ اپنی پوری طاقت اور سارے دستوں کے ساتھ بڑی مکاری اور ہوشیاری سے پے در پے حملے کئے اور ۴ دن کی مسلسل جد و جہد کے بعد بمشکل تمام فتح حاصل کی۔ اس کے بعد رہا سہا مرہٹہ اقتدار بھی جاتا رہا اور انگریزوں کی حکومت قائم ہو گئی۔

ہندوستان کی آزادی سے پہلے شولاپور نے بہت سارے دور بدلتے دیکھے اور مختلف حکومتوں کے تابع رہا۔ اسی لئے موجودہ ضلع شولاپور کی حد بندی بھی بہت کچھ بدلتی رہی۔ ۱۸۳۸ء میں پہلی بار شولاپور۔ بارسی موہول۔ ماڈھا۔ کرملا۔ رندی۔ ہپرگی۔ اور مدی بیہال ملا کر ضلع قائم کیا گیا۔ لیکن ۱۸۶۴ء میں اس کو توڑ دیا گیا اور اس کے جنوبی حصوں سے کلاڈگی نام کا ضلع بنایا گیا (جو اب بیجاپور کہلاتا ہے) اور یہ سب کلکٹریٹ رہ گیا۔ ۱۸۶۹ء میں اسکو جونیر کلکٹریٹ بنایا گیا حتی کہ موجودہ ضلع شولاپور کی بنیاد ۱۸۸۴ء میں ڈالی گئی۔

اب اس کے گیارہ تعلقے ہیں۔ شمالی شولاپور۔ جنوبی شولاپور۔ اکلکوٹ۔ بارسی ماڈھا۔ موہول کرملا، پنڈھرپور۔ مالسیرس۔ سانگولا۔ منگلویڈا۔ اول الذکر چار شولاپور پرانت۔ ماڈھا۔ موہول اور کرملا۔ ماڈھا پرانت اور موخر الذکر پنڈھرپور پرانت کے تحت ہیں۔ مہاراشٹرا میں شولاپور کافی اہمیت کا حامل ہے اور چوتھا بڑا شہر قرار دیا جاتا ہے اور اسی سال میونسپل کارپوریشن بھی قائم کیا گیا ہے۔ کپڑے کی ملوں کی وجہ سے مہاراشٹر کا مانچسٹر کہلاتا ہے۔

شولاپور شہر ۲۴۰۰۰ سے زیادہ ہاتھ ماگھ کی تعداد کی وجہ سے ہندوستان بھر میں نمبر ایک ہے۔ شولاپور کی چادریں دنیا کے سبھی ملکوں کی مارکٹوں میں بکتی ہیں اور گھر گھر میں استعمال کی جاتی ہیں۔ خاص شولاپور میں (۵) اور بارسی میں (۳) کپڑے کی ملیں ہیں ۱۳ پاور لوم فیکٹریاں ہیں ۴ شکر کے کارخانے کئی ایک لوہے اور فولاد کے کارخانے۔ انڈسٹریل اسٹیٹ۔ کوینا کی بجلی۔ بھیما ندی کی آب رسانی کے تحت اس ضلع میں صنعتی ترقی کے بڑے امکانات ہیں۔ اس کا رقبہ ۵۶۸۱ مربع میل یا ۱۴۹۱۵٫۸ مربع کیلومیٹر یا ۳۷ لاکھ ایکڑ ہے۔ ۱۱۹۰۶۰۸۱ مردم شماری ۹۳۷ دیہات اور ۱۳ میونسپل شہر ہیں اور ایک کارپوریشن ہے۔ بھیما ندی اپنی نیرا اور مان کے ساتھ سینا ندی بھوگاوتی ندی کے ساتھ اس ضلع کو سیراب کرتی ہیں۔ ۱۸۹۱ء میں تعمیر شدہ ایک رُخ تالاب اور ہوٹگی تالاب سے فی الحال آب رسانی کی جاتی ہے لیکن پھر بھی وافر ذرائع آبپاشی نہ ہونے کی وجہ سے اور امساک باراں کی وجہ ہر سال قحط سالی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اسی لئے مختلف اسکیمیں روبہ عمل لائی جا رہی ہیں جس میں قابل ذکر کاشتکاروں کو آبپاشی کے لئے باؤلیاں کھودنے کی تقاوی کی اسکیم ہے جس کے تحت گذشتہ چار سال میں پونے دو کروڑ روپیہ سرکار کی طرف سے تقسیم کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ امداد باہمی کے زمین گروی بنک کے ذریعہ بھی بہت بڑی رقومات دی جا چکی ہیں۔

شہر شولاپور ابتداءً سولہ شہروں کو ملا کر بنایا گیا تھا اسی لئے ابھی بھی مرہٹی میں اس کو سولاپور ہی لکھا جاتا ہے اس کی آبادی پونے چار لاکھ ہے جس میں مرہٹی کے سوا تلنگی کنڑی اور اردو بولنے والوں کی تعداد قابل لحاظ ہے (۱۳) کالج ایک خانگی میڈیکل کالج ۸۳ بڑے ہسپتال ۷۲ سنیما تھیٹرس ہیں۔ ۱۸۷۰ء میں ریلوے لائن ڈالی گئی۔ اس ضلع میں براڈ گیج میٹر گیج

اور نیارو گیمج تینوں ہی ہیں۔ سیول ہسپتال کے سوا مفت کے خیراتی دواخانے بھی ہیں اور خانگی ڈاکٹروں میں اعلیٰ ترین صلاحیتوں کے ماہر یہاں پر عوام الناس کی خدمت بڑی تندہی اور انہماک سے کر رہے ہیں۔ جذامیوں کے لئے ایک علیحدہ ہسپتال اور نوآبادیاتی مرکز بھی ہے۔ کمسن مجرم بچوں اور بچیوں کے لئے ریمانڈ ہوم بال سنسکار کیندر۔ بال سنگوپن۔ عورتوں کی سدھار کے لئے ہوم خون کے بنک۔ ریڈ کراس۔ ہریجن سدھار۔ پچھڑی ہوئی جاتیوں کی نوآبادیاں غریب و مفلوک الحال مریضوں کی سہولتوں کیلئے ایک خاص انجمن۔ کتب خانے، مطالعہ گھر، انجمن ہائے نسواں، کلب، الغرض سماجی فلاح و بہبود کے لاتعداد مرکز ہیں۔

شولاپور نے جسٹس رانا ڈے۔ عالمی شہرت کے نامور ڈاکٹر کوٹنس۔ بی جی کھیر۔ اشوک مہتا۔ کوی کنج وہاری۔ کلاکار المیکر کرکٹ کے مشہور کھلاڑی پدما شری پالی اُمریگر جیسے مایہ قوم افراد پیدا کئے ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں ملیا شنکر۔ شنڈے۔ سردار اور قربان حسین نے وطن کی آزادی کی جدوجہد میں سولی پر چڑھ کر جام شہادت پی لیا۔ ان کے مجسموں کو دیکھ کر ان کی یاد اب بھی تازہ ہو جاتی ہے۔ سادھو رشی اور کوی جو کہ میلا اور راماجی منگل وٹیڈھے والے۔ نذارے کے کوی سوناری۔ آرن کے سانوتا مالی اور سونارے کے مکتیشور نے اپنی منظومات اور گیتوں سے مرہٹی ادب میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔

شہر شولاپور کے بیچوں بیچ ایک چھوٹی سی جھیل کے کنارے سری سدھیشور کا بڑا ہی خوبصورت مندر ہے جس کے اندر دو سو[٢٠٠] سال پرانی مورتی ہے جو چاندی سے بنی ہے اور جس پر سونے کا کام کیا ہوا ہے۔ سدھیشور مندر کمیٹی کی طرف سے ہر سال بڑی ہی دھوم دھام سے جاترا منائی جاتی ہے اور بڑی زبردست نمائش بھی لگتی ہے۔

سبرتیا کا مٹھ ۔ روایت ہے کہ میسور کے ٹیپو سلطان کے نائب دیوان نے اپنے عہدۂ جلیلہ کو چھوڑ کر دنیا ترک کر دی اور شولاپور میں آ بسے۔ یہیں پر انھوں نے اپنا ایک مٹھ بنا کر وٹھوبا جی کی مورتی بٹھائی۔ ان کے مذہبی گیت مہاراشٹرا میں مقبول عام ہیں۔ اسی طرح ان کی مصوری کے شاہکار بھی فنی اعتبار سے اپنا بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں۔

پنڈھرپور ۔ شولاپور کے نام کے ساتھ ہی پنڈھرپور کا پوتر استھان بھی یاد آ جاتا ہے جو وٹھوبا کے مندر کی وجہ سے بھارت دیس کے کونے کونے میں مشہور ہے۔ شہر کی گنجان آبادی کے وسط میں چندرا بھاگا (بھیما ندی) کے کنارے کے قریب پنڈھارک سھیترا (یعنی پنڈھاری کی پوتر جگہ) کا مندر واقع ہے جو (۳۵۰) فیٹ لمبا اور (۱۷۰) فیٹ چوڑا ہے۔ فن تعمیر کے لحاظ سے یہ واضح طور پر بارہویں صدی کا دکھائی دیتا ہے۔ ۱۷ ویں صدی میں اس کی ترمیم ہوئی تھی۔

ندی کے کنارے کے رُخ والے دروازہ کو تیرھویں صدی کے درزی ذات کے پرستار نامدیو کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پنڈھرپور میں نامدیو کے موروثی گھر میں خود اس کی سمادھی ہے۔ وٹھوبا کے قدموں کے نشان موجود ہیں جن کو بہت مقدس مانا جاتا ہے اور ان کی پرستش بھی کی جاتی ہے۔

نامدیو دروازہ کے قریب خود نامدیو کا مجسمہ ہے اس کے مقابل میں ایک پتھر ہے جو وٹھوبا کے ایک مہار ذات کے پرستار چوکھا میلا کے بیٹھنے کی جگہ مانی جاتی ہے اور مہار ذات کے لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں۔

اس مندر کو ۱۸ ویں صدی عیسوی میں پانڈورنگ نیلو (نیلایا) یعنی پانڈورنگ کے استھان کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ پنڈھرپور کا پرانا نام پنڈھر گے ہے اسی سے پنڈارانگا اور سنسکرت میں پانڈورنگ بن گیا ہے جو پرانے گیتوں میں بھی ملتا ہے۔ دراصل وٹھل باوا کو مختصر کر کے پیار سے وٹھوبا کرہ یا گیا ہے۔ گجراتی انہیں وٹھل ناتھ کہتے ہیں۔

وٹھوبا کی پونے چار فیٹ اونچی مورتی سیاہ اینٹوں پر ایستادہ ہے سیدھے ہاتھ میں   ہے اور بائیں میں چکر۔
وٹھوبا کے مندر کے عقب میں ان کی بیوی رکھومائی کا مندر ہے جس میں ۱۱ فیٹ مربع کمرہ میں چاندی مڑھے ہوئے چبوترہ پر تین فیٹ اونچی مورتی ہے جو مراٹھی عورتوں کے لباس میں ملبوس ہے۔ رکھومائی کے مندر کے جنوب کی طرف دو کمروں میں سیتا بھاما اور رادھیکا کی مورتیاں ہیں۔ ان سے ہٹ کر لکشمی دیوی کی سفید سنگ مرمر کی دو فیٹ اونچی مورتی ہے۔
وٹھوبا کے مندر سے ۵۰۰ گز دور بھیما ندی کے اندر پنڈلک کا مندر ہے جس کے بیچوں بیچ پتھر کا لنگ ہے جو شالنکھا کے

اندر ایستادہ ہے۔ ان دونوں پر تانبہ کا ڈھکن ہے جس کے اوپر پُنڈلک کا مجسمہ ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی زمانہ میں پنڈھرپور میں پُنڈلک نام کا ایک برہمن رہتا تھا جو اپنے بوڑھے ماں باپ کی بہت بے عزتی کیا کرتا تھا۔ انھوں نے اپنے بیٹے سے درخواست کی کہ وہ تیرتھ کے لئے بنارس جائے۔ چنانچہ جب وہ بنارس کے لئے چلا تو راستہ میں اس کی ملاقات روھی داس نام کے موچی سے ہوئی اور یہ اپنے جوتے سلانے کے لئے ٹھہر گیا۔ یہاں پراس نے دیکھا کہ دو بہت حسین لڑکیاں روھی داس کے کمرے میں جھاڑو دے رہی ہیں۔ اس کو بڑی حیرانی ہوئی لیکن اس نے کچھ پوچھا نہیں اور جب جوتا سل گیا تو روھی داس نے اس سے کچھ معاوضہ نہیں لیا۔ بلکہ اس سے خواہش کی کہ وہ گنگا میں تانبہ کا ایک سکہ ڈال دے۔ حسب وعدہ جب اس نے گنگا میں سکہ پھینکا تو ایک خوبصورت ہاتھ نکل آیا جس میں سونے کا کنگن تھا۔ پُنڈلک سونے کے کنگن کو اپنے ساتھ بطور ثبوت کے لے آیا۔ اور واپسی پر روھی داس کو سارا ماجرا سنایا۔ اور پھر اُن دو حسین لڑکیوں کے متعلق استفسار کیا کہ جو روھی داس کے گھر جھاڑو دیتی پھر دکھائی دیں۔ روھی داس نے بتایا کہ اس کی خدا ترسی اور نیک نیتی کے سبب گنگا اور جمنا کی دیویاں اس کی سیوا کرتی ہیں۔ پنڈلک پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ اور اس کے بعد سے اس کی زندگی اتنی بدلی کہ وہ دن رات سچے دل سے پوجا پاٹ میں محو ہو گیا۔ حتیٰ کہ خود وٹھوبا دیوتا اس کے گھر آنے لگے ایک بار عین اس وقت کہ جب وٹھوبا دیوتا آئے پنڈلک کے ماتا پتا نے اس کو پکارا۔ یہ وقت اس کے لئے بڑا ہی کٹھن تھا اس نے بہرکیف ماں باپ کی پکار کو اہمیت دی اور ان کی طرف جاتے ہوئے ایک بڑی سی اینٹ وٹھوبا دیوتا کو کھڑے رہنے کے لئے دیدی۔ اسی لئے آج تک بھی وٹھوبا دیوتا کو اینٹ پر کھڑا ہوا بتایا جاتا ہے۔

چندر بھاگا ندی کے اندر وشنو پاؤ کا مندر بھی ہے جس میں تین چٹانیں ہیں جن پر لارڈ کرشنا اور گاؤ ماتا کے قدموں کے نشان ہیں اطراف و اکناف میں بھی کئی ایک چٹانوں پر گائے کے قدموں کے بہت سارے نشانات ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ جگہ وہی ہے کہ جہاں پر کرشنا اور ان کی پتنی رکمنی کی صلح جوئی کا جشن منایا گیا تھا۔

شہر میں ترمبکیشور کا مندر ہے اس کے سوا پنچ مکھی ماروتی۔ گنپتی۔ بلیچا مہادیو۔ کال بھیرو۔ شاکمبھاری ملک ارجن۔ امبا بائی۔ رامچندرا۔ بھلیا مہادیو۔ چندرا بھاگا۔ مرلی دھر۔ چوپالا۔ پدماوتی۔ ویاس۔ تاکپیا وٹھوبا۔ بلیشور مہادیو۔ بیریز مہادیو۔ کالا ماروتی۔ تامبڑا ماروتی۔ گاریچا مہادیو۔ لکھو بھائی۔ امرتیشور مہادیو۔ گوپالا کرشنا۔ بھیمکراج۔ لکشمی نارائن نارد۔ جنا بائی۔ اور اسی قسم کے ہزاروں مناد رہیں جو پنڈھرپور کو ازحد مقدس بناتے ہیں۔

شولاپور کی صنعتیں

صنعت	تعداد یونٹ	تعداد کامگار
اسپننگ ویونگ	۸	۲۲۰۰۰
ویونگ فیکٹری	۲۰	۴۲۲
آرٹ سلک	۴	۹۲
ہینڈلوم	۷۱	۱۱۲۷
شکر	۳	۳۰۰۰
گڑ	۶۳	۷۹۹
آئل مل	۲۴	۲۸۷
جننگ پرسنگ	۲۸	۱۲۹۲
تور دال	۱۱	۱۳۹

صنعت	تعداد یونٹ	تعداد کامگار
انجینئرنگ ورکس	۲۴	۶۴۹
ہیوم پائپ	۱	۶۵
بیڑی کارخانہ	۴۶	۵۵۳۸
چھاپہ خانہ	۴	۷۷
ٹینری	۱	۳۰
دیگر کارخانہ جات	۱۶	۲۳۹

امداد باہمی کے اصولوں پہ چلنے والی صنعتیں

	تعداد
ہینڈلوم ویورس سوسائٹی	۵۱
اُون بننے والوں کی سوسائٹی	۷
تیل	۲۲
رسی	۳۳
چمڑے کے قماش کے لئے	۲۳
لکڑی اور لوہے کے کام کے لئے	۸
پیزہ اور تاڑ سے گڑ	۲
لیبر کنٹراکٹ سوسائٹی	۱۰۹
بید بانی اور بمبو	۳
ہلکی انجینئرنگ	۳
انڈسٹریل کوآپریٹو بنک	۱
دیگر سوسائٹی	۶۰

ایم ایشور راج ماتھر۔ ایم اے (عثمانیہ)
بی۔ ایس۔ جے (امریکہ)

دکنی اُردو اور مرہٹی پر ایک دوسرے کے اثرات

تہذیب و تمدن کے فروغ میں زبان کا بہت اثر ہوتا ہے۔ شاعری، گیت، لٹریچر اور عام بول چال کی زبان ہی وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعہ تہذیب کے مختلف پہلو عوام پر آشکار ہوتے ہیں۔ زبان کے ارتقاء میں جغرافیائی حالات۔ لوگوں کے رہن سہن آب و ہوا اور دیگر امور کا بہت اثر ہوتا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے اُردو زبان کے ارتقاء پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شمالی ہند اور دکن میں اس زبان کا پروان چڑھنا مختلف قسم کے حالات میں ہوا۔ شمالی ہند میں اُردو نے اپنے ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے فارسی کی شیرینی، ہندی کی لچک اور عربی کے استحکام کو اپنے ساتھ لیتی ہوئی لشکری، برج بھاشا اور دوسرے منازل طے کرتی ہوئی ایک ایسی زبان کا درجہ حاصل کر لی ہے جو سارے ہندوستان میں عام طور پر سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ برخلاف اس کے دکن میں اُردو زبان، مقامی زبانوں یعنی تلگو، تامل، کنٹر اور مرہٹی زبانوں سے متاثر ہوئی۔

دکن جغرافیائی اعتبار سے ایک ایسی سرزمین ہے جو تینوں طرف پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے۔ اسی لئے ستمالی ہند کی حکومت کے اثرات دکن پر اس حد تک نہیں ہوئے جہاں تک کہ ہونے چاہیئے تھے جس طرح سکندر اعظم کے حملے کا اثر شمالی ہند کے تہذیب و تمدن پر بالکل ہی معمولی سا رہا۔ اسی طرح دکن میں شمالی ہند کے حکمرانوں کی تہذیب و تمدن کا اثر دکنی تہذیب و تمدن پر اتنا شدید نہیں رہا جتنا کہ ہونا چاہیئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو صوبیدار اپنے لشکروں کے ساتھ دکن میں آئے وہ مقامی لوگوں کی مدد سے مرکز سے آزاد ہو گئے۔ اور جو تمدن دکن میں پروان چڑھا اس پر شمالی ہند کے بہ نسبت مقامی تہذیب و تمدن کا زیادہ اثر رہا۔

ہندوستان میں سترہویں صدی کے آخر میں مغل، انگریز اور مرہٹہ ـــ سیاسی اقتدار کے حامل تھے۔ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مغلیہ حکومت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہو گیا۔ اور جنوبی ہند میں مرہٹہ اتحاد Confiderecy حیدر علی، ٹیپو سلطان۔ میسور میں نظام الملک، حیدرآباد میں شجاع الدولہ، اودھ میں علی وردی خاں۔ بنگال میں، رنجیت سنگھ پنجاب میں، سورج مل بھرت پور میں اپنے آپ کو آزاد حکمراں قرار دے چکے تھے۔ مرہٹہ حکمرانوں اور مغل بادشاہوں میں ہمیشہ تصادم رہا۔ اور چھوٹی چھوٹی حکومتیں مغل، مراہٹہ یا انگریز حکومتوں سے باری باری امداد حاصل کرتی رہیں۔ اس سیاسی جدو جہد کا اثر تہذیب و تمدن اور خاص طور سے زبان پر بہت زیادہ ہوا۔ جہاں سیاسی میدان میں جنگیں ہوتی تھیں وہاں تمدنی سطح پر غیر شعوری طور پر ایک تہذیبی اختلاط کی بنا پڑ رہی تھی۔

گوالیار، اندور، بڑودہ، ناگپور، کولھاپور، دھار اور دیواس کی مراہٹہ سلطنتوں میں کوئی تیس لاکھ لوگ بستے تھے۔ مراہٹہ حکمرانوں نے جو آگے چل کر ایک اتحاد قائم کیا۔ اس کے بہت دور رس اثرات پیدا ہوئے۔ جہاں پر مغلوں کی سرکاری زبان فارسی اور بعد میں اردو جاری رہی۔ وہاں پر مراہٹوں کے دفتر مراٹھی میں جاری تھے۔ عام بول چال میں فارسی اور اُردو بولنے والوں کا واسطہ مراٹھی بولنے والوں سے ہمیشہ پڑتا۔ دکنی مسلمان حکمرانوں کے بہت سے سیه سالار مراہٹہ اور ہندو تھے۔ اور اسی طرح چھترپتی شیواجی مہاراج اور پیشواؤں کے اعلیٰ فوجی عہدیدار مسلمان بھی تھے۔ اس دور میں فوجی طاقت کے علاوہ اقتصادی معاملوں میں دخل رکھنے والے لوگوں کا بھی بہت بڑا اثر ہوتا تھا۔ نظام حکومت چلانے میں معاشی اور اقتصادی پالیسی کے ترتیب دینے میں اور روزمرہ دفتری کاروبار چلانے میں مراٹھا اور ہندو افسروں کا بڑا حصہ رہا ہے

اس طرح سے فوج میں اور روزمرہ کے حکومت کے کاروبار میں غیر شعوری طور پر ایک نئی زبان کا ارتقاء ہو رہا تھا۔ مراسلات کی زبان فارسی اور مراٹھی دونوں ہی ہوا کرتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ فارسی کے الفاظ اردو کے الفاظ مراٹھی زبان میں رائج ہونے لگے۔ اور دکنی اردو میں مراٹھی الفاظ کا استعمال بھی ہونے لگا تھا۔

آج بھی مراٹھی زبان میں فارسی اور اردو کے بہت سے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ دکنی بول چال کی اردو میں مراٹھی کے الفاظ کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

لفظ "دفتر" جو اردو اور فارسی میں عام طور سے رائج تھا وہ مراٹھی زبان میں بھی اپنا لیا گیا اور آج بھی دفتر کے فارسی اردو اور مراٹھی معنی وہی ہیں۔ شمالی ہند میں جہاں پر کہ مرہٹہ پیشواؤں کا زیادہ اثر نہیں ہوا تھا۔ مرہٹی الفاظ کا استعمال بالکل ہی نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ شمالی ہند کے اردو بولنے والے لوگ دکنی اردو میں "نکو" جیسے مرہٹی الفاظ پر اعتراض کرتے ہیں۔ مرہٹی محاورہ مثلاً "بیگی بیگی آ" (جلدی جلدی آ) اب بھی دکنی اردو میں رائج ہیں۔ مرہٹی محاورہ "زہا لچ یا پیچھے" کے وزن پر دکنی اردو میں "جا پیچ جلئیے" اب بھی عام بول چال کی زبان میں رائج ہیں۔ اسی طرح بعینہ عام بول چال کی مرہٹی میں آج بھی رائج ہے۔ اسی طرح فرد نویس جو مراٹھی میں فرڈنا ویس ہوگیا۔ عام طور پر زیر استعمال تھا۔ صاحب جو اردو اور فارسی میں رائج ہے آج بھی مرہٹی زبان میں استعمال کیا جاتا ہے۔ محاورہ "کاٹ سامر" مرہٹی اور اردو دونوں زبانوں میں رائج ہیں۔ عام طور سے ٹیکس کو محصول کہا جاتا ہے۔ اور یہ لفظ دونوں زبانوں میں رائج ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ دکنی اردو میں ترکیب محاورہ اور الفاظ کے ہیر پھیر میں، جملوں کے بنانے میں مرہٹی ترکیب اور مرہٹی الفاظ کا کافی اثر پڑا ہے۔

دکن میں صوفیائے کرام اور بھگتوں نے اپنی عام فہم زبان سے عوام کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ صوفی اور بھگت اپنے کلام گیت اور شاعری سے جو زیادہ تر بھگتی اور روحانیت سے تعلق رکھتے تھے۔ اور جس کو عوام میں مقبولیت حاصل تھی۔ ایک ایسی عام فہم زبان کے ارتقاء میں مدد کی ہے جس میں کہ مرہٹی، ہندی اردو اور فارسی ان سب زبانوں کا ایک خوش آیند مجموعہ بن گیا تھا۔ ایک طرف تو حکمرانوں کے درباروں میں جہاں پر مرہٹہ حکمرانوں، مسلم بادشاہوں کا میل ملاپ ہوتا تھا۔ مرہٹی اور اردو زبانیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوئی تھیں اور دوسری طرف صوفیائے کرام اور بھگت لوگ جو کہ عوام میں مقبول تھے۔ اور تیسری طرف فوج میں جہاں کہ ہندو اور مسلمان سب برابر کے شریک تھے ایک نئی قسم کی اردو اور ایک نئے انداز کی مرہٹی پروان چڑھ رہی تھی۔ ان دونوں زبانوں میں علمی اور ادبی سطحوں پر کافی خلط ملط ہوتا رہا۔ یہ کہنا غیر واجب نہ ہوگا کہ دکنی اردو اور دکنی مرہٹی دونوں ایک دوسرے سے فیضیاب ہوتے۔ لہٰذا دکنی کلچر کو جس میں مسلم ہندو تہذیبوں کا برابر کا حصہ رہا ہے، پروان چڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہوئے۔ یہ جو نئی زبان پیدا ہوئی اس کی ترقی میں ہندوؤں، مسلمانوں، شعراء اور مصنفین بھگت اور صوفی ملے جلے درباروں اور سب سے بڑھ کر عوام کا بڑا حصہ رہا ہے۔

دکن کے حکمرانوں کی مذہبی رواداری کا ذکر بھی اس سلسلہ میں ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک اہم کڑی تھی جو اردو اور مرہٹی کے فروغ میں ممد و معاون ثابت ہوئی۔ مہادیو گوبند راناڈے اپنی کتاب "Rise of Maratha Power" میں تحریر فرماتے ہیں کہ شمالی ہند میں مسلمانوں کی زبان اور ان کے ادب نے سارے شمالی ہند پر اپنا اثر قائم کیا۔ اور یہ اثرات ہر گھر میں ہر بازار میں ظاہر ہوئے۔ اور اردو زبان کے فروغ میں معاون ہوئے۔ لیکن اس دور میں تبدیلیاں مہاراشٹر میں نہیں ہوئیں مقامی زبان اور مذہب مسلم حکومت کے باوجود فروغ پاتے رہے۔ دکنی مسلم چونکہ فاصلہ کی وجہ سے دلی اور شمال مغربی سرحد سے بہت دور تھے۔ اپنی فوجوں میں افغان، خلجی، ترک اور ازبک وغیرہ فوجیوں کی بھرتی نہیں کر سکتے تھے جس طرح کہ مغلوں نے کی۔ دکن میں مسلم حکمران مقامی لوگوں کو اپنی فوجوں میں بھرتی کرتے تھے۔ اور ان پر اپنی حکومت کی حفاظت اور کاروبار سلطنت چلانے میں منحصر بھی رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں حسن گنگو بہمنی جنھوں نے بہمنی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ کا ذکر کرنا ضروری

ہے۔ حسن نے جو کہ ایک گنگو نامی برہمن کا ملازم تھا اپنا لقب حسن گنگو بہمنی اختیار کیا۔ اور اپنے مالک کی یاد میں اپنی سلطنت کا نام بہمنی سلطنت رکھا۔ اور گنگو برہمن کو Finance Department کا حاکم اعلیٰ بنا دیا۔ اسی طرح دفتر مال اور خزانوں کے اعلیٰ عہدوں پر برہمن، کھتری اور کائستھ ہمیشہ فائز رہے۔ اور دکن میں برعکس انھیں فرائض کو انجام دیتے رہے۔ دکنی ہندو اور مسلمان حکمران مذہبی اختلاف اور مذہبی عداوتوں کو کبھی انتہا تک نہیں پہنچا سکتے تھے۔ مسلم فوجی وجے نگر کی ہندو سرکار کے تحت ملازمت اختیار کرتے اور مرہٹہ صلہ دار اور برگیں مسلم حکمرانوں کے تحت فوجی ملازمت اختیار کرتے۔ دوسرے بہمنی بادشاہ کے دو سو صلہ دار باڈی گارڈس کا کام کرتے تھے۔ اور سولہویں صدی میں فوجی افسروں میں گھاڈگے، گھورپڑے، جادھو، نمبالکر، مورے، سندھے، ڈافلے اور ملنے کے نام پائے جاتے ہیں۔ جو دس سے بیس ہزار گھوڑے سوار فوج کے سپہ سالار تھے۔

دکن میں مسلم حکمراں ہندو عورتوں کو بھی اپنے حرم میں رکھتے تھے۔ بہمنی سلطنت کے نویں بادشاہ نے سون کھیڑ کے راجہ کی لڑکی سے شادی کی۔ بیجاپور کے پہلے بادشاہ یوسف عادل شاہ نے مکندراؤ نامی ایک سردار کی لڑکی سے شادی کی۔ اور اس کی بیوی عام طور سے بابوجی خانم کے نام سے مشہور تھی۔ برید شاہی سلطنت کے پہلے فرمانروا نے سابا جی مراٹھہ کی لڑکی سے شادی کی جو کہ بہمنی حکمرانوں کا ایک مشہور امیر تھا۔ دکن کے مسلم حکمرانوں نے ہندوؤں کے مندروں کو انعام اور جاگیریں عطا کیں۔ ہندو اور مراٹھہ ڈاکٹر دواخانوں میں متعین کیے جاتے تھے۔ سولہویں صدی کے وسط میں مرار راؤ گولکنڈا کے چیف منسٹر تھے۔ اور مدن پنڈت گولکنڈا کے آخری فرمانروا کے عہد میں منسٹر تھے۔ اور انھیں کی کاوشوں کی وجہ سے گولکنڈا کے بادشاہوں اور شیواجی مہاراج کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت دونوں نے مل جل کر مغلوں کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ برہمن دیش پانڈے، دیشمکھ اور دیسائی مالگزاری وصول کرنے کے لئے مختلف ضلعوں پر مقرر کیے جاتے تھے۔ ان میں قابل ذکر نام دادو پنتھ، نرسو کالے اور ییسو پنڈت ہیں جنھوں نے بیجاپور کی سلطنت میں مالگزاری کے محصول وصول کرنے کے طریقوں میں نئی اصلاحات کیں — Grant Duff نے آٹھ مرہٹہ خاندانوں کا ذکر کیا ہے۔ جو شیواجی مہاراج کی پیدائش سے پہلے کافی اثر اور رسوخ حاصل کر چکے تھے۔ سترہویں صدی کے اوائل میں گولکنڈا، بیجاپور، نگر اور بیدر میں سول اور فوجی محکموں میں مرہٹہ سیاستدانوں مرہٹہ فوجیوں اور پہاڑی قلعوں کے انتظام میں مرہٹہ جاگیرداروں کو بہت بڑا دخل رہا ہے۔ شیواجی مہاراج نے تمام مرہٹہ حکمرانوں کو متحد کیا۔ اور مرہٹی تہذیب و تمدن کو ہندوستان کے بہت بڑے حصہ پر پھیلایا۔

غرضیکہ دکن میں کوئی تین سو صدی تک مرہٹہ اور مقامی مسلم حکمرانوں کے درمیان معاشی، سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی تعلقات بہت گہرے رہے۔ ان تعلقات کے اثرات تہذیب و تمدن، معاشرت، بول چال، لہجہ و زبان پر بہت گہرے ہوئے۔ یہ اثرات شمالی ہند میں اتنے گہرے نہیں تھے۔ جتنے کہ دکن میں۔ اور یہی وجہ ہے کہ دکنی اُردو، دکنی رہن سہن، اور دکنی زبان باعتبار محاورہ، لہجہ اور دوسرے تہذیبی اور تمدنی اثرات کی وجہ سے شمالی ہند کی زبان سے مختلف ہیں —



ڈاکٹر میمونہ عبدالستار دلوی
ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی۔

بمبئی میں اردو کے چند سرپرست خاندان!

بمبئی میں اردو ادب کی ترقی و ترویج میں بے شمار شاعروں اور نثر نگاروں نے حصہ لیا ہے۔ ان کے ساتھ ہی بمبئی میں چند ایسے خاندان بھی گذرے ہیں جنھوں نے ایک طرف تصانیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا اور دوسری طرف اردو ادیبوں کی ہمت افزائی اور علمی و ادبی اداروں کی سرپرستی کی ہے۔ ذیل میں ان میں سے چند خاندانوں کا حال درج کیا جاتا ہے۔

خاندان مقبہ

حجاج بن یوسف کے تشدد کی وجہ سے جو باعزت و ثروت خاندان عراق سے ہندوستان آکر بس گئے۔ ان میں خاندان مقبہ بھی شامل ہے۔ وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر اس خاندان نے اپنے اندر بڑی تبدیلیاں کیں اور بہت جلد اپنے آپ کو نئے ماحول اور نئی فضا میں ڈھال لیا۔ اٹھارہویں صدی میں جبکہ برٹش گورنمنٹ کی حکومت تھی ان لوگوں نے سرکاری اداروں میں اپنے لئے جگہ بنالی۔ محکمۂ تعلیمات، عدالت ہائے دیوانی اور فوجداری میں اس خاندان کے لوگ فائز رہے۔ اس خاندان کے سب سے پہلے فرد جن کی زندگی کے حالات اور علمی و ادبی مشاغل کا ذکر ہم تک پہنچا ہے وہ ابراہیم مقبہ ہیں۔

علمی و ادبی صلاحیتوں کی بنا پر ابراہیم اپنے زمانے کے نامور اور معزز شخص سمجھے جاتے تھے۔ وہ کئی زبانوں کے ماہر تھے اور انھوں نے کئی زبانوں میں تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

سنہ [illegible] میں انھیں [illegible] سوسائٹی کے لینڈٹ اسکول کا میر منشی مقرر کیا گیا تھا۔ اس اسکول کی بمبئی میں وہی حیثیت تھی جو کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کی تھی۔ اور یہاں کے گلکرائسٹ محمد ابراہیم مقبہ تھے۔ انھوں نے یہاں اتالیق کا عہدہ سنبھالتے ہوئے بہت سی تصانیف سپرد قلم کیں۔ اس زمانے میں میر منشی کا عہدہ اہم سمجھا جاتا تھا۔ درس و تدریس کے علاوہ میر منشی گورنمنٹ کا مشیر اور رعایا کی طرف سے سرکار میں وکیل سمجھا جاتا تھا۔ ابراہیم مقبہ اس عہدہ پر ۲۸ سال تک فائز رہے۔ اس کے بعد سنہ ۱۸۵۳ء میں انھوں نے پنشن لے لی۔ اور گورنمنٹ نے ان کی قابل قدر خدمات کے صلہ میں چند گاؤں اور تمغے عنایت کئے۔ ان کے اعزاز میں کئی دوامی جلسے ہوئے اور ان کے حالات زندگی انگریزی اور اردو کے اخبارات میں شائع کئے گئے۔

منشی محمد ابراہیم مقبہ نے اسکول کے علاوہ اور بھی کئی ذمہ داریاں سنبھال رکھی تھیں۔ سنہ ۱۸۲۲ء میں وہ Native Education Society کی مینجنگ کمیٹی کے ممبر منتخب کئے گئے تھے۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں الفنسٹن کونسل کے اور سنہ ۱۸۴۰ء میں بورڈ آف ایجوکیشن اور بورڈ آف کنزرویسی کے ممبر منتخب کئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ انگلش گورنمنٹ سے کئی سرٹیفکٹ بھی دئیے گئے تھے۔ ان میں سے ایک سرٹیفکٹ کی عبارت قابل ذکر ہے۔

دی آنریبل گورنران کونسل بورڈ کو مسٹر مقبہ کی دست برداری سے جو افسوس ہوا ہے۔ اس میں اس کے شریک ہیں۔ اور مجھ سے اس امر کی خواہش کی گئی ہے کہ آپ سے درخواست کروں کہ صاحب موصوف نے بورڈ کے فخری رکن

ہونے کی حیثیت سے جو قیمتی خدمات ادا کی ہیں اور اہل وطن کی تعلیم کے لئے اکیس (۲۱) سال کے عرصہ دراز میں جو خیر خواہانہ کوششیں فرمائی ہیں ان کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کیا جائے ۔"

منشی محمد ابراہیم مقبہ نے سنہ ۱۸۱۰ء میں تحفۂ الفنسٹن کے نام سے ہندوستانی زبان کا قاعدہ انگریزی میں لکھا۔ ۱۸۲۵ء میں انگریزی زبان میں مرہٹی زبان کا قاعدہ تصنیف کیا ان دونوں کتابوں کو گورنمنٹ نے اپنے خرچ پر شائع کروایا۔ اس کے علاوہ انھوں نے گجراتی زبان کا قاعدہ بھی انگریزی میں لکھا تین جلدوں میں انگریزی زبان کی قواعد اردو میں لکھیں ۔ ۱۸۳۴ء میں ان کی مشہور و معروف تصنیف تعلیم نامہ (دو جلدوں میں) منظر عام پر آیا ۔ یہ تعلیم نامہ پچھلے پچاس سال پہلے تک بمبئی میں رائج تھا ۔ اور بمبئی کے علاوہ یو پی اور پنجاب کے نصاب میں بھی شامل تھا ۔ یہ تمام تصنیفات نو آورد انگریزوں کو اردو زبان سیکھنے کے لئے اور مسلمانوں کو انگریزی زبان اور مروجہ تعلیم کے مطابق تیار کرنے کے لئے مرتب کی گئی تھیں ۔ مسلمانوں کی مذہبی واقفیت کے لئے انھوں نے ایک رسالہ فقہ شافعی میں لکھا تھا جس کا نام رسالہ وضو نماز تھا ۔ اور ساتھ ایک کتابچہ بچوں کیلئے نور الایمان کے نام سے تصنیف کیا تھا ۔

ان تصنیفات اور درس و تدریس کے علاوہ منشی محمد ابراہیم مقبہ نے ایسی کوششیں کیں جن سے بمبئی کے مسلمانوں میں علم کا چرچا ہوا ۔ چنانچہ ۱۸۳۴ء میں ایک مدرسہ نل بازار (جدید قاضی محلہ) کے قریب قائم کیا گیا ۔ جو دادا مقبہ کے مدرسہ کے نام سے مشہور تھا ۔ تھانہ ، کلوا اور راپوڑی (مضافات بمبئی) کے علاقوں میں بھی مدرسے قائم کئے گئے ان مدرسوں کے علاوہ انھوں نے شہر میں اور بھی دو تین چھوٹے مدرسوں کے قیام کا انتظام کیا ۔ جہاں مسلمان بچوں کو ابتدائی تعلیم دی جاتی تھی ان مدرسوں کے لئے انھوں نے ایک بھاری سرمایہ وقف کر دیا تھا ۔

صاحب تصنیف ہونے کے علاوہ منشی صاحب ایک اچھے شاعر بھی تھے ۔ ان کے اردو کلام کے نمونے کے لئے ہمیں وہ اشعار ملتے ہیں جو کہ ان کی تصانیف میں ادھر ادھر بکھرے پڑے ہیں ۔ ان کی فارسی شاعری کے عمدہ ذوق کے ثبوت میں ان کے چند فارسی اشعار و قطعہ دستیاب ہوتے ہیں ۔

۲۴ ستمبر سنہ ۱۸۳۳ء کو منشی صاحب کو پنشن لینے کیلئے عدالت العالیہ میں مدعو کیا گیا تھا ۔ اس واقعہ کی فارسی تاریخ انھوں نے لکھی ہے ۔

عنایت شد ز حق فرصت و نعمت
با ابراہیم مقبہ بعد نعمت   ۱۲۴۹ھ
اگر اے خیر خواہش سال خواہی
بفرحت خوش بگو فرصت بعزت

محمد ابراہیم مقبہ کے دو فرزند تھے ۔ شیخ احمد اور شیخ اسماعیل ۔ شیخ احمد بڑے صاحبزادے ہونے کی وجہ سے والد کے بعد رئیس خاندان سمجھے گئے ۔ اپنے والد کی طرح شیخ احمد بھی بڑے لائق و فائق تھے ۔ انھوں نے علوم الٰہی و فلسفۂ وجل میں قابل رشک شہرت حاصل کی تھی ۔

شیخ احمد مقبہ علوم دینی اور احکام شرعیہ اور فلسفہ میں اپنے زمانے کے جید عالم سمجھے جاتے تھے ۔ عربی زبان میں علم تواریخ کا بھی بہت شوق تھا ۔ اپنے ذوق علم و ادب کی تکمیل کے لئے دور دور سے ہزاروں کتابیں جمع کی تھیں ۔ ان کا کتب خانہ انواع علوم و فنون کا ذخیرہ تھا ۔

شیخ احمد نے اپنے والد کے برعکس ہمیشہ عوام الناس کی صحبت سے بچ کر زندگی گذاری ان کی شاعری کے چند نمونے دستیاب ہوئے ہیں ۔ ان میں اردو اور فارسی اشعار ہیں جن سے ان کی شعری صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے ۔

شیخ احمد مقبہ کی اردو شاعری کے نمونے "تذکرۂ شعرائے بمبئی" کے باب میں دیئے گئے ہیں ۔ ان کی فارسی شاعری کیلئے نمونتاً چند شعر اور رباعیاں پیش کی جاتی ہیں ۔

شاہا منم بہ محنت بے حد ز جور دہر
از لطف خویش مرحمے کن بحال من
دید نیست درد لم کہ بہ اقع آں نہ دل
نمی دید ہمہ حال و منال من
مال و منال چیست کہ ہستند بے اثر
ہیں جنگی عالم و حسن خیال من

چہ شوراست اینکہ افتادہ است در دنیائی دون اوما
کہ بجد عقل پیدا گشت اندر ایک جنون ازما
پشت پائی زدہ ام برکہ دنیائے زنی
شاد و خرماں شدہ ام پیش شہنشاہ غنی

. . . .

شمرۂ ہفت گذشت از مہر و ماہ
جہاں عبرت مہر وکیوا را مہد ید
عشق گر تاراج ساز دعقل را
علم موجودات تا داں میدید
جمال شاہد معنی کجا بہ روئے
کہ مست چشم دلالت را حجاب حرص وہوا

شیخ اسمٰعیل مقبہ کے ذمے اپنے دادا منشی ابراہیم مقبہ کے مدرسوں کی نگرانی اور مدرسہ محمدیہ کی دیکھ بھال تھی۔ اس کے علاوہ انھیں صدارت مشاورتی اور جامع مسجد داوقاف وغیرہ کا اعزاز بھی ملا تھا۔ اور گورنمنٹ کی طرف سے جے۔ پی کا خطاب بھی ملا تھا۔

شیخ احمد مقبہ کے چار صاحبزادے تھے۔ محمد حسن مقبہ۔ محمد سعید مقبہ۔ محمد حبیب مقبہ۔ اور محمد اکبر مقبہ محمد اکبر مقبہ بھی اردو، عربی میں ماہر اور نکتہ شناس تھے، پرہیزگاری اور خدا ترسی کی بنا پر قومی مجالس وغیرہ میں بہت کم حصہ لیتے تھے۔ گویا اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے رہے ان چاروں بھائیوں سے محمد حسن مقبہ بالکل اپنے دادا منشی محمد ابراہیم مقبہ کی تصویر تھے۔ اردو، فارسی اور عربی میں قابل اور قومی خدمات میں نہایت دلچسپی لیتے تھے۔ ایثار نفسی سخاوت، غربا پروری۔ ہمدردی قوم میں آپ ذرا دریغ نہیں کرتے تھے۔ تاعین حیات دامے، درمے، سخنے ہر ایک کی بلا تفضیل مذہب اعانت کرتے تھے۔

محمد حسن مقبہ نے اردو اور فارسی میں احسن کے تخلص سے شاعری بھی کی ہے۔ ان کا [illegible] دیوان۔ دیوان احسن اور غزلیات احسن کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ان دواوین میں انھوں نے کوکنی زبان میں لکھی ہوئی غزلیں بھی پیش کی ہیں۔ ان دواوین کا انتخاب احسن الکلام اور جام معرفت کے نام سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

احسن نے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کیلئے بہت سعی اور کوششیں کیں اور کئی تصانیف سپرد قلم کیں۔ ان میں تربیت نامہ شرح نعمت خان عالی صیانت المسلمین سفرنامہ کشمیر وپنجاب مضامین احسن بہت مقبول ہوئیں۔

محڈن ایجوکیشن کانفرنس کے جو جلسے بمبئی میں منعقد ہوئے ان میں احسن نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کانفرنس کو ساڑھے پانچ ہزار روپوں کا عطیہ دیا۔ علی گڑھ کالج کو گیارہ سو روپے عنایت کئے۔ اسی طرح انھوں نے مدرسہ انجمن اسلام بمبئی کی لائبریری کو پانچ سو روپیہ بطور عطیہ اور دو سو روپیہ سالانہ امداد ادا کرنے کی ذمہ داری لے لی۔ جس کے عوض انجمن نے اپنی لائبریری کو "انجمن اسلام ایم ایچ مقبہ لائبریری" کے نام سے موسوم کیا۔ مدرسہ انجمن اسلام بمبئی کے کمپاؤنڈ میں سنہ ١٩٠١ء میں ایک جمنا نہ جاری کیا جس کی افتتاح لارڈ نارتھ بروک نے کیا۔ اور احسن نے سالانہ ڈھائی روپیہ جمخانہ کے لئے وقف کر دیئے۔ سنہ ١٩٠٢ء میں مدرسہ میں دینی تعلیم جاری کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے جملہ اخراجات کا ذمہ بھی انھوں نے لے لیا۔

احسن نے بمبئی میں علمی وادبی فضا قائم کرنے کے لئے کوکنی کلب، انجمن ترقی سخن انجمن تحریر وتقریر اور اسلام کلب جیسے انجمن اور سوسائٹیاں قائم کیں۔ اپنے دادا مرحوم کے مدرسوں کا نئے سرے سے انتظام کروایا۔ ناگپاڑہ پر ایک نائٹ اسکول اور ضلع رتنا گیری میں لڑکیوں کے لئے ایک اسکول جاری کیا۔ انھوں نے ہمیشہ بمبئی کے چند اخبار مثلاً حبیب الاخبار تیج بہادر اور سلطان اخبار کی سرپرستی اور امداد کی۔ غرض احسن نے اپنی خاندانی روایات کو ہمیشہ برقرار رکھا (محمد احسن مقبہ کے صاحبزادے عبد الحمید مقبہ ہیں جن کے ایک فرزند محمد ابراہیم مقبہ مرحوم اپنے بزرگوں کی روایات پر قائم رہے)

مقبہ خاندان میں ایک صاحب ملا محمود بابو میاں مقبہ گذرے ہیں۔ یہ ابراہیم مقبہ کے ہم عصر تھے۔ اور انھوں نے ایک نصابی کتاب گلدستہ اردو کے نام سے تالیف کی تھی۔ جو اس زمانے میں کئی مدرسوں میں رائج تھی۔ اسی خاندان مقبہ میں ایک شاعر غلام حافظ مقبہ تھے

ان کا تخلص جلال ہے اور ان کی نعتیہ اور غزلوں کا دیوان ۱۳۵۶ھ م ۱۹۳۹ء کو بمبئی میں شائع ہوا ہے۔ جلال کو محمد یونس بیدادے جلیل سے تلمذ حاصل تھا تادم تحریر بقید حیات ہیں۔ مختصر یہ کہ علمی وادبی، تعلیمی وسماجی ہر میدان میں یہ خاندان ہمہ خانہ آفتاب کے مصداق ہے۔

مہری خاندان

نواح بمبئی میں ایک چھوٹا سا قصبہ مہاڑ کے نام سے واقع ہے۔ یہاں کے باشندوں نے اپنے آپ کو مہاڑی اور پھر مہری کے لقب سے روشناس کرایا۔ انھیں مہریوں میں سے ایک خاندان بمبئی میں آکر آباد ہو گیا تھا ان کا پیشہ قضیات تھا۔ اسی لئے یہ قاضی کے نام سے بھی مشہور ہوئے۔ یہ مہری خاندان اپنے وقت کا ایک معزز اور علم دوست خاندان تھا۔ اس خاندان میں بہت سے باکمال مصنفین اور شاعر گذرے ہیں۔

ان میں سے ایک بزرگ کا نام قاضی غلام قاسم مہری تھا۔ یہ قاضی محمد یوسف مرگھے، ابراہیم مقبہ اور فقیہ اور ندریکر وغیرہ کے ہم عصر تھے۔ قاضی مرگھے اور فقیہ نے ان کا ذکر اپنی تصانیف میں بھی کیا ہے۔ قاسم تخلص سے انھوں نے اردو اور فارسی میں بڑی عمدہ غزلیں بھی کہی ہیں۔ (مخطوطہ غلام قاسم مہری کتب خانہ جامع مسجد بمبئی) قاسم نے مواس المجالس کے نام سے ایک رسول اللہ کی سیرت سے متعلق ایک مثنوی لکھی ہے اور اسلام کے ضروری عقائد کو نظم کر کے اس کا نام عقائد منظوم رکھا ہے۔ مثنوی عقائد منظوم کے ساتھ سے چالیس حدیثوں کا منظوم ترجمہ "ترجمہ چہل حدیث" کے نام سے کیا ہے۔

مہری خاندان کے ایک اور شاعر و مصنف قاضی غلام علی مہری ہیں جو قاسم مہری کے بھتیجے تھے۔ یہ اپنی بے نظیر مثنوی مصباح المجالس کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ یہ مثنوی آج بھی بازار میں ملتی ہے۔ اور گیارہویں شریف میں حصول ثواب کی خاطر پڑھی جاتی ہے۔ انھوں نے ایک اور ضخیم مثنوی سعدۂ سلمٰی کے نام سے لکھی تھی جس میں رومانوی و مذہبی رنگ کی دلچسپ آمیزش موجود ہے۔ علی کی ایک اور عشقیہ مثنوی تحفۂ اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ علی نے اس مثنوی کو نواب ارکات حضرت غوث خاں اعظم جاہ کے نام سے منسوب کیا تھا۔ نواب کے دربار سے علی کو انعام واکرام بھی عنایت کیا گیا تھا لیکن بمبئی آتے ہوئے راستہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ (مخزن شعرا) ان تصانیف کے علاوہ علی نے فقیہ اور ندریکر کی نا مکمل مثنوی "روضۃ المیکا" کو مکمل کیا۔ علی کی نعتیہ غزلوں کا ایک دیوان مخطوطے کی صورت میں مدرسہ محمدیہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس مخطوطے میں کل ۱۲۹ غزلیں ہیں۔ یہ غزلیں سنگلاخ زمین مشکل بحروں اور عجیب و غریب ردیف وقافیوں میں موجود ہیں۔

اس خاندان میں ایک اور بزرگ قاضی غلام حسین مہری بھی گذرے ہیں۔ جنھوں نے فقہ شافعی پر اردو نثر میں مبسوط کتاب لکھی تھی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسہ محمدیہ اور یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

قاضی غلام حسین کے صاحبزادے قاضی شہاب الدین مہری ہیں۔ جن کا ذکر فقہ حسینی میں ملتا ہے۔ قاضی شہاب الدین نے شرح محتاج، شرح ارشاد بھی تصنیف کی تھی۔ ان دو تصانیف کے علاوہ شہاب الدین نے شہابیہ کے نام تصنیف کیا تھی۔ یہ کتاب نصف اردو نصف کوکنی زبان میں تھی۔ مثنوی سرچشمۂ کرامت کے مصنف قاضی محمد اسماعیل مہری بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ قاضی اسمٰعیل اپنے زمانے میں قضات کے عہدہ پر متمکن تھے۔ اور بمبئی کی سیاسی وسماجی اور ادبی تحریکوں میں برابر حصہ لیتے رہتے تھے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ علم وادب کا یہ سرپرست خاندان زمانے کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔ موجودہ دور میں اس خاندان کے نام لیوا قاضی ابراہیم زندہ ہیں۔ لیکن وہ اپنے بزرگوں کے ان کارناموں سے

پوری طرح واقف نہیں ہیں۔

روگھے

روگھے کا صحیح تلفظ رقعے ہے یہ معتبر تاجرین کا لقب ہے۔ جن کے پاس سے ہنڈیاں جاری ہوتی تھیں عربی زبان میں رقعہ کے محاورسی معنی ہنڈی کے ہیں جہاں ان افراد کا مقام سطوت کوکن اور بمبئی قرار پایا تو کثرت استعمال سے وہاں کے باشندے رقعے کو روگھے کہنے لگے۔ (تاریخ النوائط مولفہ عزیز جنگ)

بمبئی میں روگھے خاندان کے ایک رکن محمد علی گذرے ہیں۔ یہ متعدد جہازات کے مالک تھے۔ اس کے علاوہ تجارتی دنیا میں ان کا سکہ چلتا تھا جس کی وجہ سے ان کا نام ناخدا پڑ گیا۔ اور اس خاندان کے لوگ ناخدا کے نام سے بھی مشہور ہوتے۔ بمبئی کے ایک محلہ کا نام بھی اس خاندان کی بنا پر ناخدا محلہ پڑ گیا ہے۔

ناخدا محمد علی روگھے محمد حسین روگھے کے صاحبزادے تھے۔ جامع مسجد بمبئی میں ایک مدرسہ مدرسۂ محمدیہ کے نام سے جاری کیا۔ اور اس کے لئے ایک معقول رقم وقف کردی۔ ۱۸۴۷ء میں محمدی کے نام سے ایک اخبار کا اجرا کیا تھا۔ (اختر شہنشاہی) سماجی کاموں اور قومی بہبودیاں کے لئے بھی ان کا نام روشن ہے۔ زمانے کے تقاضے کی بنا پر مہاتم میں زر کثیر صرف کرکے ایک سنگین تالاب بنوایا تھا۔ اسی طرح زیدیری اسکول کے قریب بھی ایک تالاب کھدوایا تھا۔ جامع مسجد بمبئی کی ترمیم و تعمیر میں سب سے زیادہ خرچ برداشت کرنے کا سہرا بھی انھیں کے سر ہے۔ مسلمانوں کے موجودہ قبرستان واقع مرین لائن کی تعمیر کا فرض بھی انھیں کے سر ہے۔ اور اس کے لئے ایک وقف بھی قائم کیا ہے۔ جامع مسجد کے نئے سرے سے تعمیر و تربیت کے لئے خرچ برداشت کرنے والا شخص بھی محمد علی روگھے تھے۔

ان کے بعد روگھے خاندان کے سب سے مشہور فرد جو انھیں کے ہمنام ہیں محمد علی بن محمد امین روگھے ہیں۔ بمبئی کے مشہور اسکول انجمن اسلام کے جاری کرنے میں سب سے زیادہ محنت محمد علی روگھے کی ہے۔ مجلس مشورہ کے علاوہ انھوں نے یک مشت دس ہزار روپے اسکول کے لئے عنایت کئے۔ مسلمانوں کی عام خیر خواہی دامنگیر رہی۔ بمبئی کی کئی انجمنوں اور اداروں کو انھوں نے سیکڑوں اور ہزاروں سے امداد کی۔ "مدراس، کلکتہ اور پنجاب میں کوئی خیراتی انسٹی ٹیوٹ ایسا نہ تھا کہ جہاں انھوں نے مدد نہ کی ہو۔"

ناخدا محمد علی بمبئی کونسل کے ممبر بھی تھے۔ ان کی انگریزی زبان کی قابلیت اور پرزور تقریروں کو سن کر گورنر بمبئی کہا کرتے تھے I got a better colleague for my council

انریبل مسٹر اشیرز سے جب سخت مخالفت ٹھہری تو کسی نے ان سے کہا کہ مسٹر روگھے تو ہاؤس آف لارڈز کے ممبر کے جیسا ایک عالی دماغ شخص ہے (رسالہ مہر درخشاں، کوکن مختی عبدالکریم مدرس)

ان کو علم و ادب سے بڑی دلچسپی تھی۔ کئی زبانیں بھی جانتے تھے۔ تقریروں کے ذریعہ اپنے مخالف کو مسخر کر لینا ان کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ غرض یہ کہ ایک زمانہ وہ تھا جبکہ ناخدا کے طوطی بولتے تھے۔ جہاں سے ان کی گاڑی گذرتی لوگ تعظیم دیتے۔ افسران حکومت بھی ان کی ویسی ہی عزت کرتے تھے! حتیٰ کہ ان کی گاڑی گذرنے پر پھانسی پانے والے ملزم بھی تختۂ دار سے اس وقت تک اتار لئے جاتے جب تک کہ ناخدا محمد علی روگھے گذر نہ جائیں۔

کھتکھٹے خاندان :-

کھتکھٹے خاندان کی وجہ تسمیہ معلوم نہ ہو سکی۔ یہ خاندان بمبئی کے قدیم خاندانوں میں سے ایک ہے۔ اس خاندان کے سب سے پہلے بزرگ جن کی حیات اور کارناموں سے متعلق معلومات دستیاب ہوتی ہیں۔ مولوی محمد یوسف کھتکھٹے ہیں۔ اگرچہ اس خاندان کے کسی اور فرد نے اردو کی سرپرستی اور ترقی میں حصہ نہیں لیا۔ لیکن مولوی صاحب کی تنہا خدمت اور دلچسپی کسی خاندان کے کئی افراد کی خدمات کے برابر ہیں۔ مولوی محمد یوسف بمبئی کے معزز نامور لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ انھوں نے بمبئی یونیورسٹی سے ایم اے اور ایل ایل بی کے امتحان پاس کئے۔ وہ اردو

کے علاوہ عربی فارسی زبانوں کے ماہر اور فقہ وحدیث
کے جید عالم سمجھے جاتے تھے۔ یوسف کے تخلص سے انھوں
نے اپنے شعر بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ نثر میں بھی ان کی
کی تصانیف دستیاب ہوتی ہیں۔

مولوی یوسف جامع مسجد کے ناظر بھی تھے۔ ساتھ ہی
کتب خانہ مدرسہ محمدیہ کا نظم و نسق بھی انھیں کے ذمے تھا۔
اس کتب خانے کی ترتیب و تدوین اور ترقی میں سب سے
بڑا حصہ مولوی صاحب ہی کا ہے۔ انھوں نے مختلف علوم
و فنون کی کئی عمدہ اور نایاب کتابیں اس کتب خانہ میں
جمع کی تھیں اور بڑی محنت اور جانفشانی سے مطبوعات
کی ایک ضخیم فہرست مرتب کی تھی۔ اس فہرست میں انھوں
نے تصنیف، مصنف، سنہ تصنیف اور مطبع سے
متعلق معلومات بہم پہنچائی ہیں۔

مولوی صاحب کے زمانہ میں کتب خانہ مدرسہ محمدیہ
میں تقریباً تین ہزار نادر اور بیش قیمت مخطوطے تھے۔
ان مخطوطوں کو جمع کرنے کا سہرا مولوی صاحب کے سر ہے
مولوی صاحب اپنی ڈیوٹی کے علاوہ بھی اپنا قیمتی وقت
کتب خانے میں صرف کرتے تھے۔ انھوں نے کئی مخطوطوں
کے ابتدائی یا آخری خالی صفحوں پر مصنف یا مرتب
سے متعلق معلومات قلمبند کی ہیں۔ مولوی صاحب کے ان
نوٹس سے ریسرچ کرنے والے کافی استفادہ حاصل
کر سکتے ہیں۔ مولوی صاحب کا ذاتی کتب خانہ جو نادر
مخطوطات و مطبوعات پر مشتمل تھا.......
Khatkhatey collection
سے بمبئی یونیورسٹی میں محفوظ ہے۔

مولوی صاحب کا ایک اور قابل ذکر کارنامہ یہ ہے
کہ انھوں نے کوکنی شاعروں اور مصنفوں کی تاریخ "تذکرۂ
قوم کوکنیان" کے نام سے مرتب کرنی شروع کی تھی۔
مگر افسوس کہ وہ مکمل نہ ہو سکی۔ اور نامکمل مسودہ بھی زمانے
کے ہاتھوں ناپید ہو گیا۔

اردو کے کئی نامور شاعروں اور ادیبوں سے مولوی صاحب
کے دوستانہ مراسم تھے ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر
نام مولانا شبلی اور خواجہ حسن نظامی کے ہیں۔ خواجہ حسن نظامی
نے اپنے قیام بمبئی کے دوران میں جو سفرنامہ مرتب کیا تھا۔
اس میں مولوی صاحب اور ان کی فرض شناسی کا، علم دوستی
اور کاوش پیہم کا ذکر بڑی عزت اور محبت سے کیا ہے
مولوی صاحب کے برادر عزیز منشی عبدالقادر کھٹکھٹے بھی
ایک ذی علم شخص ہو گزرے ہیں۔ انھوں نے مولوی
محمد یوسف کھٹکھٹے کے بعد جامع مسجد کے ناظر کی حیثیت
سے اپنے فرائض منصبی انجام دیئے۔ جامع مسجد کے
عہدۂ نظارت آج بھی اس خاندان کے ہاتھوں میں ہے۔

طیب جی خاندان:- طیب جی خاندان کے سب سے پہلے بزرگ بھائی میاں صاحب
تھے۔ وہ سلیمان بوہرہ جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔
تجارت اور دوکانداری کے سلسلہ میں بمبئی میں ان کا قیام
تھا۔ ۱۸۰۲ کی خوفناک آتشزدگی نے ان کے مکان
کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور وہ مفلوک الحال ہو گئے۔ ان
کے صاحبزادے طیب علی جی خاندان کے بانی کہلائے
جاتے ہیں۔ اپنی ذاتی محنت اور قابلیت سے بمبئی کے
تاجروں کی صف میں اپنے لئے جگہ بنا لی۔ طیب علی نے
اپنے خاندان میں ایک رجسٹر جاری کیا تھا جس میں خاندان
کا ہر فرد اپنے تاثرات لکھا کرتا تھا۔ یہ رجسٹر "اخبار قبیلۂ
طیب جی" کہلاتا تھا۔ طیب علی نے اس میں اردو زبان میں
اپنی سوانح حیات قلم بند کی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں
نے اپنی جماعت کے مذہبی عقائد سے متعلق ایک رسالہ
"تکلیع ہدایت" نامی مرتب کیا تھا۔

بمبئی کے مسلمانوں میں علمی بیداری پیدا کرنے کی جدوجہد
طیب علی نے شروع کی۔ انھوں نے اپنے بیٹوں کو
کم عمری میں ہی حصول تعلیم کے لئے انگلینڈ بھیجا۔ اور ان
کے خاندان نے ہندوستان کے سب سے پہلے مسلمان بیرسٹر
سولیسٹر، انجینئر، ڈاکٹر، سول آفیسر اور چیف جسٹس
پیدا کئے۔ طیب جی خاندان کے جن حضرات نے
اردو علم و ادب سے دلچسپی کے ثبوت دیئے ہیں ان
میں طیب علی کے صاحبزادے بدرالدین طیب جی کا
نام سرفہرست درج کیا جا سکتا ہے۔ بدرالدین نے
اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم دادا صاحب مقبہ کے

مدرسے میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلینڈ تشریف لے گئے۔ وہ پہلے ہندوستانی ہیں جو بمبئی بار میں داخل ہوئے اور دس سال تک بیرسٹری کے عہدے پر فائز رہے۔ سنہ ١٨٨٢ء میں انھیں بمبئی لیجسلیٹو کونسل کا ممبر مقرر کیا گیا۔ اور سنہ ١٨٩٥ء میں بمبئی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بنے۔ وہ اپنے فرقے کے ملا صاحب بھی تھے۔ اور کانگریس کے صدر بھی۔ اس مسئلہ پر ان میں اور سید احمد خاں میں اختلاف رائے تھا۔ اسکے باوجود بدرالدین طیب جی نے حتی الامکان علی گڈھ کالج کی امداد کی۔ بمبئی میں منعقد ہونے والی ایجوکیشنل کانفرنسوں میں انھوں نے ہمیشہ شرکت کی۔ تعلیم نسواں کو عام کرنے اور خواتین کو پردے کی قید سے باہر نکالنے کے لئے انھوں نے زبانی اور عملی طور پر کام کئے۔ جلسوں میں تقریریں اور اخباروں میں مضمون لکھنے کے ساتھ ہی اپنے گھرانے کی عورتوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ انجمن اسلام سوسائٹی اور اسکول کو قائم کرنے اور انھیں اعلیٰ پیمانے پر چلانے میں بدرالدین طیب جی کا نام بھی شامل ہے۔ انجمن کے لئے کام کرنے والوں میں ان کے بھائی قمرالدین طیب جی کا نام فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

طیب جی کے متعلقین نے اردو ادب کی جو خدمات انجام دی ہیں ان کا مختصر حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ زہرہ بیگم فیضی زہرہ بیگم نے ہال خاتون کے نام سے ایک ڈرامہ لکھا تھا جو وقتاً فوقتاً "عصمت" "تہذیب نسواں" اور خاتون نامی رسالوں میں مضامین لکھا کرتی تھیں۔ ان کے مضامین کا مجموعہ ١٩١٢ء میں شائع ہوا تھا۔

امیر النساء بیگم نے سلیمانی بوہروں کی منظوم دعاؤں کا (جو آمین کہلاتی ہیں) ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک ناول موسوم بہ "نادر بیان" بھی تصنیف کی تھی۔

عطیہ بیگم فیضی کا نام اردو ادب کے شائقین کیلئے نیا نہیں ہے یہ وہی عطیہ بیگم ہیں جن کے شبلی اور اقبال سے دوستانہ مراسم تھے۔ عطیہ بیگم کے ساتھ ہی نازلی بیگم کا نام بھی سامنے آتا ہے۔ انھوں نے ایک باتصویر سفرنامہ مرتب کیا تھا۔ ان دونوں خواتین نے بمبئی اور جنجیرہ کی خواتین میں تعلیمی بیداری پیدا کرنے کی ہر ممکن کوششیں کی تھیں۔

راز الہ آبادی

غزل

ہم ستم جب روا تھا بہت دن ہوئے
وہ ستم گر خفا تھا بہت دن ہوئے

وہ جو دل آئینہ تھا بہت دن ہوئے
تم نے ٹھکرا دیا تھا بہت دن ہوئے

راہزن رہنما تھا بہت دن ہوئے
کارواں لٹ گیا تھا بہت دن ہوئے

اب جہاں سے گذرتے ہیں شمس و قمر
وہ مرا راستہ تھا بہت دن ہوئے

آج تک اس چمن کی ہوا گرم ہے
آشیانہ جلا تھا بہت دن ہوئے

اب زمانہ جسے چاند کہنے لگا
وہ مرا نقش پا تھا بہت دن ہوئے

ایک دن وہ ہنسے تھے مجھے دیکھ کر
ایک غنچہ کھلا تھا بہت دن ہوئے

آج تک وہ مجھے بھولتا ہی نہیں
تم نے اپنا کہا تھا بہت دن ہوئے

ان کے ہاتھوں سے اک دن مجھے دیکھ کر
آئینہ گر پڑا تھا بہت دن ہوئے

اب جسے لوگ کہتے ہیں ساحل وہیں
ایک طوفاں اٹھا تھا بہت دن ہوئے

اب خدا جانے کیا حال ہے راز کا
میں بھی آن سے ملا تھا بہت دن ہوئے

خاور بانکوٹی

نئی سحر کے ترانے سُنا رہے ہیں ہم
نئی حیات کے پرچم اڑا رہے ہیں ہم

وہ جد و جہد ہمارے وطن میں جاری ہے
نئی بہار کا سکہ چمن میں جاری ہے
ہمارا ذکر وف انجمن میں جاری ہے
کہ آندھیوں میں بھی شمعیں جلا رہے ہیں ہم
نئی سحر کے ترانے سُنا رہے ہیں ہم

کھلا دیئے ہیں چمن زار کوہساروں پر
مہ و نجوم اتارے ہیں ریگ زاروں پر
چھڑک دیا ہے لہو مضمحل نظاروں پر
زمینِ ہند کو جنت بنا رہے ہیں ہم
نئی حیات کے پرچم اڑا رہے ہیں ہم

جہاد بھوک کی خاطر کیا ہے لہروں سے
لیا ہے آبِ رواں کھیتیوں میں نہروں سے
برس رہی ہے مسرت ہمارے چہروں سے[سلہ]
کہ اپنی خاک سے سونا اُگا رہے ہیں ہم
نئی سحر کے ترانے سُنا رہے ہیں ہم

پلوں کے جال کہیں ندیوں پہ ڈالے ہیں
بنا کے بند کہیں آبشار اُچھالے ہیں
ہمارے عشق سے اب چار سو اُجالے ہیں
فسونِ تیرگیٔ شب مٹا رہے ہیں ہم
نئی حیات کے پرچم اڑا رہے ہیں ہم

سلہ میں اس قسم کے قوافی کو جائز سمجھتا ہوں ——— خاور

ہیں سربلند نئے عہد کے جوانوں میں
اگر دماغ ہیں اُلجھے ہوئے "پلانوں" میں
ہمارے ہاتھ ہیں مصروف کارخانوں میں
چراغ عزم و عمل کے جلا رہے ہیں ہم
نئی سحر کے ترانے سُنا رہے ہیں ہم

ہماری گود میں ہیں شاہکار تصویریں
کہ ہم نے تاج و اجنتا کو دی ہیں تنویریں
اُٹھا کے آج نئی پتھروں سے تعمیریں
کمال فن کے کرشمے دکھا رہے ہیں ہم
نئی حیات کے پرچم اڑا رہے ہیں ہم

عطا ہوئی ہے حرارت مزاج ٹیپو سے
لیا ہے ہم نے اہنسا کا درس باپو سے
وہ پنچ شیل کی دولت ملی ہے نہرو سے
کہ اپنے بھاگ پہ خوشیاں منا رہے ہیں ہم
نئی سحر کے ترانے سُنا رہے ہیں ہم

ہمارے رقص جنوں میں خلوص شامل ہے
بڑی حسین ہمارے سفر کی منزل ہے
حیات خیز بہت ہی وہ نغمۂ دل ہے
جو اپنے ساز کے تاروں پہ گا رہے ہیں ہم
نئی حیات کے پرچم اڑا رہے ہیں ہم

خیال جنگ جہاں کے لئے مصیبت ہے
سکون روح کی انسان کو ضرورت ہے
زمیں کو امن کے اُن پرچموں کی حاجت ہے
جو آج اپنی فضا میں اڑا رہے ہیں ہم
نئی سحر کے ترانے سنا رہے ہیں ہم

اشتیاق بجھرائیونی
بی۔ اے۔ ایم۔ ایڈ (علیگ)

"ادب اور نظریہ"

زیرِ نظر موضوع اپنی افادیت کے اعتبار سے نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ ایک خاص اہمیت کا حامل بھی ہے۔ غیر مناسب نہ ہوگا اگر پہلے اس کی وضاحت کر دی جائے کہ آیا نظریہ بذاتِ خود کیا ہے؟ ہم اس کا استعمال کن معنوں اور کس مفہوم میں کرتے ہیں؟

نظریہ کے لفظی معنی نقطۂ نظر کے ہوتے ہیں۔ کسی مخصوص عقیدے اور زندگی کے ایک خاص لائحہ عمل کا ہی نام دراصل نظریہ ہے۔ اس کے زیرِ نگیں زندگی اور حیات کی تمام تر اقدار، افکار کے انداز، مختلف مسائل کو دیکھنے، سمجھنے، پرکھنے اور حل کرنے کے تمام تر ڈھنگ آتے ہیں۔ یہاں اس امر کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ یہ نقطۂ نظر کسی بھی طرح خلاء کی اپج اور پیداوار نہیں ہو سکتا۔ یہ نہ ہی محض خیالی، تصوراتی اور تخیلاتی ہوتا ہے۔ بلکہ زندگی کے مختلف النوع اقسام کے تجربات، احساسات اور مشاہدات نہ صرف کسی خاص نظریہ کی تخلیق ہی کرتے ہیں بلکہ اپنے خونِ جگر سے اسکی آبیاری کا کام بھی انہیں کا ہے۔ ان کو ہم تخیلاتی اس وجہ سے بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ پوری طرح منطقی دلائل کی روشنی میں اپنی ایک مخصوص شکل و صورت اختیار کرتے ہیں۔ یہ نقطہ ہائے نظر مختلف۔ ویوں میں زندگی اور حیات کے مختلف مسائل کو سلجھانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہماری حیات کارزار کے جس قدر بھی بنیادی سوالات ہیں، بنیادی مسائل ہیں، یہ نظریات اپنے مخصوص انداز میں انھیں حل کرنے کی پوری پوری کوشش اور سعیٔ پیہم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر انسان کی تخلیق کیونکر ہوئی؟ انسانی زندگی کا ارتقا کیونکر ہوا؟ آخر زندگی کا مقصد کیا ہے؟ انسانی منزل، فطرت انسانی، فطرت، کائنات انسان اور اس کائنات کا باہمی تعلق، انسان اور قدرت کا باہمی رشتہ؟ یہ ہیں چند بنیادی سوالات جن کا حل کسی نہ کسی صورت میں ہر نظریہ اپنے گہرے اور وسیع علمی خزینے، معلومات اور دیگر نقطہ ہائے نظر کے تعاون سے دینے کی کوشش کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر نظریہ کو ہم حقیقت کا راستہ اور صداقت کی تلاش و جستجو کی ایک رہگذر بھی تسلیم کریں تو بیجا نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک خاص نقطۂ نظر اور نظریہ کو ماننے والا اپنی ذہنی اپج، عقل کی رسائی، تصور، تخیل اور سوچ و وچار کی روشنی میں ان تمام بنیادی سوالات کا حل پیش کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتا ہے۔ یہاں ہم اس امر کو بھی ملحوظِ خیال رکھنے کے لئے مجبور ہیں کہ ہر ذی حس اور ذی شعور انسان کسی نہ کسی نظریہ کا تابع ضرور ہوتا ہے کیونکہ ہر انسان انسانی زندگی اور اس کے مسائل کو ایک خاص انداز میں دیکھتا ہے اور ان کا حل کسی نہ کسی ڈھنگ سے پیش کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہے۔ کوئی بھی شخص جو کسی خاص نظریہ کا ماننے والا ہوتا ہے، وہ اپنی دانست میں پوری پوری کوشش کرتا ہے کہ ان نظریات اور نقطہ ہائے نظر کو جس طرح بھی ممکن ہو اپنی زندگی میں پوری طرح رچا بسا لے اور اپنے عمل سے اسے پوری طرح ظاہر کر دے۔ بشرطیکہ اس کا یہ نظریہ محض فیشن کے طور پر اپنایا ہوا نہ ہو۔ اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اولاً اپنی زندگی اور اپنی ذات کو اس مخصوص نقطۂ نظر کی زندہ جاوید مثال بنا کر پیش کرے۔ یہی سبب ہے کہ ایک خاص نقطۂ نظر ہمیشہ ایک مخصوص زندگی کی اقدار کی شکل میں ہمارے پیش نظر ہوتا ہے۔ بعد ازاں وہ یہ بھی کوشش کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو وہ اپنا ہم خیال بنائے لہذا اپنے اس جذبہ کی وجہ سے وہ اپنے اس نظریہ کی ترویج و اشاعت کی سعیٔ پیہم شروع کر دیتا ہے۔ کبھی کبھی اس کا یہی جذبہ بالکل تبلیغ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اور جسے بہ آسانی ہم پروپیگنڈے کے نام سے بھی موسوم کر سکتے ہیں۔ اس کی یہی آرزو اور طلبی جذبہ کو دیگر اس کے فلسفۂ زندگی، افکار اور طرزِ زندگی کو نہ صرف پسندیدگی کی نظر

سے دیکھیں بلکہ زیادہ سے زیادہ اس طرف مائل ہوں اور اس عقیدے کو اپنی زندگی کا ایک خاص جز تصور کریں، اسے مختلف طریقے اختیار کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شاعر و ادیب نے ایک خاص نظریہ کا پرچار پوری پوری طرح کیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ کوشش ان کی جانب سے دانستہ یا نادانستہ اور شعوری یا لاشعوری طور پر ہوئی ہو۔ اس کی بہترین مثال یہ ہو سکتی ہے کہ فلسفہ کی دنیا میں جتنے بھی مشہور و معروف نام ہیں وہ نہ صرف اپنے زمانے کے بہترین مفکر ہی تھے بلکہ بہترین مبلغ بھی رہے ہیں اور یہی سبب ہے کہ انھوں نے زندگی اور حیات کو جس طور پر اور جس حد تک اپنے افکار و خیالات اور نظریات سے متاثر کیا ہے اس سے کون ہے جو بہرہ ور نہ ہو۔

مختصراً یہ کہ نظریہ در اصل ایک خاص خیال اور اصول کو کہتے ہیں جسے ہم زندگی کے ہر پہلو اور حیات کے ہر لاشعوری عمل میں اپنے اور اپنے شعور کی بے پناہ گہرائیوں میں پیدا کر لیتے ہیں۔ ہماری زندگی کا ہر عمل، تمام حرکات و سکنات و نیز خیالات میں یہ پوری طرح واضح اور معین ہوتا ہے۔ ہر زندگی و حیات کی اپنی [illegible] مطالبات و مشکلات کو حل کرنے اور انہیں سلجھانے کے لیے مختلف راہیں متعین [illegible] ہوا کرتے ہیں۔ زندگی کے یہ مسائل معاشی بھی ہو سکتے ہیں مذہبی و سماجی بھی۔ ہم اپنے ان تمام مسائل کا حل ایک مخصوص خیال اور شعور کی روشنی میں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نظریات مختلف لوگوں کے خیال کے مطابق مختلف ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص اقتصادی یا معاشی مسائل کا حل مارکسزم کے ذریعہ بہتر طور پر خیال کرتا ہے۔ دوسرا شخص اس سلسلے میں اسلامی فکر اور نظریے سے موافقت رکھتا ہے۔ لہٰذا یہ نظریات مختلف لوگوں میں مختلف ہو سکتے ہیں۔

یہ ایک فطری امر ہے کہ ہر شخص ان زندگی کے مسائل کو سلجھانے کے سلسلے میں اپنا ایک مخصوص نظریہ رکھتا ہے لہٰذا اس کی حتی المقدور یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی تمام تر الجھنوں کا حل اس نظریہ کی روشنی میں حل کرے۔ یہ ذخیرہ قانونی طور پر اس کا اپنا ذاتی خیال اور تصور ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے ہم ذاتی یا انفرادی نظریہ سے موسوم کرتے ہیں

دوسرا نظریہ حیات اجتماعی یا کلی ہوتا ہے یہ پورے ایک مربوط ترین فلسفہ حیات پر مشتمل ہوتا ہے اور زندگی کے ہر گوشوں پر کامل [illegible] سیاست [illegible] ہوتی ہے۔ اقتصادی کیفیات بھی جلوہ گر ہوتی ہیں و نیز حیات کے دیگر صد رنگ مسائل بھی — اس کو ہم اجتماعی نظریہ یا کلی نظریہ بھی کہتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انحراف کی قطعی گنجائش بھی نظر نہیں آتی کہ حقیقتاً انفرادی یا ذاتی نظریہ کسی بھی صورت میں اجتماعی یا کلی نظریہ سے مختلف نہیں ہوتا۔ در اصل ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہم انھیں کسی بھی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ تصور نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر اگر آپ چاند اور اس کی چاندنی کو دو بالکل متضاد چیزیں تصور کریں تو یہ بات کس قدر مضحکہ خیز ہوگی۔ لہٰذا ہم بہ وثوق طریقے پر کہہ سکتے ہیں کہ در اصل چاند بہ آسانی تمام کلی نظریہ کہلایا جا سکتا ہے اور اس کی چاندنی کو ہم ذاتی نظریہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جو لوگ ان دونوں نظریوں کو قطعی طور پر بالکل مختلف چیزیں تصور کرتے ہیں۔ واقعی اگر حالات کی روشنی میں، تجربات کی کرنوں، اور تصورات کی پرچھائیوں میں دیکھا جائے تو ان پر یہ راز روشن ہو جائے گا اور پھر وہ انھیں یکساں طور پر دو متضاد چیزیں کسی بھی صورت میں تصور نہیں کر سکتے۔

گو نظریہ ہمیشہ ادب کی روایات میں کارفرما رہا ہے لیکن موجودہ دور اور خاص طور سے جب سے ادب برائے زندگی اور ترقی پسندانہ رجحانات نے دبے قدموں سے ادب کی شاہراہ میں قدم بڑھایا — اس وقت سے ادب میں نظریہ کی اہمیت بہت بڑھ گئی — اس کا دوسرا سبب ادبی بحران بھی آیا ہے۔ آج ہر ادیب و شاعر کے لیے یہ مسئلہ ایک سوالیہ نشان کی طرح راہ نمائے کھڑا ہے کہ وہ کس نظریہ حیات پر ایمان لائے۔ کون سے نظریہ کو لبیک کہے اور کس سے

کنارہ کشی اختیار کرے؟

حقیقتاً نظریہ ہی وہ عنصر ہے جو شاعر ادیب، افسانہ نگار اور ناول نویس کے یہاں تخلیق کی شمع روشن کرتا ہے۔ یہ نظریہ ہی ہے جو اسے اپنے خیالات و افکار کو پیش کرنے کے لئے اکساتا ہے اگر خارجی اور داخلی اعتبار سے ان دونوں سے منہ موڑ لیا جائے تو حقیقت میں دنیائے ادب میں تعطل آجائے گا اور یکسر جمود طاری ہو جائے۔ لہٰذا ادبی میدان میں ہر شاعر اور ادیب کو احساس ہوتا ہے کہ اس کے لئے کسی نہ کسی نظریہ سے براہِ راست واسطہ یا بالواسطہ طور پہ سہارا لینا لازمی ہے۔ اقبال، حالی، اکبر، شاہ ظفر، غالب اردو ادب میں وہ خوشگوار اضافے کبھی نہ کر سکتے تھے اگر وہ کسی مخصوص طرز نگاہ، نظریہ حیات کے اوپر ایمان نہ رکھتے۔ میر کی سادگی، قنوطیت اور غم و اندوہ کی شیرینی، مومن کی پیچیدگی، سعدی کی نصیحت آمیزی، شیرازی کی شیرینی، حالی کی سادگی و وعظ و پند، غالب کا فلسفہ، اقبال کا پیغام، شاہ ظفر کی قنوطیت ـــــ یقیناً کسی خاص نقطۂ نظر اور نظریہ حیات ہی کی مرہونِ منت ہیں۔ پھر ہم کس طرح نظریہ کی افادیت اور اہمیت سے منکر ہو سکتے ہیں۔

دورِ حاضرہ سیاسی، اقتصادی اور مذہبی بحران کا، حوادثات کا، اور مصائب کا عہد ہے سب سے مرکزی مسائل سیاسی اور اقتصادی ہیں۔ اس دور میں مختلف نظریات نے اپنا اثر ڈالا۔ ترقی پسندی کی ہر آئی اور تمام شعراء و ادباء کو بہا لے گئی۔ اس روانی میں وہ یہ بھی فراموش کر بیٹھے کہ ان کا فن اور ان کا آرٹ کس نظریہ کو اپنا کر زیادہ خوش اسلوبی کے ساتھ گلفشانی کر سکتا ہے۔ بس ایک اندھا دھند تقلید شروع ہو گئی۔ جسے دیکھئے وہ انقلابی نعرے لگا رہا ہے، توڑ پھوڑ میں لگا ہوا ہے ہر چیز میں تخریب پا رہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ادب میں کافی حد تک تخریبی عناصر کی جھرمار ہو گئی۔ تعمیری پہلو معدوم نظر آنے لگے، وہ لوگ اس بحرانی کیفیت میں اس کا بھی اندازہ نہ کر سکے اس کو بھی زیرِ غور اور قیاس کے زیرِ نگین لانے میں قاصر رہے کہ ان کے تجربات، ان کے مشاہدات زندگی کیا ہیں اور وہ ان جذبات و حالات کی عکاسی کس حد تک کر سکتے ہیں۔ ماحول اور ان کی خود اپنی زندگی کے تجربات، مشاہدات اور احساسات انھیں کس قسم کی تحریریں کی طرف راغب کرنا چاہتے ہیں۔ جب مارکسزم نے اپنے پر تولے تو سارے شعراء و ادباء نے اس کے نیچے پناہ لینا شروع کر دی۔ یہ صرف ایک اندھا دھند تقلید کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ سب ایک ہی راہ کی جانب بڑھے۔ انھوں نے اپنے داخلی اور غیر داخلی کسی بھی رجحان کی جانب آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی تکلیف تک گوارا نہ کی۔

یہ ایک یقینی امر ہے کہ شاعری ہو یا مضمون نویسی ہر چیز پر اندرونی رجحانات اپنی بھرپور قوت کے ساتھ اثر انداز ہوتے ہیں بہ نسبت بیرونی حالات کے۔ اس سے کسی طرح بھی یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہاں ماحول کی اہمیت سے چشم پوشی کا منشاء ہے۔ حقیقتاً ماحول بھی اس سلسلے میں ایک نہایت اہم کڑی ہے۔ اسے ہم کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔

لہٰذا وہی ہوا۔ ہمارا ادب اس کا شاہد ہے، ضامن ہے کہ عام طور پر وہ شعراء اور ادباء جنھوں نے مارکسزم کی پناہ لی تھی انقلاب کے بے پناہ نعرے لگائے تھے۔ ان کی خود اپنی زندگی کے تجربات و مشاہدات اور تجزیات تو کچھ تھے۔ ان کا ماحول کچھ تھا۔ خارجی عناصر کچھ تھے۔ مگر داخلی عناصر کے بحران میں وہ کچھ اس حد تک بہتے چلے گئے کہ انھیں اس کا احساس تک نہ رہا کہ وہ کہاں سے چلے تھے اور کہاں پہنچ گئے۔ ان کی منزلِ مقصود کیا ہے؟ حتیٰ کہ وہ اپنی منزلِ مقصود اور نقطۂ نظر تک کو نہ سمجھ سکے۔ اور پھر یہ راہ انہیں خود ہی پُرخار، بدرنگ اور بے رنگ و بو سی نظر آنے لگی۔

اس سلسلے میں واضح ترین مثال جوش کی ہے۔ جن کے یہاں اس دور کے کلام میں جگہ جگہ اور ہر ہر گوشے میں تخریبی عناصر تو اپنی پوری تمازت اور نگاہ کو خیرہ کر دینے والی چمک دمک کے ساتھ جلوہ گر ہیں مگر تعمیری پہلو قطعی طور پر معدوم و مفقود ہے۔ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ ان حضرات نے تمام فرسودہ چیزوں کو یک لخت ختم کر دینے کی تلقین تو کی مگر یہ بتانا بھول گئے کہ ان خالی گوشوں کو جو ان کی تخریب پسندی کی بنا پر خالی ہوں گے انھیں کس طور پر پُر کیا جائے۔ مارکسی

نظریہ ماننے والوں کے یہاں ہر جگہ کسان، مزدور، ہتھوڑے، درانتی، ہل اور کھیت و کھلیان نظر آتے ہیں مگر کیا اس سے وہ واقف نہیں کہ یہ تمام چیزیں اہم ضرور ہیں لیکن محض ان کی تصویر کشی تو زندگی اور اس کے گوناگوں مسائل کا حل پیش نہیں کر سکتی۔ تمام مشکلات، مصائب اور تکالیف کا حل تو محض ان سے نہیں مل سکتا۔ لیکن میں نے عرض کیا تھا کہ جو ایک سیاسی اور اقتصادی بحران تھا اپنے قلم اور فن کی مناسبت نہ ہونے پر بھی لوگ انہیں موضوعات کو اپنا مشق سخن بناتے گئے اور جسے بھی دیکھئے اس نے کمیونزم کو ایک فیشن کی طرح اپنانا شروع کر دیا۔ اس کی غمازی اس دور کا ادب بخوبی کرتا ہے۔

یہاں ڈاکٹر سر محمد اقبال کو پیش کرنا کسی بھی طرح نامناسب نہ ہوگا۔ انھوں نے ایک مخصوص اجتماعی یا کلی نظریہ کو اپنایا اور ادب کے ان گوشوں کو اپنی نادر تحقیقات سے پُر کیا جو نہ صرف آج قابلِ ستائش ہیں بلکہ مستقبل میں بھی ایک نمایاں حیثیت کی حامل رہیں گی۔ انھوں نے نہ تو تمام تر قدیم روایات سے منھ ہی موڑا اور نہ ہی جدید روایات سے بندھ کر رہ گئے۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اقبال نے کسی ایک منفی یا کلی نظریہ کے زیر اثر ہی ادب کے شہ پاروں کو جاودانی بخشی اور ایک بنا بنایا نظریہ قوم تک پہنچایا۔ بلکہ انھوں نے ہر اعتبار سے اپنی انفرادیت کو بھی نمایاں طور پر برقرار رکھا۔ انھوں نے ایک مخصوص نظریۂ حیات جو ایک نہایت مربوط ترین فلسفۂ حیات پر مبنی تھا (جو انفرادی ہی تھا) اسے پیش نظر رکھا اور ایک خاص فکر انگیز طریقہ پر زندگی و حیات کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اور اس ضیا پاشی کی مدد سے ہی زندگی کی راہوں کا تعین بھی کیا۔ اقبال کا کلام شاہد ہے کہ ان کے مشاہدات، تجزیات اور تجربات اپنے ماحول سے اور حالات سے پوری پوری مطابقت رکھتے ہیں۔ ان کے داخلی اور خارجی عناصر اور رجحانات میں پورا پورا تجزیہ ہے ان کے یہاں گوشے گوشے میں اور جگہ جگہ تعمیری عناصر اپنی پوری تابانی اور حیات بخش جاودانی کے ساتھ نمو منظر ہیں اور تخریبی عناصر معدوم۔

ان تمام مباحث کے بعد ضروری ہے کہ اس کی وضاحت کر دی جائے کہ زندگی میں کسی نہ کسی نظریہ کا ہونا ضروری ہی نہیں بلکہ لازم و ملزوم ہے۔ لہذا فطری طور پر سوال سر ابھارتا ہے کہ ہر وہ نظریہ حیات اور نقطۂ نظر کس قسم کا ہونا چاہیے؟ آخر اس کی نوعیت کیا ہو؟ اس سلسلے میں جتنے دماغ ہوں گے اتنی ہی آراء کا ہونا قدرتی بات ہے۔ کسی کے نقطۂ خیال سے اشتراکی نظریہ، کسی کی رائے میں سوشل اسٹک اور کسی کی نظر میں اسلامی نظریہ حیات ہی تمام تر مسائل کا حل پیش کرنے میں مناسب ہو سکتا ہے۔

مگر ہمیں قطعی غیر جانبدارانہ طور پر یہ دیکھنا چاہئے کہ خواہ کوئی بھی نظریہ کیوں نہ ہو اگر ہمیں وہ مندرجہ ذیل سوالات کا حل مناسب اور مطمئن کن دے سکتا ہے۔ لہذا ہمیں اس نظریہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔ چاہے وہ نظریہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ اس سلسلے میں اگر دو یا دو سے زیادہ نظریات سے بھی استفادہ کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

مثال کے طور پر ان سوالات میں سے کچھ بنیادی سوالات یہ ہیں:۔

(۱) وہ نظریہ ہمیں بہ آسانی اور واضح طور پر بتائے کہ قدرت سے ہمارا کیا رشتہ ہے؟ دنیا میں ہماری کیا حیثیت ہے؟ ہمارا تعلق اس دنیا سے کیا ہے اور کن معنوں میں ہے۔

(۲) مابعد الطبعی حالات کیا ہیں۔ اور ان میں ہماری حیثیت کا تعین واضح طور پر ہونا لازمی ہے۔

(۳) ہمارے اقتصادی، سماجی اور سیاسی مسائل کیا کیا ہیں؟ اور انھیں کس طور پر حل کیا جا سکتا ہے۔

(۴) ادب ہمیں رنج و آلام اور راحت و خوشی میں کس حد تک توازن بخش سکتا ہے اور کہاں تک ہمیں اطمینان و سکون بخش زندگی فراہم کر سکتا ہے۔

(۵) ہماری زندگی کی اعلیٰ اقدار کا تعین اور مقاصد کا حصول جو مختلف ادوار اور حالات میں مختلف ہو سکتے ہیں۔

وہ حقیقتاً کیا ہو سکتے ہیں۔ اور ان کا حصول ہمارے لئے کہاں تک اور کس طرح ممکن ہے۔

(۶) ادب کا تعلق ہماری ذات سے واسطہ یا بالواسطہ کیا ہے۔ یعنی بالفاظ دیگر ادب کی اہمیت اور افادیت انسانی زندگی میں کیا ہے۔

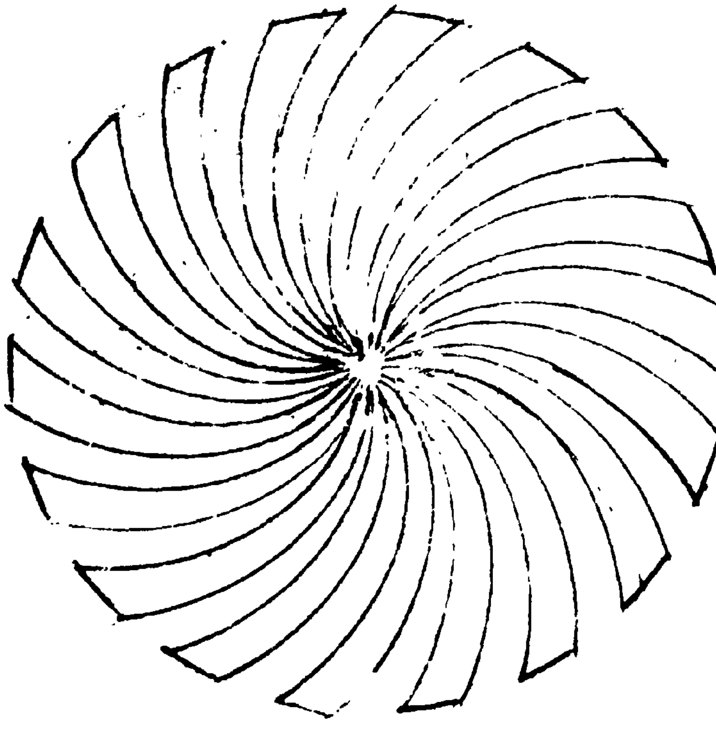
(۷) کائنات عالم سے انسانی زندگی کا تعلق۔

(۸) ایک آئیڈیل زندگی اور اس کی اقدار عالیہ کا واضح تصور، سماجی، سیاسی، اقتصادی اور مذہبی اقدار کا تجزیہ۔

(۹) فرد اور سماج کا باہمی رشتہ۔ فرد کی سماج میں حیثیت اور سماج فرد کی نظر میں۔

(۱۰) قدیم ادبی، سیاسی، سماجی، اقتصادی اور روایات کا تجزیہ۔ کس حد تک انہیں برقرار رکھا جائے اور کس حد تک ان سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔

مندرجہ بالا تمام سوالات کا حل شاید مکمل طور پر کوئی بھی نظریہ قاصر رہے، ظاہر ہے کوئی بھی نظریہ کسی مخصوص پہلو اور رخ کو ہی زیادہ اہمیت دے گا۔ اور اسی سبب سے دوسرے گوشے یقیناً کسی نہ کسی حد تک نظر انداز کرنا پڑیں گے۔ لہذا اگر ہم دو یا دو سے زیادہ نظریات کو مشترک کر کے ان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں تو میری ناقص رائے میں یہ کسی بھی طرح بیجا نہ ہوگا —— اب یہ اپنے اپنے ذوق طبع اور ذہن کی رسائی پر منحصر ہے کہ کون سے نظریات یا نظریہ کسی بھی فرد کو زیادہ موزوں و مناسب، اس کے ذاتی رجحان، میلانِ طبع اور ذوق سلیم پر پورے اترتے ہیں اور اسے اپنی جانب راغب کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی رائے زنی اور راہبری میرے نزدیک قطعی طور پہ بیجا اور نامناسب معلوم ہوتی ہے۔



محمد اسحاق ایوبی
ایم۔ اے

فنِ تعمیر

خونِ رگِ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر
مے خانۂ حافظ ہو کہ بتخانۂ بہزاد

آدمی کی قبر مرنے کے بعد کھودتے ہیں، مگر مکان کی گور تعمیر سے پہلے کھودی جاتی ہے۔ بے چارے جانوروں کے کفن دفن کا سامان نہ تو پہلے کیا جاتا ہے اور نہ ہی بعد میں بنی نوع انسان نے جب سے کچے پکے مکانوں میں رہنا سیکھا ہے اُس وقت سے اب تک ہزاروں شہر بسے، لاکھوں گاؤں آباد ہوئے اور کروڑوں گھر بنے۔ لیکن تاریخ کے صفحات پر جن پُرانی بستیوں، عمارتوں اور یادگاروں کے نام ہنوز محفوظ، ثبت اور باقی ہیں، اُن کی تعداد عادل بادشاہوں، دولت مند فلسفیوں اور حکمران عورتوں کی طرح انتہائی محدود ہے۔ بعض بعض شہر تو اُجڑتے اور بستے رہے۔ گویا میٹھا بنیا اِس کوٹھے کا دھان اُس کوٹھے میں اور اُس کوٹھے کا دھان اِس کوٹھے میں دھرتا رہا۔ چند مقامات "علی بابا اور چالیس چوروں" کے افسانوی خزانے کے مانند دفن ہیں اور کبھی کبھی "علی بابا" قسم کے بعض ماہرین آثارِ قدیمہ "سم سم کھل جا" کا جاپ منتر کرتے ہوئے زیرِ زمین کھنڈرات کو برآمد کر لیتے ہیں۔ مگر زیادہ تر آبادیاں پروپیگنڈے کے بل بوتے پر زندہ رکھے جانے والے ادب کے جیسے امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں نیست و نابود ہو کر رہ گئی ہیں ؎

آوارگانِ عشق کا پوچھا جو میں نشاں
مشتِ غبار لے کے صبا نے اُڑا دیا

انسانی خصلتیں عموماً مختلف جانوروں کی خصوصیات کا معجون مرکب ہوتی ہیں، یہ خصوصیات کسی آدمی میں کم ہیں اور کسی میں زیادہ۔ مثال کے طور پر ایک طرف ہم میں شیروں کی بہادری، گھوڑوں کی توانائی، چیونٹیوں کا تحمل اور کتوں کی وفاداری موجود ہے تو دوسری طرف ہم لومڑیوں کے مکر و فریب، طوطوں کی بے وفائی، سوروں کی غلاظت پسندی اور گدھوں کی بیوقوفی کے حامل بھی ہیں۔ اسی طرح ہمارے چھوٹے بڑے شہر بھی تاریخ، ثقافت اور ترقی کے مختلف ادوار کے آئینہ دار ہیں۔ جہاں پانچ پانچ، دس دس منزلہ عمارتیں، لمبے چوڑے پائیں باغ اور صاف ستھرے محلے دولت و امارت کے ساتھ ساتھ عہدِ جدید کی نمائندگی کرتے ہیں، وہیں ٹوٹی پھوٹی جھگیوں میں رہنے والے، کھلے میدانوں میں رین بسیرا کرنے والے اور فٹ پاتھ پر ڈیرہ ڈالنے والے گندے، غلیظ اور بدتمیز لوگوں نے بھی زمانہ قبل از تاریخ کی شمع کو روشن کر رکھا ہے ؎

اپنے دیوانوں پر اتمامِ کرم کر یا رب
درِ دیوار دیے اب انھیں ویرانی دے

گھاس پھوس، مٹی، لکڑی، اینٹ، پتھر، چونا، کھپریل، ٹین کی چادر، —— لوہا اور سیمنٹ —— اِن سب چیزوں نے ارتقا کی مختلف کڑی منزلیں طے کی ہیں، لیکن ہماری ایمانداری، ہنرمندی اور دُور اندیشی ملاحظہ ہو کہ ہم نے ان تمام اقسام کے عمارتی ساز و سامان اُن کے استعمال اور فنِ تعمیر کے گوناگوں نمونوں کو جوں کا توں برقرار رکھا ہے تاکہ اِن کے لئے ہمیں کوئی علیحدہ عجائب خانہ کھولنے کی ضرورت نہ پڑے۔ ہمارا ہر بڑا شہر فنِ تعمیر کا بھرپُور خزانہ ہے۔

اصل میں ہمارے تہذیب و تمدن کی نشو و نما اُس وقت سے شروع ہوئی ہے جب ہم نے فطرت کے آگے سپر ڈال دی، اپنی کمزوری کا کھلے بندوں اعتراف کر لیا اور اپنے اوپر مصنوعی خول چڑھا لئے چنانچہ ابتدائی دَور ہی سے پتوں، چھالوں اور ریشوں کا لباس، پکی پکائی غذائیں اور کچی بودی جھونپڑیاں، ہماری جسمانی کمزوری کی علامت بن گئیں۔ جس طرح بینائی سے محروم آدمی کے دوسرے قویٰ مقابلتاً تیز ہو جاتے ہیں، اسی طرح ہماری قوتِ مدافعت کے نقص کا توازن قائم رکھنے کے لئے قدرت نے ہمیں ذہانت، شعور اور علم کی دولت عطا کی۔ انہی نعمتوں سے

بل بوتے پر مظاہر قدرت کو تسخیر کرتے ہوئے آج ہم سے

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

کا نعرہ الاپ رہے ہیں۔ درحقیقت ہم ستاروں پر کمند پھینکنے میں کامیاب بھی ہوتے جا رہے ہیں۔ ثقافت کے ابتدائی زمانے میں فطرت کے آگے ہتھیار ڈال دینا جس سے کام آگیا اور آج ہم قدرت پر قابو پانے کی جدوجہد میں بہت تیزی سے آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ تاہم دوسری طرف کاہل کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہم آرام و آسائش کے عادی ہوتے گئے ہیں۔ اور آرام طلبی، افیون، بھنگ اور گانجے کی مانند ہمیں مضمحل، ناتواں اور بے حس کرتی گئی۔ گاؤں میں اب بھی لوگ میلوں پیدل چل لیتے ہیں، لیکن شہر دار شہریوں کو رکشا، بس، ٹیکسی، لوکل ٹرین اور ٹرام وغیرہ کی سہولتوں کے باعث، دو چار فرلانگ چلنا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔ ملک میں بعض بعض مقامات پر تہذیب نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ وہاں پیدل چلنا انتہائی معیوب خیال کیا جاتا ہے، جتنا دعوت میں عورتوں کا پیٹ بھر کھانا کھانا، بازار میں مردوں کا کرتا پائجامے میں گھومنا یا اپنے ہی مکان میں ننگے سر چلنا پھرنا۔۔۔ ریشم کے کیڑے کی طرح جیسے ہم بھی اپنے گرد کلچر کا سنہری تانا بانا بنتے جا رہے ہیں۔ اگر زراعت، تجارت اور دولت اس کے روشن پہلو ہیں تو جنگ کی ایجاد، غلامی، بردہ فروشی اور انسانی قتل و خون اس کے بھیانک روپ بھی ہیں۔

رہائشی ٹھکانوں کے بڑے بڑے فوائد ہیں۔ مثلاً مکان ہمیں سردی، گرمی اور بارش سے بچاتے ہیں (ویسے کھٹمل، مچھر اور پسو اپنی پالتو جانور والی حیثیت کو منوانے پر اب بھی مصر ہیں۔ اور شہروں، قصبوں اور گاؤں کے گندے، تنگ و تاریک محلے، گہرے نیچے گڑھے اور انواع و اقسام کا کوڑا کرکٹ ان کی اس حیثیت کو تسلیم کرانے میں اعانت مجرمانہ سے کام لے رہے ہیں) گھر کی چار دیواری میں ہم کو وہی آرام، راحت اور سکون ملتا ہے جو ننھے بچوں کو ماں کی گود میں ملتا ہے (سچ پوچھئے تو گھروں کی رونق بڑی حد تک بچوں کے شور و غل، دھوم دھڑا اور ہاتھا پائی پر منحصر ہے)۔ جب تھک ہار کر ہم گھر لوٹتے ہیں تو نرم نرم بستر ہمارا خیر مقدم کرتے ہیں (لیکن بیویاں کباب میں ہڈی کا پارٹ ادا کرتی ہیں اور میاں کے گھر میں قدم رکھتے ہی پڑوسنوں کی عیب جوئی، بچوں کی شکایتیں اور گھریلو خرچ کا رونا لے بیٹھتی ہیں، جس سے آپ کا آرام واقعی "حلال" ہو جاتا ہے)۔ رات کو ہمیں چوروں کا کھٹکا نہیں ہوتا (مگر چور، چور ہے اور چاپلوس آدمی کسی ایسی جگہ ہرگز نہیں پہنچے جہاں غربت، محتاجی اور فاقہ کشی کا بول بالا ہو)۔

بہترین رقص و موسیقی اور مصوری و شاعری کے انتہائی اعلیٰ شہپاروں سے زیادہ تر ارباب ذوقِ نظر کما حقہ متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن فن تعمیر کے بلند پایہ شاہکاروں کا تاثر ہر کس و ناکس قبول کرتا ہے۔ تاج محل کی خوبصورت سے خوبصورت تصویر، اس سے متعلق بہترین نظم اور اس کے گن گانے والے معیاری سنگیت سے ان پڑھ، گنوار اور دیہاتی لوگ اتنا زیادہ محظوظ نہیں ہوتے جتنا کہ وہ تاج محل کی اصل عمارت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر مسرت و شادمانی محسوس کرتے ہیں، عبادت گاہوں، شاہی محلوں اور قلعہ بندیوں میں بھی یہی راز پوشیدہ ہے۔ جو عمارت جتنی زیادہ خوبصورت، شاندار اور مضبوط ہوگی اس میں اتنی ہی جاذبیت، سحر اور جلال ہوگا۔ انسانی شخصیت، مال و دولت اور طاقت و اقتدار کی طرح عمارتیں بھی آدمی کو مرعوب کر سکتی ہیں، اپنی طرف کھینچ سکتی ہیں اور مبہوت بنا سکتی ہیں۔

کم و بیش ہر پرانی ثقافت کی "ممی" "فن تعمیر کے" "اہرام" میں بند ہے۔ غاروں، چٹانوں، حویلیوں، مقبروں، پرستش گاہوں، قلعوں اور کھنڈرات میں یہ "ممیاں" اسی طرح محفوظ ہیں جس طرح سیپی میں موتی۔ بچوں کی شادی بیاہ تک بیوہ والدہ کے بچے کھچے زیورات اور نیک و بد دونوں قسم کی اولاد کے حق میں ماں کی ممتا

یہ مسلمہ امر ہے کہ ہندوستان میں ہر چالیس پچاس میل پر بولی بدل جاتی ہے۔ ویسے ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پچاس ساٹھ سال کے عرصے میں کسی زبان میں اتنے نئے الفاظ آ جاتے ہیں اور غیر ضروری لفظوں کو اس حد تک روزمرہ کے ٹکسال سے نکال باہر کر دیا جاتا ہے کہ اس کا ڈھانچہ، اس کی ہیئت اور اس کے اسلوب بیان بھی کچھ حد تک بدل جاتے ہیں۔ اس ڈھنگ سے سانپوں کے جیسے زبانیں بھی کینچلی اتارتی رہتی ہیں۔ بعینہٖ ہر نصف صدی میں قطعی نئے نئے فیشن رائج ہو جاتے ہیں، جو مردوں، عورتوں اور

بچوں کے بناؤ سنگھار، لباس اور کپڑوں کے ڈیزائنوں پر انقلابی صورت میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی نہج پر فیشن بھی نئے نئے جوڑے بدلتے رہتے ہیں۔ چونکہ فن تعمیر جامد و ساکت نہیں ہوتا، اس لئے ہر دور کی عمارتوں کے در و دیوار سے زوال و عروج، زندگی کی دھڑکنیں، گُنی، سرگرمیاں دیکھی اور پرچھائیاں محسوس کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ پچاس ساٹھ سال پہلے کے رسالوں، کتابوں اور دستاویزوں کی زبان آج کی بولی سے قدرے مختلف ہوگی، یا لیس پچاس سال قبل ذہن جو امبار ... پوشاک اور زیور پہنتی تھی زمانہ حال کا دو لہا اُسے دیکھ کر صرف ناک بھوں ہی چڑھائے گا اور تیس چالیس سال پرانی عمارتوں کے ڈیزائن اتنے ہی عجیب و غریب لگتے ہیں، جتنا کہ آپ ٹو پیٹ ڈز یا بڑی گوئی ... بنیاد بے روا ہی تھا ... ہیں ———

ٹیگور کی درختوں سے محبت

رابندر ناتھ ٹیگور نے بیندرہ روز تک ... نیورڈ سٹی ٹورم میں قیام کیا۔ اور چلتے وقت اس باغ میں جہاں وہ تندرستی کے لئے چہل قدمی کیا کرتے تھے لیموں کا ایک پودا زمین میں لگا دیا۔ اب وہ پودا درخت ہوگیا ہے اور لوگ اسی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ یہ درخت ان کے چند روزہ قیام کی یادگار ہے۔ اس پودے کی ایک پلیٹ لگی ہوئی ہے جس پر وہ الفاظ کندہ ہیں جو ٹیگور نے خود لکھے تھے۔

> جب میں دنیا میں نہ رہوں گا۔ ہر موسم بہار میں
> میرے درخت کی نئی نئی پتیاں راہ گیروں سے
> چپکے چپکے کہیں گی کہ شاعر اپنی حیات میں مجھ سے
> محبت کرتا تھا ———

شانتی نکیتن اور کلکتہ میں مالتوں کی خوشبی پر سال منائی جاتی ہے۔ اور اب تو گانے کے ساتھ رقص بھی جشن میں شامل کر دیا گیا ہے۔ شانتی نکیتن کی زندگی کا یہ ایک اہم رکن ہے۔ اس سے پہلے موسم بہار اور موسم خزاں کے جشن منائے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ چند دیگر جشن بھی منائے جاتے ہیں۔ مثلاً "دانۂ اولیں" (First Corn) اور "شجرکاری" (Tree Planting)

ٹیگور کا خیال تھا کہ ان تقریبات سے انسان اور قدرت کے مابین ایک رشتہ قائم ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خالق اور مخلوق کے درمیان بھی رابطہ قائم ہو جاتا ہے ——— شاعر کو یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا تھا کہ مکان اور فیکٹریوں کی تعمیر کے لئے جنگلات کو صاف کیا جا رہا ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دنیا کے لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک وہ زمین کی کھوئی ہوئی ہریالی بحال نہ کردیں۔ اور اسی عقیدہ کے تحت انھوں نے شانتی نکیتن میں درخت لگانے کو ایک تہوار کی حیثیت دے دی تھی۔ اساڑھ کے مہینے میں یعنی ۱۴ر جولائی کو صبح سویرے باجے کے پودے کو گاتے بجاتے اور سنکھ پھونکتے جلوس کی شکل میں اس جگہ لے جاتے تھے جہاں وہ زمین میں لگایا جاتا تھا۔

بزم امید

- سلام مچھلی شہری ۔ دہلی
- اختر عابد نوگانوی ۔ امروہہ
- مانک ٹالہ ۔ بمبئی
- اختر بستوی ۔ بستی (یو۔پی)

دہلی

سلام (مچھلی شہری)

اندھیرے میں اک روشنی دیجئے۔!

ـــــ سلام اے پیامیٔ "صبح امید"!
مرے مہرباں میرے عبد الحمید!
اندھیرے میں ماہِ منور ہیں آپ
امیدِ سحر کے پیمبر ہیں آپ
امیدِ سحر گلستاں کے لئے
فروغ بہارِ جہاں کے لئے
امیدِ سحر شاعروں کے لئے
خیالات کے طائروں کے لئے
امیدِ سحر روشنی کے لئے
مسرت بھری زندگی کے لئے
مگر ان دنوں کچھ عجب حال ہے
کہ فکرِ سخن جی کا جنجال ہے
"چناں قحط سالے شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق"
ـــــ میں شاعر حسیں لالہ زاروں کا ہوں
میں مطرب وطن کی بہاروں کا ہوں
نئی زندگی کا پجاری ہوں میں
اسی روشنی کا پجاری ہوں میں

مری روشنی، نورِ ہندوستاں
اسی روشنی کا ہوں میں نغمہ خواں
مگر سوچتا ہوں، یہ کیا حال ہے
کہ ٹھہری ہوئی وقت کی چال ہے
خموشی۔۔۔ سکوت۔۔۔ اور مُردہ دلی
ہر اک رُخ پہ چھائی ہوئی بے بسی
صدا اگر اُٹھی بھی تو اندوہ گیں
کہیں بھی نشاں زندگی کا نہیں
میں اس صورتِ حال سے تنگ ہوں
کہ اک شاعرِ ربط و چنگ ہوں
مجھے ہر طرف دلکشی چاہیے
مسرت بھری زندگی چاہیے
مرا یہ عقیدہ ہے، ہندوستاں
ہے اس وقت بھی رشکِ باغِ جناں
حسیں ہیں چمن، کھیت شاداب ہیں
فروزاں درختوں میں مہتاب ہیں
میسر ہیں اس کو سبھی نعمتیں
یہ سب کچھ "جواہر" کی ہیں برکتیں
مگر جو نظارے ہیں پیشِ نظر
مجھے کر رہے ہیں وہ افسردہ تر
خطاوار اس حال کا کون ہے؟
پسِ پردہ شیطان سا کون ہے؟
ہمیں اس کو کرنا ہے اب بے نقاب
کہیں بڑھ نہ جائے "عوامی عتاب"
سحر کی اُمیدوں کے پیغامبر!
میں اب کر رہا ہوں یہ خط مختصر

جو جینے کا بھی حوصلہ کچھ نہیں
ادب، شاعری، فلسفہ کچھ نہیں
خدا رکھے، روشن ضمیر آپ ہیں
کہ اہلِ قلم اور مُدیر آپ ہیں
اندھیرے میں اک روشنی دیجئے
خدا کے لئے زندگی دیجئے
ادب، زندگی ہی کا آئینہ ہے
اسی روشنی ہی کا آئینہ ہے
یہ مانا کہ برباد صہبا ہوں میں
عوامی مسائل میں اُلجھا ہوں میں
کبھی پھر سُناؤں گا تازہ غزل
اگر مے کشی سے نہ آئی اجل
اجازت کہ اب مضطرب ہے سلام
بُلاتی ہے مے خانے کی "سُرخ شام"

اختر عابد نوگانوی

گھیر مناف
امروہہ (یوپی)

محترم تسلیم!

ہدیۂ خلوص۔ "صبح اُمید" کا جولائی کا شمارہ، اور ایک لفافہ آپ کے خلوص سے بھرا ہوا نظر نواز ہوا۔ بار بار مشکور ہوں۔ جس بات کا مجھے خدشہ تھا وہی ظہور میں آئی۔ میں نے اپنے "آشیاں کے تنکے" سمیٹ کر آپ کو بھیجدیئے تھے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ وہ راہ میں ہی بکھر جائیں گے۔ مجھے یقین نہیں آتا کیونکہ وہ تنکے میں نے دل کا خون کر کے اکٹھا کئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کبھی آپ کو اکٹھا مل جائیں۔ مجھ میں یہ مرض ہے کہ میں اپنی تخلیق کی کاپی نہیں رکھتا میں نے لاکھ کوشش کی ہے لیکن میری اُلجھنیں حائل ہو جاتی ہیں۔ آپ کے خلوص کے لئے کون سے الفاظ لاؤں مجبور ہوں۔ بہر طور اب "نئی کروٹ" ارسال کر رہا ہوں۔ میں یو۔پی کے ماحول سے زیادہ متاثر ہوں اس لئے آپ کی فرمائش پوری کرنے سے معذور ہوں۔ مگر چونکہ آپ نے خلوص سے یاد کیا ہے اس لئے پھر حاضر ہوں جب قابل ہوں ہمیشہ حاضر رہوں گا۔ میری کاوش آپ کے خلوص کی قیمت تو نہیں ہو سکتی پھر بھی محسوس کر رہا ہوں کہ میرا جذبۂ خلوص ابھی اور زندہ رہے گا۔

خدا کرے یہ افسانہ "صبح اُمید" کی روش اور آپ کے ذہنی معیار پر پورا اترے اور میرا اخلاص باقی رہے۔ پرچہ بھیجتے رہئے گا یقین ہے کہ اس بار وہ ٹریجڈی نہ ہو گی جس نے پہلے میرے ذہن کو خاک پہنچایا ہے ساتھ ہی یہ بھی یقین ہے کہ "آشیاں کے تنکے" آپ کو مل چکے ہوں گے جواب کی جلد توقع ہے۔ فوٹو بھیجنے سے معذور ہوں پہلی بات تو یہ کہ صورت اس قابل نہیں کہ آپ کی صبح کی امید پوری کر سکے، دوسرے

یہ کہ میں ابھی اس حق میں نہیں ہوں ۔ کئی بار خوشتر گرامی صاحب نے لکھا لیکن ایک دھندلا سا عکس لیکر کیا کیجئے گا۔ ــ ــ
خلوص و محبت کے ساتھ اجازت دیجئے ۔

آپ کا
نیازمند عابد

مانک ٹالہ مصنف پیاسی بیل

جوپیٹر پبلشرز
اوم نیواس ۔ بمبئی ۳۱

محترمی بوہیرے صاحب ۔ تسلیمات ۔

حسبِ وعدہ ایک تازہ ترین افسانہ "وشں کنیا" ارسالِ خدمت ہے ۔ یہ افسانہ آپ کے حسین و جمیل جریدہ "صبح اُمید" کے آنے والے خاص نمبر مہاراشٹر نمبر کے لئے ہے ۔ میں حسبِ وعدہ ایسی کوئی کہانی نہیں لکھ سکا جس میں مہاراشٹر کی بیک گراؤنڈ ہو ۔ ۔ کہ مصرع طرح پر کہانی لکھنا میرے بس کا روگ نہیں ۔ بہرحال مجھے اُمید ہے کہ کہانی آپ کو پسند آئے گی ۔ اس میں مرد کی فطرت کی ایک بہت بڑی کمزوری کی طرف اشارہ ہے ۔ آج کل نفسیاتی کہانیاں لکھنے کا موڈ اپنے شباب پر ہے ۔ لیکن اس کے باوجود یہ کہانی دوسرے ادیبوں کی نفسیاتی کہانیوں کی طرح بور نہیں کرے گی ۔
امید کہ مزاجِ گرامی خیریت سے ہوگا ۔

خلوص کار
مانک ٹالہ

اختر بستوی

روشن محل ۔ گاندھی نگر
بستی (یو۔پی)

گرامی قدر سلام مسنون !
آپ کا خط ملا ۔ یہ جان کر انتہائی مسرت ہوئی کہ آپ "صنعتی مہاراشٹر نمبر" شائع کر رہے ہیں ۔ "صبح امید" گذشتہ انتیس ۲۹ سالوں سے ایک ایسے صوبے میں اُردو کی ترویج و اشاعت کر رہا ہے جہاں اس زبان کے چرچے عام نہیں ہیں ۔ یوں تو اس کا ہر شمارہ عمدہ اور کار آمد ہوتا ہے لیکن اس کے خاص نمبر تو مستقل ادبی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ "افریقہ نمبر" "گجرات نمبر" "مہاراشٹر نمبر" اور "نجوم نمبر" "سلور جوبلی نمبر" وغیرہ اُردو زبان و ادب کا بیش بہا خزانہ ہیں ۔ اب آپ "صنعتی مہاراشٹر نمبر" کا اعلان کر کے اُردو داں عوام کو مہاراشٹر کی صنعت سے واقف کرا رہے ہیں ۔

آپ جانتے ہیں کہ میں اشعار سنجیدہ کہتا ہوں اور مضامین طنزیہ و مزاحیہ لکھتا ہوں ۔ اس لئے "مضمون" کی قید لگا کر گویا آپ نے مجھے طنز و مزاح کی دنیا تک محدود کر دیا ہے ۔ لیجئے ایک طنزیہ و مزاحیہ مضمون "آگرہ کے تاج محل سے بمبئی کے تاج محل تک" حاضرِ خدمت ہے ۔ یہ مضمون میں نے خصوصی طور پر آپ کے خاص نمبر کے لئے لکھا ہے اور کافی محنت سے لکھا ہے ۔ "صبح اُمید" کے قارئین اسے پڑھ کر مایوس نہیں ہوں گے ۔ اس میں صوبۂ مہاراشٹر کی صنعت فلم سازی اور وہاں کے مشہور ترین ہوٹل "تاج محل" کا تذکرہ ہے اس لئے "صنعتی مہاراشٹر نمبر" میں اس کی اشاعت ناموزوں نہیں ہوگی ۔

احقر
اختر بستوی

حامدالانصاری غازی
صدر جمعیۃ العلمائے مہاراشٹر ممبئی

ایک سفر اور دو ہمسفر

داستان سے جو پیدا ہو وہ داستان

دنوں اور راتوں کی داستان بھی عجیب ہے، وقت اور بخت کے اتفاقات؟ زندگی کی تڑپ، تپش اور چمک کا کوئی ایک عالم نہیں صبح بنارس۔ شام اودھ اور شب مالوہ نہ معلوم کیوں مشہور ہیں؟ ان داستانوں میں کتنی حکایتیں ہیں جنہیں زبانوں نے بیان نہیں کیا۔ حسن و عشق کے کتنے قافلے ان منزلوں سے گذرے۔ کتنے حدی خوان اپنی آوازیں ان میدانوں وادیوں اور آگے بڑھتے اور منزل کی تلاش میں بہتے ہوئے دریاؤں کے کناروں پر چھوڑ گئے ہیں جن کے ریکارڈ اب بھی خلا میں بج رہے ہیں۔

شہرت بڑی گرانقدر چیز ہے شہرت سے پتھر جوہر کی قیمت بکتا ہے اور شہرت نہ ہو تو جوہر ہواؤں کی ضرب سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بگولوں میں اُڑ جاتے ہیں۔ کشمیر کا حسن و جمال، رنگ رنگ پھولوں، کلیوں اور خوشبوؤں سے بھری وادیاں۔ جھیلوں کے میدان۔ ہرے بھرے لان۔ ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے مشہور ہیں۔ کیا یہی شہرت سب کچھ ہے؟ کشمیر سے باہر بھی رنگا رنگ مناظر ہیں۔ آسمان کے ہزار گوشے روشن ہیں۔ زمین کے ہزار پہلو رنگا رنگ ہیں۔

کتنے دن تھے جو کابل کے گلباغ اور گلبہار چمن میں بیتے کتنی راتیں درۂ بولان کی چٹانوں کے سائے میں گذریں۔ وہ صبح کتنی دلکش و دلآرام تھی جو درۂ خیبر میں آنے والی رات کے بعد اُجاگر ہوئی سورج سے جھلسے ہوئے پہاڑوں اور ان پہاڑوں کی خاموش تنہائیوں میں سینہ تانے ہوئے کھڑی ہوئی چٹانوں نیلی پیلی اودی کالی چٹانوں کا جمال بھلائے نہیں بھلایا جا سکتا۔

یہی شمال کا سیاح مغربی اقلیم میں پہونچا۔ بحر عرب کا کنارہ عروس البلاد ممبئی جہاں حسن و نور کے قافلے آکر ٹھیرے اور ہمیشہ کے لئے واپسی کا راستہ بھول گئے۔ اس عروس البلاد سے چل کر تناگیری کی سمت عشق و شوق کا قافلہ چل نکلا مغربی گھاٹ کی بلندیاں اور ترائیاں۔ برکھا رُت۔ درختوں کا رقص۔ نرم ہواؤں کا کھیل۔ رِم جھم پھوار سمندری جھیلیں ان میں سفید کنول سفر کا یہ عالم کہ کبھی عرش کبھی فرش اور دو ہمسفر۔ حامدالانصاری غازی اور عبدالحمید بوبیرے۔ سفر مکمل ہوا تو یہ نظم مکمل ہوگئی۔ مگر اب بھی مغربی گھاٹ کے کتنے مناظر ہیں جو شاعروں، گویوں اور فن کاروں کے منتظر ہیں۔

یہ نظم اشارہ ہے کشمیر کے علاوہ اور بھی کشمیر ہیں۔ کوئی برکھا رُت میں مغربی گھاٹ کی طرف نکل تو آئے۔

حامدالانصاری غازی

حامد الانصاری غازی

مغربی ہند میں خواب کی وادیاں

موسم برگِ گل زندگی کا جہاں[1]
مغربی ہند میں خواب کی وادیاں

تختۂ آب اور اس پہ صدہا کنول
جو زمیں پر اُتر آئے وہ کہکشاں

حُسن کی سر زمیں عاشقی کا جہاں
عشق فرہاد کے جھٹ پٹے سے نشاں

وہ جواں رشک آئے جنھیں دیکھ کر
راکھ میں جو دبی ہوں وہ چنگاریاں

دھان کے کھیت ہر کھیت تختِ رواں
دل جواں دم جواں زندگانی جواں

اس طرف کے حسیں برق وش مہ جبیں
ٹوٹ کر جو گریں دل پہ وہ بجلیاں

خاک پر غنچہ و گُل کی دو ٹہنیاں
جیسے ممتاز کے ساتھ شاہِ جہاں

شوخ و رنگیں حسیں نازنیں عورتیں
جیسے پھولوں پہ اُڑتی ہوئی تتلیاں

کوہ و داماں کے پھیلے ہوئے سلسلے
جیسے صدیوں کی خاموش تنہائیاں

کیا نہیں ہے مراٹھوں کے اِس دیس میں
اُن کی اپنی زمیں میری اُردو زباں

وہ فلک جو زمیں پر ہوئے خیمہ زن
وہ زمیں جس پہ ہو آسماں کا گماں

راہرو راہبر سب کے سب ہمسفر
ہمنشیں، ہموطن، ہم نفس ہم زباں

ہر نئے موڑ پر اک نئی زندگی
ہر قدم پر بدلتا ہوا آسماں

گفتگو میں ہیں مصروف دو ہمسفر
داستاں سے جو پیدا ہو وہ داستاں

چار سو آبشاریں مچلتی ہوئیں
سبز ڈھلواں چٹانوں سے چشمے رواں

صبحِ نو جلوہ گر عہدِ نو کا اثر
ہر طرف دست و بازو کی برنائیاں

لوگ ہر موڑ پر اس طرح خیمہ زن
جیسے تاریخ کا گمشدہ کارواں

دیپ وہ جو بجھے، بجھ کے پھر جل اُٹھے
وہ کہانی جو پہنچی کہاں سے کہاں

---

[1] گفتگو میں ہیں مصروف دو[2] ہمسفر

محترم مولانا حامد الانصاری غازی اور راقم الحروف اب سے تین سال پہلے رتناگیری میں عید میلاد النبی کے جلسہ میں شرکت کے لئے گئے تھے۔ نظم میں تاثرات اس سفر کے متعلق ہیں۔

غازی صاحب ایک ادیب اور تجربہ کار صحافی، صفِ اوّل کے انشا پرداز اور بہترین مقرر ہیں۔ مگر ایک مسافر کو دوسرے مسافر کے متعلق اس سفر میں علم ہوا کہ غازی صاحب شاعر بھی ہیں۔

آج کل تو غازی بہار اکثر کی جمعیۃ العلماء کے صدر ہیں اور توقع ہے کہ وہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کی مذہبی آویزش کو دُور کر کے اتحاد اور عام طور پر قومی یکجہتی کے لئے کامیاب کوشش فرمائیں گے۔

اس نظم کے لئے میں غازی صاحب کا ممنون ہوں۔

(عبد الحمید)

پروفیسر نکہت شاہجہاں پوری
(صدر شعبۂ فارسی و اردو جی۔ ایف کالج۔ شاہجہاں پور)

سیرِ ماتھیران

بمبئی سے ۴ گھنٹہ کے فاصلہ پر یہ کوہسار نہایت پرفضا مقام ہے۔ دولتمندوں اور رئیسوں کا نشیمن ہے۔ اس کی خصوصیات میں سب سے زیادہ موثر منظر دھوپ چھاؤں ہے۔ دو رویہ درخت اسقدر باہم پیوست ہیں کہ اکثر راستے دھوپ چھاؤں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ اور مناظرِ قدرت کی دلکشی میں چار چاند لگاتی ہیں۔ یہ نظم عزیز محترم سیٹھ عبدالستار ایس عمر صاحب رئیس بمبئی کی فرمائش سے لکھی گئی ——— نکہت۔

ہر قدم پر ہے بہارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں
چپہ چپہ کوہسارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

وادیاں سایہ فگن دامن بہ دامن صف بہ صف،
خم بہ خم، وہ آبشارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

وہ زمرد گوں فضا، اور لاجوردی آسماں!
وہ مرصع مرغزارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

وہ شبابِ حسن و فطرت اور مستانہ طیور!
اللہ اللہ نغمہ زارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

امتزاجِ نور و ظلمت، اتحادِ رنگ و بو!!
ہے بہم نقش و نگارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

ہلکی ہلکی روشنی اور ہلکی ہلکی ظلمتیں!
جانفزا ہے حسن زارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

فرشِ ارضی پر ستاروں کے وہ جھرمٹ جابجا
کہکشاں ہے جلوہ زارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

گوشہ گوشہ رازدارِ حسن و مستی کیوں نہ ہو
پتہ پتہ ہے بہارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

روشنی کے پھول کرنوں سے برستے ہیں مگر
اللہ اللہ! کوہسارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

صبح سے تا شام ہے گنگا و جمنا کی بہار
ہائے وہ پروردگارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

ماتھیران کی سیر کا احوال نکہت کیا کہوں
دیکھ لی گویا بہارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

ع

جہاں بانو نقوی
(ایم۔ اے)

دنیا بڑی انوکھی جگہ ہے۔ کیسے کیسے تجربے ہوتے ہیں۔ صبح سے شام تک کہ بیان کرنے بیٹھو تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں۔ ہر مشاہدہ اپنے اندر ایک کشش رکھتا ہے۔ اب ذرا اس لیڈیز کلب کو میرے ساتھ چلئے۔ دیکھیں یہاں کیا ہو رہا ہے۔ آج کل خواتین میں رمی کا شوق جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ گھر بار بچے وغیرہ سب نوکروں پر چھوڑ چھاڑ یہ کلبوں کی رونق بڑھاتی ہیں۔ ایک طرح اچھا بھی ہے۔ جی بہل جاتا ہے۔ وقت کٹتا معلوم نہیں ہوتا قسم قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ ہر گھر کا قصہ ایک نئے تجربہ کا باب کھول دیتا ہے۔ اور پھر کھیل کھیل میں ہی کسی کو طیش آجاتا ہے۔ غلط کال پردہ آپے سے باہر ہو جاتی ہیں۔ انسانی اخلاق کی پرکھ کے تین مقام ہیں۔ کھیل۔ سفر اور علالت۔ بس ان مقامات پر آپ کسی کی طبیعت۔ طینت۔ فطرت اور ذہانت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بعض طبائع سفر میں باؤلے ہو جاتے ہیں۔ اور پکے خود غرض۔ ان کو بس اپنے ہی آرام کی فکر رہتی ہے۔ اپنی سیٹ پر بیکار جگہ بھی ہو تو وہ اخلاقاً کسی کو بیٹھنے نہ دیں گے۔ یہ سمجھ کر کہ یہ کہیں قبضہ نہ کرے۔ دھرنا دے کر بیٹھ نہ جائے۔ آپ کسی مسافر خاتون کو یہ دیکھ کر کہ غریب نے ایک ہاتھ سے اپنا شیر خوار بچہ اٹھا لیا ہے۔ پیٹھ پر کچھ۔ امان لدا ہے۔ دوسرے ہاتھ میں اٹاچی ہے۔ اور آپ اس کے ساتھ ساتھ ایرپورٹ جا رہے ہیں۔ بالکل خالی ہاتھ ہیں۔ مگر آپ میں ہمدردی کا ذرا بھی مادہ نہیں۔ آپ اس کو ذرا سی مدد دے سکتے ہیں۔ اس کا بوجھ ہلکا کر سکتے ہیں۔ مگر نہیں۔ آپ فطرتاً خود غرض ہیں۔ آپ نے اپنی دانست میں یہ سمجھ لیا ہے کہ اس طرح میری سبکی ہو گی۔ میں قلی نہیں ایک جنٹلمین ہوں۔ اور وہ بھی اَپ ٹو ڈیٹ۔ علالت میں عموماً بیمار چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ جو فطرتاً فیاض، سلیم الطبع اور بامروت ہوتے ہیں وہ انتہائی بیماری کی حالت میں بھی کسی کو تکلیف دینا نہیں چاہتے ڈاکٹر نے بستر سے اٹھنے کی سخت ممانعت کر رکھی ہے مگر ان کا بس چلے تو تیمار دار کی آنکھ بچا کر اپنا کام خود ہی کر لیں۔ اور دوسرے پہلو پر ایسے بیمار بھی ہوتے ہیں جو تیمار دار کو چار دن میں بیمار کر دیتے ہیں۔ اور پھر کھیل۔ کھیل تو کھیل ٹھہرا۔ زندگی کا سہانا موقع۔ جی بہلانے کا ذریعہ۔ مگر اس چہل پہل میں بھی آپ اپنی بدمزاجی سے رخنہ ڈال دیتے ہیں۔ ہار جیت تو کھیل سے وابستہ ہوتی ہے۔ اگر آپ یہ دیکھیں کہ آپ مسلسل ہار رہے ہیں تو بجائے لڑ پڑنے۔ الجھنے۔ تو تو میں میں کی رٹ لگانے سے بہتر ہو گا کہ آپ کچھ روز کھیل میں حصہ نہ لیں بیٹھ کر تماشا دیکھیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ تماشہ دیکھنے والا تماشہ کرنے والے سے زیادہ حظ اٹھاتا ہے۔ شائد آپ کی لک ساتھ نہ دے رہی ہو۔ اور یہ لفظ لک جوئے کی تو عام نہیں ہے۔ اور کہیں اس کا اتنا استعمال نہیں ہوتا جتنا کھیل میں ہوتا ہے۔ خصوصاً قمار بازی نے اس لفظ کو اپنی جاگیر سمجھ لیا ہے۔ لک ساتھ نہیں دے رہی۔ آج لک نہیں ہے۔ شائد آپ اپنی لک گھر پر چھوڑ آئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ سے جملے آپ کو سننے پڑتے ہیں اگر آپ فیاض اور خوش مزاج انسان ہیں تو بڑے ٹھنڈے دل سے یہ سب فقرے سن کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ غصہ آتا بھی ہے تو اس کو ناگوار گھونٹ کی طرح پی جاتے ہیں۔ ورنہ پھر ایک چھوٹی سی قیامت برپا ہو جاتی ہے۔ آپس میں بگاڑ کی نوبت آجاتی ہے۔ وہی جو ابتک دوست تھے ان سے چھڑپ ہو جاتی ہے۔ مگر یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ آپ ہوش سنبھالنے کے بعد بھی بچوں کی طرح حرکات کرنے لگیں پھر تو جب کبھی آپ کلب آتے یا جاتے ہیں دوست احباب آپ کو دور سے دیکھ کر زیر لب گنگنانے لگتے ہیں ـــ ارے بھئی وہ دیکھو ـــ کوئی آرہا ہے قیامت نہیں ہے ـــ انسان کو کسی حال میں بھی اپنی انسانیت کا وقار رکھنا ہے غصہ جہالت کی دلیل ہے۔ اس کو جو پی جاتے ہیں وہ واقعی کمال کرتے ہیں۔ یہ بڑے حوصلہ والوں کا کام ہے۔ اور ان کا درجہ عبادت کرنے صد

۴۷ والوں سے زیادہ بلند ہوتا ہے ـــ قوت برداشت بڑے ضبط اور حوصلہ کی چیز ہے۔ یہ جس کو ملے پھر اس کے احترام کے کیا کہنے ـــ

اتنے تارے ہیں اور ایک بات بڑی مشکل ہے
پھر مضامین کی ہے بہتات بڑی مشکل ہے

خیال تھا کہ وزرائے مہاراشٹر کا مختصر تعارف زیر نظر اشاعت میں شامل کیا جائے اور اسی غرض سے ان کی کتابت بھی کرائی گئی۔ مگر چونکہ مختصر تعارف کے باوجود کتابت ۱۱ صفحوں کی ہوگئی اور نمبر میں اتنے صفحات کی گنجائش بھی نہیں، اس لئے یہ تعارف آئندہ اشاعت کے لئے منتقل کیا گیا ہے۔ زیر نظر اشاعت میں وزراء کی تصاویر اور اُن کے محکموں کے نام دیے جارہے ہیں۔

اس کے علاوہ مہاراشٹر کے متعلق قیمتی اور قابلِ اشاعت مضامین صرف تنگیٔ داماں کے سبب رہ گئے جو آئندہ اشاعتوں میں شائع ہوں گے۔

(ادارہ)

آپ ریاست مہاراشٹر کی نئی اسکیموں اور منصوبوں کو سمجھنے کے لئے صبح امید کا مہاراشٹر نمبر حصہ اوّل ضرور پڑھیئے۔

حکومت مہاراشٹر نے ریاست اور ریاستی عوام کی ترقی کیلئے کیا کچھ کیا ہے اور دیکھئے کہ ان اسکیموں سے آپ کس طرح فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ قیمت ۲ روپے

میعادِ خریداری صبح اُمید کے خریداران سے جن کی میعادِ خریداری ختم ہورہی ہے، گذارش ہے کہ وہ زرِ سالانہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ تاکہ صبحِ امید سے اُن کا تعلق برقرار رہے۔

صبح اُمید ہر سال اپنے خریداروں کی خدمت میں خاص نمبر مفت پیش کرتا ہے۔

(مینیجر)

جو جینے کا بھی حوصلہ کچھ نہیں
ادب، شاعری، فلسفہ کچھ نہیں
خدا رکھے، روشن ضمیر آپ ہیں
کہ اہلِ قلم اور مدیر آپ ہیں
اندھیرے میں اک روشنی دیجئے
خدا کے لئے زندگی دیجئے
ادب، زندگی ہی کا آئینہ ہے
اسی روشنی ہی کا آئینہ ہے
یہ مانا کہ برباد صہبا ہوں میں
عوامی مسائل میں اُلجھا ہوں میں
کبھی پھر سُناؤں گا تازہ غزل
اگر مے کُشی سے نہ آئی اجل
اجازت کہ اب مضطرب ہے سلام
بُلاتی ہے مے خانے کی "سُرخ شام"

اختر عابد نوگانوی

گھیر منافٹ
امروہہ (یوپی)

محترم تسلیم!

ہدیۂ خلوص۔ "صبح اُمید" کا جولائی کا شمارہ، اور ایک لفافہ آپ کے خلوص سے بھرا ہوا نظر نواز ہوا۔ بار بار مشکور ہوں۔ جس بات کا مجھے خدشہ تھا وہی ظہور میں آئی۔ میں نے اپنے "آشیاں کے تنکے" سمیٹ کر آپ کو بھیجدئے تھے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ وہ راہ میں ہی بکھر جائیں گے۔ مجھے یقین نہیں آتا کیونکہ وہ تنکے میں نے دل کا خون کرکے اکٹھا کئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کبھی آپ کو اکٹھا مل جائیں۔ مجھ میں یہ مرض ہے کہ میں اپنی تخلیق کی کاپی نہیں رکھتا میں نے لاکھ کوشش کی ہے لیکن میری اُلجھنیں حائل ہو جاتی ہیں۔ آپ کے خلوص کے لئے کون سے الفاظ لاؤں مجبور ہوں۔ بہرطور اب "نئی کروٹ" ارسال کر رہا ہوں۔ میں یو۔ پی کے ماحول سے زیادہ متاثر ہوں اس لئے آپ کی فرمائش پوری کرنے سے معذور ہوں۔ مگر چونکہ آپ نے خلوص سے یاد کیا ہے اس لئے پھر حاضر ہوں جب قابل ہوں ہمیشہ حاضر رہوں گا۔ میری کاوش آپ کے خلوص کی قیمت تو نہیں ہو سکتی پھر بھی محسوس کر رہا ہوں کہ میرا جذبۂ خلوص ابھی اور زندہ رہے گا۔

خدا کرے یہ افسانہ "صبح اُمید" کی روش اور آپ کے ذہنی معیار پر پورا اترے اور میرا خلوص باقی رہے۔ پرچہ بھیجتے رہئے گا یقین ہے کہ اس بار وہ ٹریجڈی نہ ہوگی جس نے پہلے میرے ذہن کو خاک پہنچایا ہے ساتھ ہی یہ بھی یقین ہے کہ "آشیاں کے تنکے" آپ کو مل ہی جائینگے جواب کی جلد توقع ہے۔ فوٹو بھیجنے سے معذور ہوں پہلی بات تو یہ کہ صورت اس قابل نہیں کہ آپ کی صبح کی امید پوری کر سکے، دوسرے

یہ کہ میں ابھی اس حق میں نہیں ہوں ۔ کئی بار خوشتر گرامی صاحب نے لکھا لیکن ایک دھندلا سا عکس لیکر کیا کیجئے گا ۔ —
خلوص و محبت کے ساتھ اجازت دیجئے ۔

آپ کا
نیاز مند عابد

مانک ٹالہ مصنف پیاسی بیل

جے پیٹر پبلشرز
ادم نیواس ۔ بمبئی ۳۱

محترمی بوہرے صاحب ۔ تسلیمات ۔

حسبِ وعدہ ایک تازہ ترین افسانہ "وِشں کنیا" ارسالِ خدمت ہے ۔ یہ افسانہ آپ کے حسین و جمیل جریدہ "صبح اُمید" کے آنے والے خاص نمبر مہاراشٹر نمبر کے لئے ہے ۔ میں حسب وعدہ ایسی کوئی کہانی نہیں لکھ سکا جس میں مہاراشٹر کی بیک گراؤنڈ ہو ۔ کہ مدرع طرح پر کہانی لکھنا میرے بس کا روگ نہیں ۔ بہرحال مجھے اُمید ہے کہ کہانی آپ کو پسند آئے گی ۔ اس میں مرد کی فطرت کی ایک بہت بڑی کمزوری کی طرف اشارہ ہے ۔ آج کل نفسیاتی کہانیاں لکھنے کا موڈ اپنے شباب پر ہے ۔ لیکن اس کے باوجود یہ کہانی دوسرے ادیبوں کی نفسیاتی کہانیوں کی طرح بور نہیں کرے گی ۔

امید کہ مزاجِ گرامی خیریت سے ہوگا ۔

خلوص کار
مانک ٹالہ

اختر بستوی

روشن محل ۔ گاندھی نگر
بستی (یو۔ پی)

گرامی قدر سلام مسنون !

آپ کا خط ملا ۔ یہ جان کر انتہائی مسرت ہوئی کہ آپ "صنعتی مہاراشٹر نمبر" شائع کر رہے ہیں ۔ "صبح امید" گذشتہ انتیس ۲۹ سالوں سے ایک ایسے صوبے میں اُردو کی ترویج و اشاعت کر رہا ہے جہاں اس زبان کے چرچے عام نہیں ہیں ۔ یوں تو اس کا ہر شمارہ عمدہ اور کار آمد ہوتا ہے لیکن اس کے خاص نمبر تو مستقل ادبی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ "افریقہ نمبر" "گجرات نمبر" "مہاراشٹر نمبر" اور "نجوم نمبر" "سلور جبلی نمبر" وغیرہ اُردو زبان و ادب کا بیش بہا خزانہ ہیں ۔ اب آپ "صنعتی مہاراشٹر نمبر" کا اعلان کر کے اُردو داں عوام کو مہاراشٹر کی صنعت سے واقف کرا رہے ہیں ۔

آپ جانتے ہیں کہ میں اشعار سنجیدہ کہتا ہوں اور مضامین طنزیہ و مزاحیہ لکھتا ہوں ۔ اس لئے "مضمون" کی قید لگا کر گویا آپ نے مجھے طنز و مزاح کی دنیا تک محدود کر دیا ہے ۔ لیجئے ایک طنزیہ و مزاحیہ مضمون "آگرہ کے تاج محل سے بمبئی کے تاج محل تک" حاضرِ خدمت ہے ۔ یہ مضمون میں نے خصوصی طور پر آپ کے خاص نمبر کے لئے لکھا ہے اور کافی محنت سے لکھا ہے ۔ "صبح اُمید" کے قارئین اسے پڑھ کر مایوس نہیں ہوں گے ۔ اس میں صوبۂ مہاراشٹر کی صنعت فلم سازی اور وہاں کے مشہور ترین ہوٹل "تاج محل" کا تذکرہ ہے اس لئے "صنعتی مہاراشٹر نمبر" میں اس کی اشاعت ناموزوں نہیں ہوگی ۔

احقر
اختر بستوی



حامد الانصاری غازی
صدر جمعیۃ العلمائے مہاراشٹر بمبئی

ایک سفر اور دو ہمسفر

داستان سے جو پیدا ہو وہ داستان

دنوں اور راتوں کی داستان بھی عجیب ہے، وقت اور بخت کے اتفاقات؟ زندگی کی تڑپ، تپش اور چمک کا کوئی ایک عالم نہیں، صبح بنارس۔ شام اودھ اور شب مالوہ نہ معلوم کیوں مشہور ہیں؟ ان داستانوں میں کتنی حکایتیں ہیں جنہیں زبانوں نے بیان نہیں کیا۔ حسن و عشق کے کتنے قافلے ان منزلوں سے گذرے۔ کتنے حدی خوان اپنی آوازیں ان میدانوں وادیوں اور آگے بڑھتے اور منزل کی تلاش میں بہتے ہوئے دریاؤں کے کناروں پر چھوڑ گئے ہیں جن کے ریکارڈ اب بھی خلا میں بج رہے ہیں۔

شہرت بڑی گرانقدر چیز ہے شہرت سے پتھر جوہر کی قیمت بکتا ہے اور شہرت نہ ہو تو جوہر ہواؤں کی ضرب سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بگولوں میں اُڑ جاتے ہیں۔ کشمیر کا حسن و جمال، رنگ رنگ پھولوں، کلیوں اور شگوفوں سے بھرپور وادیاں۔ جھیلوں کے میدان۔ ہرے بھرے لان۔ ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے مشہور ہیں۔ کیا یہی شہرت سب کچھ ہے؟ کشمیر سے باہر بھی رنگا رنگ مناظر ہیں۔ آسمان کے ہزار گوشے روشن ہیں۔ زمین کے ہزار پہلو رنگا رنگ ہیں۔

کتنے دن تھے جو کابل کے گلباغ اور گلبہار چمن میں بیتے کتنی راتیں درۂ بولان کی چٹانوں کے سائے میں گذریں۔ وہ صبح کتنی دلکش و دلآرام تھی جو درۂ خیبر میں آنے والی رات کے بعد اُجاگر ہوئی سورج سے جھلسے ہوئے پہاڑوں اور ان پہاڑوں کی خاموش تنہائیوں میں سینہ تانے ہوئے کھڑی ہوئی چٹانوں نیلی پیلی اودی کالی چٹانوں کا جمال بھلائے نہیں بھلایا جا سکتا۔

یہی شمال کا سیاح مغربی اقلیم میں پہونچا۔ بحر عرب کا کنارہ عروس البلاد بمبئی جہاں حسن و نور کے قافلے آکر ٹھیرے اور ہمیشہ کے لئے واپسی کا راستہ بھول گئے۔ اس عروس البلاد سے چل کر تناگیری کی سمت عشق و شوق کا قافلہ چل نکلا مغربی گھاٹ کی بلندیاں اور ترائیاں۔ برکھا رُت۔ درختوں کا رقص۔ نرم ہواؤں کا کھیل۔ رم جھم پھوار سمندری جھیلیں ان میں سفید کنول سفر کا یہ عالم کہ کبھی عرش کبھی فرش اور دو ہمسفر۔ حامد الانصاری غازی اور عبد الحمید بوبیرے۔ سفر مکمل ہوا تو یہ نظم مکمل ہو گئی۔ مگر اب بھی مغربی گھاٹ کے کتنے مناظر ہیں جو شاعروں، کویوں اور فنکاروں کے منتظر ہیں۔

یہ نظم اشارہ ہے کشمیر کے علاوہ اور بھی کشمیر ہیں۔ کوئی برکھا رُت میں مغربی گھاٹ کی طرف نکل تو آئے۔

حامد الانصاری غازی

حامد الانصاری غازی

مغربی ہند میں خواب کی وادیاں

موسمِ برگِ گُل زندگی کا جہاں[۱]
مغربی ہند میں خواب کی وادیاں

حُسن کی سرزمیں عاشقی کا جہاں
عشقِ فرہاد کے جھٹ پٹے سے نشاں

دھان کے کھیت ہر کھیت تختِ رواں
دل جواں دم جواں زندگانی جواں

خاک پر غنچہ و گُل کی دو ٹہنیاں
جیسے ممتاز کے ساتھ شاہِ جہاں

کوہ و داماں کے پھیلے ہوئے سلسلے
جیسے صدیوں کی خاموش تنہائیاں

وہ فلک جو زمیں پر ہوئے خیمہ زن
وہ زمیں جس پہ ہو آسماں کا گماں

ہر نئے موڑ پر اک نئی زندگی
ہر قدم پر بدلتا ہوا آسماں

چار سو آبشاریں مچلتی ہوئیں
سبز ڈھلواں چٹانوں سے چشمے رواں

لوگ ہر موڑ پر اس طرح خیمہ زن
جیسے تاریخ کا گمشدہ کارواں

تختۂ آب اور اس پہ صدہا کنول
جو زمیں پر اُتر آئے وہ کہکشاں

وہ جواں رشک آئے جنھیں دیکھ کر
راکھ میں جو دبی ہوں وہ چنگاریاں

اس طرف کے حسیں برق وش مہ جبیں
ٹوٹ کر جو گریں دل پہ وہ بجلیاں

شوخ و رنگیں حسیں نازنیں عورتیں
جیسے پھولوں پہ اُڑتی ہوئی تتلیاں

کیا نہیں ہے مرا کوئی کے اس دیس میں
اُن کی اپنی زمیں میری اُردو زباں

راہرو راہبر سب کے سب ہمسفر
ہمنشیں، ہموطن، ہم نفس ہمزباں

گفتگو میں ہیں مصروف دو ہمسفر
داستاں سے جو پیدا ہو وہ داستاں

صبحِ نو جلوہ گر عہدِ نو کا اثر
ہر طرف دست و بازو کی برنائیاں

دیپ وہ جو بجھے، بجھ کے پھر جل اٹھے
وہ کہانی جو پہنچی کہاں سے کہاں

---

۱ گفتگو میں ہیں مصروف دو[۲] ہم سفر

محترم مولانا حامد الانصاری غازی اور راقم الحروف اب سے تین سال پہلے رتنا گیری میں عید میلاد النبی کے جلسہ میں شرکت کے لیے گئے تھے۔ نظم میں تاثرات اس سفر کے متعلق ہیں۔

غازی صاحب ایک ادیب، تجربہ کار صحافی، صفِ اوّل کے انشا پرداز اور بہترین مقرر ہیں۔ مگر ایک مسافر کو دوسرے مسافر کے متعلق اس سفر میں علم ہوا کہ غازی صاحب شاعر بھی ہیں۔

آج کل تو غازی بہار اسٹیٹ کی جمعیۃ العلماء کے صدر ہیں اور توقع ہے کہ وہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کی مذہبی آویزش کو دور کر کے اتحاد اور عام طور پر قومی یکجہتی کے لئے کامیاب کوشش فرمائیں گے۔

اس نظم کے لئے میں غازی صاحب کا ممنون ہوں۔

(عبد الحمید)

پروفیسر نکہت شاہجہاں پوری
(صدر شعبۂ فارسی و اُردو: جی۔ ایف کالج۔ شاہجہاں پور)

سیر ماتھیران

بمبئی سے ۳ گھنٹے کے فاصلے پر یہ کوہسار نہایت پرفضا مقام ہے۔ دہقانوں اور رئیسوں کا نشیمن ہے۔ اس کی خصوصیات میں سے زیادہ موثر منظر دھوپ چھاؤں ہے۔ دورویہ درخت اسقدر باہم پیوست ہیں کہ اکثر راستیں دھوپ چھاؤں کا منظر پیش کرتی ہیں۔ اور مناظر قدرت کی دلکشی میں چار چاند لگاتی ہیں۔ یہ نظم عزیز محترم سیٹھ عبدالستار ابراہیم عمر صاحب رئیس بمبئی کی فرمائش سے لکھی گئی ——— نکہت۔

ہر قدم پر ہے بہارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں
چپہ چپہ کوہسارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

وادیاں سایہ فگن دامن بہ دامن، صف بہ صف،
خم بہ خم، وہ آبشارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

وہ زمرد گوں فضا، اور لاجوردی آسماں!
وہ مرصع مرغزارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

وہ شبابِ حسن و فطرت اور مستانہ طیور!
اللہ اللہ نغمہ زارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

امتزاجِ نور و ظلمت، اتحادِ رنگ و بُو!!
ہے بہم نقش و نگارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

ہلکی ہلکی روشنی اور ہلکی ہلکی ظلمتیں؛
جانفزا ہے حسن زارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

فرشِ ارضی پر ستاروں کے وہ جھرمٹ جابجا
کہکشاں ہے جلوہ زارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

گوشہ گوشہ راز دارِ حسن و مستی کیوں نہ ہو
پتہ پتہ ہے بہارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

روشنی کے پھول کرنوں سے برستے ہیں مگر
اللہ اللہ! کوہسارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

صبح سے تا شام ہے گنگا و جمنا کی بہار
ہائے وہ پروردگارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

ماتھیراں کی سیر کا احوال نکہت کیا کہوں
دیکھ لی گویا بہارِ زندگی کی دھوپ چھاؤں

یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

جہاں بانو نقوی
(ایم۔ اے)

دنیا بڑی انوکھی جگہ ہے۔ کیسے کیسے تجربے ہوتے ہیں۔ صبح سے شام تک کہ بیان کرنے بیٹھو تو دفتر کے دفتر سیاہ ہوجائیں۔ ہر مشاہدہ اپنے اندر ایک کشش رکھتا ہے۔ اب ذرا اس لیڈیز کلب کو میرے ساتھ چلئے۔ دیکھیں یہاں کیا ہورہا ہے۔ آج کل خواتین میں رمی کا شوق جنوں کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ گھربار بچے وغیرہ سب نوکروں پر چھوڑ چھاڑ یہ کلبوں کی رونق بڑھاتی ہیں۔ ایک طرح اچھا بھی ہے۔ جی بہل جاتا ہے۔ وقت کٹتا معلوم نہیں ہوتا قسم قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ ہر گھر کا قصہ ایک نئے تجربے کا باب کھول دیتا ہے۔ اور پھر کھیل کھیل میں ہی کسی کو طیش آجاتا ہے۔ غلط کال پردہ آپے سے باہر ہو جاتی ہیں۔ انسانی اخلاق کی پرکھ کے تین مقام ہیں کھیل۔ سفر اور علالت بس ان مقامات پر آپ کی طبیعت طینت۔ فطرت اور ذہانت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بعض طبائع سفر میں باؤلے ہو جاتے ہیں۔ اور پکے خود غرض۔ ان کو بس اپنے ہی آرام کی فکر رہتی ہے۔ اپنی سیٹ پر بیکار جگہ بھی ہو تو وہ اخلاقاً کسی کو بیٹھنے نہ دیں گے۔ یہ سمجھ کر کہ یہ کہیں قبضہ نہ کرے۔ دھرنا دے کر بیٹھ نہ جائے۔ آپ کسی مسافر خاتون کو یہ دیکھ کر کہ غریب نے ایک ہاتھ سے اپنا شیر خوار بچہ اٹھا لیا ہے۔ پیٹھ پر کچھ۔ اسباب لدا ہے۔ دوسرے ہاتھ میں اٹیچی ہے۔ اور آپ اس کے ساتھ ساتھ ایرپورٹ جارہے ہیں۔ بالکل خالی ہاتھ ہیں۔ مگر آپ میں ہمدردی کا ذرا بھی مادہ نہیں۔ آپ اس کو ذرا سی مدد دے سکتے ہیں۔ اس کا بوجھ ہلکا کر سکتے ہیں۔ مگر نہیں۔ آپ فطرتاً خود غرض ہیں۔ آپ نے اپنی دانست میں یہ سمجھ لیا ہے کہ اس طرح میری سبکی ہوگی۔ میں قلی نہیں ایک جنٹلمین ہوں۔ اور وہ بھی اَپ ٹو ڈیٹ۔ علالت میں عموماً بیمار چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ جو فطرتاً فیاض، سلیم الطبع اور بامروت ہوتے ہیں وہ انتہائی بیماری کی حالت میں بھی کسی کو تکلیف دینا نہیں چاہتے ڈاکٹر نے بستر سے اٹھنے کی سخت ممانعت کر رکھی ہے مگر ان کا بس چلے تو تیمار دار کی آنکھ بچا کر اپنا کام خود ہی کر لیں۔ اور دوسرے پہلو پر ایسے بیمار بھی تو ہوتے ہیں جو تیمار دار کو چاروں میں بیمار کر دیتے ہیں۔ اور پھر کھیل — کھیل تو کھیل ٹھہرا۔ زندگی کا سہانا موقع۔ جی بہلانے کا ذریعہ۔ مگر اس کھیل میں بھی آپ اپنی بدمزاجی سے رخنہ ڈال دیتے ہیں — ہار جیت تو کھیل سے وابستہ ہوتی ہے۔ اگر آپ یہ دیکھیں کہ آپ مسلسل ہار رہے ہیں تو بجائے لڑنے جھگڑنے۔ تو تو میں میں کی رٹ لگانے سے بہتر ہوگا کہ آپ کچھ روز کھیل میں حصہ نہ لیں بیٹھ کر تماشا دیکھیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ تماشہ دیکھنے والا تماشہ کرنے والے سے زیادہ حظ اٹھاتا ہے۔ شائد آپ کی لک نے ساتھ نہ دے دیا ہو۔ اور یہ لفظ لک جوئے کی توام نہیں ہے۔ اور کہیں اس کا اتنا استعمال نہیں ہوتا جتنا کھیل میں ہوتا ہے۔ خصوصاً قمار بازی نے اس لفظ کو اپنی جاگیر بنا لیا ہے۔ لک ساتھ نہیں دے رہی۔ آج لک نہیں ہے۔ شائد آپ اپنی لک گھر پر چھوڑ آئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ سے جملے آپ کو سننے پڑتے ہیں اگر آپ فیاض اور خوش مزاج انسان ہیں تو بڑے شگفتہ دلی سے یہ سب فقرے سن کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ غصہ آتا بھی ہے تو اس کو ناگوار گھونٹ کی طرح پی جاتے ہیں۔ ورنہ پھر ایک چھوٹی سی قیامت برپا ہوجاتی ہے۔ آپس میں بگاڑ کی نوبت آجاتی ہے۔ وہی جو ابتک دوست تھے ان سے جھڑپ ہو جاتی ہے۔ مگر یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ آپ ہوش سنبھالنے کے بعد بھی بچوں کی طرح حرکات کرنے لگیں پھر تو جب کبھی آپ کلب تنے یا جاتے ہیں دوست احباب آپ کو دور سے دیکھ کر زیر لب گنگنانے لگتے ہیں ——— ارے بھئی وہ دیکھو ——— کوئی آرہا ہے قیامت نہیں ہے ——— انسان کو کسی حال میں بھی اپنی انسانیت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے غصہ جہالت کی دلیل ہے۔ اس کو جو پی جاتے ہیں وہ واقعی کمال کرتے ہیں۔ یہ بڑے حوصلہ والوں کا کام ہے۔ اور ان کا درجہ عبادت کرنے سے

[illegible]

اتنے تارے ہیں اور ایک رات بڑی مشکل ہے
بہر مضامین کی ہے بہتات بڑی مشکل ہے

خیال تھا کہ وزرائے مہاراشٹر کا مختصر تعارف زیر نظر اشاعت میں شامل کیا جائے اور اسی غرض سے ان کی کتابت بھی کرائی گئی۔ مگر چونکہ مختصر تعارف کے باوجود کتابت ۱۱ صفحوں کی ہوگئی اور نمبر میں اتنے صفحات کی گنجائش بھی نہیں، اس لئے یہ تعارف آئندہ اشاعت کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ زیر نظر اشاعت میں وزراء کی تصاویر اور اُن کے محکموں کے نام دئے جا رہے ہیں۔

اس کے علاوہ مہاراشٹر کے متعلق قیمتی اور قابلِ اشاعت مضامین صرف تنگیٔ داماں کے سبب رہ گئے جو آئندہ اشاعتوں میں شائع ہوں گے۔

(ادارہ)

آپ ریاست مہاراشٹر کی نئی اسکیموں اور منصوبوں کو سمجھنے کے لئے صبح اُمید کا مہاراشٹر نمبر حصّہ اوّل ضرور پڑھئے۔

حکومت مہاراشٹر نے ریاست اور ریاستی عوام کی ترقی کیلئے کیا کچھ کیا ہے اور دیکھئے کہ ان اسکیموں سے آپ کس طرح فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ قیمت ۲ روپے

میعادِ خریداری صبح اُمید کے خریداران سے جن کی میعاد خریداری ختم ہو رہی ہے، گذارش ہے کہ وہ زرِ سالانہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ تاکہ صبحِ امید سے اُن کا تعلق برقرار رہے۔

صبح اُمید ہر سال اپنے خریداروں کی خدمت میں خاص نمبر مفت پیش کرتا ہے۔

(منیجر)

نریش کمار شاد

"بمبئی"

بمبئی کیا ہے، دکن کی گل بداماں نازنیں
حسن و رنگ و نور کی تصویر ہے یہ سرزمیں
آفریں اے صنعتِ اولادِ آدم آفریں
ایک جنّت کا سماں ہے اس مشینی شہر میں

ایک اک ذرّے کے سینے میں تپاں ہے زندگی
سینۂ خاشاک میں بھی گل فشاں ہے زندگی
کتنی پیچ در پیچ اور تیزی سے رواں ہے زندگی
زندگی کتنی جواں ہے اس مشینی شہر میں

اس حقیقت کو مرے ذوقِ نظر لیکن نہ بھول
جتنے بھی یہ خندہ رو ہیں ان کی روحیں ہیں ملول
یہ بہت رنگیں سہی در اصل ہیں کاغذ کے پھول
بس انہیں کا گلستاں ہے اس مشینی شہر میں

ظلمت پُر نور ہے ہنستی ہوئی فریاد ہے
بمبئی کی زندگی مجموعۂ اضداد ہے
چلتا پُرزہ ہے یہاں جو آدمی آباد ہے
سادہ دل انساں کہاں ہے اس مشینی شہر میں

حُسن کے خالق ہیں لیکن حُسن سے کوسوں ہیں دُور
جن کے خونِ دل سے روشن ہے یہ شمعِ رنگ و نور
اُن کی آہوں کا دھواں بھی اِن میں شامل ہے ضرور
جو مشینوں کا دھواں ہے اس مشینی شہر میں

تو کہاں اے گردشِ حالات لے آئی ہمیں
کھوکھلی معلوم ہوتی ہے یہ زیبائی ہمیں
اتنی رونق میں بھی ہے احساسِ تنہائی ہمیں
کون اپنا ہم زباں ہے اس مشینی شہر میں

—

"وِش کنیا"

مانک ٹالہ
بی۔ ایس۔ سی

سریش نے کمرے میں قدم رکھا تو آہٹ کی آواز سن کر ریتا نے گنگنانا بند کر دیا۔ اور ہاتھ کی تصویر جھٹ سے بستر کے نیچے چھپا دی۔ گھبراہٹ کو آنکھوں کی نیلگوں جھیلوں کی گہرائیوں میں غرق کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے مسکرا مسکرا کر سریش کا استقبال کیا۔ بے ترتیب، آوارہ زلفوں کے جال میں پھنسا ہوا اس کا صبیح مکھڑا یوں لگ رہا تھا جیسے پونم کا چاند جنگلی گلاب کی شاخوں میں الجھ رہا ہو۔ کوئی اور موقعہ ہوتا تو سریش ریتا کے ملکوتی چہرے کو دیوانہ وار چوم لیتا۔ لیکن آج اسے یوں محسوس ہوا جیسے ریتا کا نازک وجود ایک مہیب کانٹا بن کر اس کے حلقوم میں چبھتا چلا جا رہا ہے۔

ریتا نے مسکرا کر اپنی کمھن سی سفید اور بلور سی نازک باہیں اس کی گردن میں حائل کر دیں اور پلکوں کی تنی ہوئی جھالروں کو تتلی کے پنکھوں کی طرح پھڑپھڑا کر کہنے لگی "کیوں جی! آج کھوئے کھوئے سے نظر آ رہے ہو!" فقرہ مکمل کرتے ہوئے اس نے تیر نظر کا ایک اور بھرپور وار کر دیا۔

لیکن ایسا جان پڑتا تھا کہ ریتا کے ترکش کے سارے تیر آج بے کار جا رہے تھے۔ سریش نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بس اتنا کہا "نہیں تو! شائد یہ تمھاری نظر کا فریب ہے"...... اور اس کی لچکدار گداز باہوں کی گرفت سے اپنے آپ کو آزاد کر کے ادھر اُدھر کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

رات کو سریش بستر پر لیٹا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ نرم گرم بستر پر نہیں بلکہ میخوں کی سیج پر لیٹا ہوا ہے۔ ریتا نے اپنے خیرہ کن حسن، بدمست شباب اور البیلی اداؤں سے اسے لبھانے کی لاکھ کوشش کی لیکن وہ رات بھر ایک ٹھنڈی لاش کی طرح پڑا رہا۔

یوں بھی اس کا دل چاہنے لگا تھا کہ وہ ایک یخ بختہ لاش کی طرح مفلوج و بے حس ہو جائے۔ فکر و احساس کے سارے دریچے بند ہو جائیں۔ اور وہ ریشم کے کیڑے کی طرح اپنی محبت کی اندھیری قبر میں دفن ہو جائے۔ لیکن دل و دماغ کی تاریک وسعتوں سے اٹھتا ہوا ایک انجانا طوفان بار بار ان دریچوں کے پٹ کھڑکھڑاتا اور اس کے یخ بختہ تخیل کو ماضی کے جھروکوں میں جھانکنے کے لئے گھسیٹ لاتا۔

اس نے کبھی خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ریتا اس قدر بے وفا اور ریاکار ثابت ہو گی۔ ان کی شادی کو ایک سال بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ ریتا نے اپنے من کے مندر میں کسی اور دیوتا کی مورتی سجانی شروع کر دی تھی۔ وہ تو اسے ہمیشہ وفا کی دیوی سمجھتا چلا آ رہا تھا۔ اور اس نے ریتا کی قندیلوں میں سدا اپنی ہی چاہت کے دیپ جلتے دیکھے تھے۔

لیکن آج نجانے وہ کس کی تصویر کو چھاتی سے لگا کر گنگنا رہی تھی۔ کسی غیر کی تصویر اس کے سارے وجود پر کینسر کے پھوڑے کی طرح محیط ہوتی جا رہی تھی۔

وہ انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔ لیکن ریتا مزے سے سپنوں کے جھولوں میں جھول رہی تھی۔ پورنماشی کی رات تھی اور چاند کی روپہلی کرنوں کا سیلاب ان کے شبستان کے دریچوں میں سے امڈا چلا آ رہا تھا۔ نیند کی آغوش میں مدہوش ریتا کا پرشباب سنہری پیکر کرنوں کے سمندر میں نہا رہا تھا۔ کوئی دوسرا موقعہ ہوتا تو وہ وارفتہ سا ہو کر ریتا سے

لیٹ جاتا۔ لیکن آج اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے مدمقابل اس کی ریتا نہیں بلکہ کوئی وِش کنیا سو رہی ہے۔ جس کے ایک ہی لمس سے وہ موت کی آغوش میں پہنچ جائے گا۔

آدھی رات کے بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ ریتا گہری نیند کی آغوش میں جا چکی ہے تو اس نے کئی مرتبہ اس کے پلنگ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ٹٹول کر اس رُوسیا کی تصویر ڈھونڈنے کی کوشش کی جس نے اس کی نیند حرام کر دی تھی لیکن ہر بار سوئی ہوئی ریتا کروٹ بدل لیتی۔ اور اسے ہاتھ باہر نکال لینا پڑتا۔

ساری رات اسی طرح پریشانی اور بے چینی میں گذر گئی۔ اس نے قیاس کے دوڑ گھوڑے اپنے شروع کئے کہ وہ کون خوش نصیب ہو سکتا ہے جس کی خاطر ریتا نے اس سے بے وفائی کرنے کی ٹھانی ہے۔ اور اس کے صبر و سکون کو طوفان کی زد میں آئے ہوئے آشیانے کی طرح تنکا تنکا منتشر ہونے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ ایک ایک کر کے اسکے سارے دوستوں کے چہرے اس کے تخیل کے پردے پر اُبھرے۔ لیکن اس نے محسوس کیا کہ اس کے دوستوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہو سکتا جس کی خاطر ریتا اس سے بے وفائی کرنے پر تل گئی ہے۔ وہ اپنے سارے دوستوں میں سب سے زیادہ دولت مند، وجیہہ، تندرست اور خوش طبع شخص تھا۔ یہی وہ خوبیاں ہوتی ہیں جن پر کسی عورت کا ایمان ڈگمگا سکتا ہے۔ لیکن یہ سب خوبیاں اس میں اپنے دوستوں سے کہیں زیادہ تھیں۔ اور پھر اس نے کبھی ریتا کی طرف سے لاپرواہی بھی نہیں برتی تھی۔ ہمیشہ وقت پر گھر آتا۔ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ساتھ گذارتا۔ اُس کا دل بہلانے کی خاطر اکثر سینما، تماشہ یا پکنک کا پروگرام بناتا۔

پھر اس نے سوچا کہ شائد شادی سے پہلے ریتا کو کسی سے محبت رہی ہو گی۔ لیکن یہ بات بھی اسے کچھ انہونی سی معلوم ہوئی۔ کیونکہ شادی سے کافی عرصہ پہلے سے اس کی اور ریتا کی رفاقت رہی تھی۔ دونوں کالج میں اکٹھے پڑھتے تھے۔ اور فرصت کا وقت اکٹھے ہی گذارتے تھے۔ جب تک وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں لیتے تھے چین نصیب نہیں ہوتا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ جب کبھی وہ علیل ہوتا یا کسی نجی کام کے باعث ایک دو روز کے لئے کالج نہ جا سکتا تو اگلے روز ریتا کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا جیسے وہ برسوں کی مریض ہو۔ پھول سا چہرہ مرجھا جاتا۔ اور اس کے سارے سراپے پر پریشانی اور انتشار کے آثار ظاہر ہوتے۔ اور وہ شکوے شکایتوں کے دفتر کھول دیتی۔

اور پھر ریتا اس کے ساتھ شادی کرنے کی خاطر اپنے جابر اور جذبات سے عاری والدین کی ہٹ دھرمی کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑی ہو گئی تھی۔ ایک روز جذبات کی رو میں بہہ کر اس سے کہنے لگی تھی "اگر میں چاہوں تو ابھی اسی وقت اپنے گھر والوں کو لات مار کر تمہارے ساتھ چل سکتی ہوں۔ لیکن اس طرح ایک غلط روایت کی داغ بیل پڑ جائے گی۔ میں نے تم سے محبت کی ہے۔ کوئی جرم یا گناہ نہیں کیا۔ پھر میں کیوں گنہگاروں کی طرح چوری چھپے کام کروں؟ میں شادی کروں گی تو تم سے ۔۔۔ اور اپنے والدین کا دماغ ٹھکانے لگا کر ۔۔۔ تمہاری برات بینڈ باجے کے ساتھ میرے گھر کے آنگن میں آئے گی اور میرے پاپا خود اپنے ہاتھوں سے میرا کنیا دان کریں گے .... اگر انھوں نے ایک بے زبان گائے کی طرح میری رسی کسی اجنبی کے ہاتھوں میں تھما دینی تھی تو مجھے پڑھایا لکھایا کس لئے۔ میرے دماغ کو سوچ اور میری زبان کو گویائی کیوں عطا کی ...."

اور پھر سچ مچ اس نے اپنے عزم کے سامنے اپنے والدین کو نیچا دکھا دیا۔ اور اس کے پتا خود مسٹر سکسینہ کے والد کے پاس شادی کا پیغام لے کر آئے تھے۔

اگر شادی سے پہلے ریتا کے من مندر میں کسی دوسرے دیوتا کا باس ہوتا تو وہ اس کے ساتھ شادی کرنے کی خاطر سر دھڑ کی بازی نہ لگا دیتی۔

پھر یہ کیا معمہ تھا؟ .... یہاں پہنچ کر اس کی سوچ، عقل اور فہم سب جواب دے جاتیں۔

اور وہ پریشانی کے بھنور میں ایک بے بس اور حقیر کیڑے کی طرح غوطے کھانے لگتا ...... اور ریتا تھی کہ اس کے سامنے ایک دلفریب ناگن کی طرح خواب ناز میں مدہوش تھی ...... سب پریشانیوں سے دور!

اسی ذہنی کشمکش میں بجانے کب اسکی آنکھ لگ گئی۔ صبح کے وقت بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ ریتا بستر پر نہیں تھی۔ باتھ روم میں اس کے گنگنانے کی مدھر موسیقی گونج رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ اچھا موقعہ ملا ہے۔ چنانچہ اس نے جلد جلد سارے بستر کو ٹٹول مارا۔ لیکن وہ تصویر کہیں نہیں تھی۔ پھر اس نے الماری، ڈریسنگ ٹیبل، اور دوسری جگہوں کی تلاشی بھی لے ڈالی۔ لیکن وہ تصویر نہ ملنی تھی، نہ ملی ۔۔۔

اسی طرح دماغی کشمکش میں کئی روز گذر گئے۔ اس نے موقعہ دیکھ دیکھ کر سارا گھر چھان مارا لیکن اسے کہیں سے بھی اپنے رقیب روسیا کی تصویر کی ایک جھلک تک نظر نہ آئی۔ اس کے دل و دماغ کا سکون اور راتوں کی نیند حرام ہوگئی۔ اگرچہ اس نے اپنی اندرونی کشمکش کو ریتا پر ظاہر ہونے نہیں دیا تھا۔ لیکن چند ہی روز میں وہ برسوں کا مریض نظر آنے لگا تھا۔ چہرے کی سرخی ہوا ہوگئی۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے کوئی جونک اس کے جسم سے چمٹ کر اس کا سارا خون چوس گئی تھی۔ ریتا اس کی دلداری کی لاکھ کوشش کرتی۔ لیکن وہ تو اسے ایک ایسی ناگن نظر آرہی تھی جو اس کے سراپے کو جکڑ کر اس پر کنڈلی مار کر بیٹھ گئی ہو۔ اور آہستہ آہستہ اپنی گرفت سخت کر کرکے اس کی ہڈیوں کو چٹخا چٹخا کر توڑ رہی ہو۔ ریتا کی کھنک دار ہنسی جس پر کبھی وہ دل و جان سے فریفتہ تھا، اب اسے زہر کا پیالہ نظر آتی تھی۔

اب وہ اس کوشش میں رہنے لگا کہ وہ ریتا کو رنگے ہاتھوں پکڑ لے کہ اسے فوٹو چھپانے کا وقت ہی نہ ملے۔ اس کام کی خاطر اس نے دو ایک مرتبہ بیماری کا بہانہ کرکے دفتر سے چھٹی حاصل کی اور گھر گیا کہ شائد اس کے رقیب یا اس کے فوٹو سے ریتا راز و نیاز کی گفتگو میں مصروف پکڑی جائے۔ لیکن اس نے ریتا کو ہمیشہ گھر کے کام کاج میں الجھا پایا اس کے چہرے کا سکون بھی کسی قسم کی چغلی نہیں کھاتا تھا۔

اس کے لئے دفتر میں چھ گھنٹے بیٹھ کر کام کرنا محال ہوگیا۔ آفس میں اپنے سارے ساتھیوں میں وہ سب سے زیادہ محنتی، خوش مزاج اور ہنس مکھ تھا۔ اسی کے باعث دفتر کا ماحول زعفران زار بنا رہتا تھا۔ اس کے ماتحت اور اس کے افسر اس سے ہر طرح خوش تھے۔ اس نے کبھی بھی کسی کو کسی قسم کی شکایت کا موقعہ نہیں دیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ اسے بہت جلد جلد ترقی ملتی رہی۔ اور اب وہ ایک اونچے اور ذمہ دار عہدے پر متمکن تھا۔ لیکن پچھلے چند روز کے دوران اس کے اندر ایک عجیب و غریب اور ان ہونی سی تبدیلی دیکھ کر اس کے ماتحت اور آفیسر سبھی حیران ہو رہے تھے۔ کام کاج میں اس کا من نہیں لگتا تھا۔ اور جو تھوڑا بہت کام وہ کرتا تھا وہ بھی الٹا سیدھا ہوتا تھا! افسر نے پہلے تو درگذر کی لیکن جب اس سے لگاتار کچھ فاش غلطیاں ہوئیں تو افسروں کو بھی جھاڑ پلانی پڑی۔ آخر ایک بار ایک افسر نے سخت سست کہا تو اس کے ساتھ الجھ پڑا۔ اور استعفےٰ لکھ کر اس کے سامنے پھینک دیا۔

افسر کچھ ہمدرد اور سمجھدار قسم کا انسان تھا۔ سریش کے پچھلے سارے ریکارڈ سے واقف تھا۔ اور وہ محسوس کرتا تھا کہ سریش کسی عجیب و غریب الجھن میں گرفتار ہے۔ چنانچہ اس نے سریش کے ساتھ نہایت ہمدردانہ لہجے میں گفتگو کی۔ اس کے سارے پچھلے ریکارڈ کی تفصیل بیان کی۔ اور موجودہ لاپرواہیوں اور غلطیوں کا حساب دیا۔ اور پھر خود ہی اس نے تجویز پیش کی کہ شائد زیادہ کام یا گھریلو الجھنوں کے باعث اسکا ذہن تھکاوٹ اور انتشار سا محسوس کر رہا ہے اس لئے اس کو کسی پر فضا اور پُرسکون پہاڑی مقام پر جا کر دو ایک ماہ کے لئے آرام کرنا چاہئے استعفےٰ پھاڑ کر پھینک دیا اور ایک ماہ کی رخصت کی درخواست منظور کرکے اس کو گھر روانہ کر دیا۔

گھر میں قدم رکھا تو اسے ریتا کے گنگنانے کی آواز آئی۔ وہ چور قدموں سے کمرے میں داخل ہوا۔ ریتا آج پھر

فوٹو سامنے رکھ کر گنگنا رہی تھی۔ اس نے کوشش تو بہت کی کہ چپ چاپ جا کر پیچھے سے پکڑ لے لیکن اس کے نئے بوٹوں کی چرچراہٹ نے ریتا کو خبردار کر دیا۔ اور وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔ فوٹو چھپانے کا بھی وقت نہ ملا۔ اس نے جھٹ سے دونوں ہاتھ پیچھے کر لئے۔ اور ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئی بولی۔ "اوہ! آج تو آپ جلد ہی چلے آئے۔ کیا دفتر میں دل نہیں لگتا تھا..... اس طرح چوری چوری آئے ہو میں تو دھک سے رہ گئی....." اس نے چہرے کا سارا انتشار اپنی دلنواز مسکراہٹ میں ڈبونے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"عورت! تیرا دوسرا نام ریاکاری ہے" سریش نے دل ہی دل میں کہا۔ اس کے جی میں آئی کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اس ناگن کا گلا گھونٹ دے۔ کمبخت کیا مسکرا مسکرا کر اپنی سیاہ کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ عورت اس قدر ریاکار بھی ہو سکتی ہے۔ وہ تو اُسے معصومیت کی مورتی اور وفا کی دیوی سمجھتا آرہا تھا........

اس نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "یہ کس کی فوٹو سے راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں؟"

"اپنی ہی فوٹو سمجھئے" ریتا نے اٹھلا اٹھلا کر جواب دیا۔

"بہت خوب! ہماری فوٹو سے دل بہلایا جا رہا ہے! لیکن ہم ہیں کہ حضور کی اک نگاہِ التفات کے لئے ترستے رہتے ہیں" سریش نے اپنی آواز میں طنز کا سارا زہر گھولتے ہوئے کہا۔ "ذرا ہم بھی تو درشن کریں اپنی اس خوش قسمت فوٹو کے جس کی خاطر ہمیں بھی نظر انداز کیا جا رہا ہے۔"

"نہیں دکھاتی جی —" ریتا نے پھر اٹھلا کر اپنی سرگیں آنکھوں کی تنی ہوئی جھالروں کو پھڑپھڑا کر کہا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ان ریشمی جھالروں کو چوم چوم لیتا۔ لیکن اب اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ان تنی ہوئی جھالروں کو نوچ کر رکھ دے اور اس کی گہری نیلگوں آنکھوں میں میخیں گاڑ دے کہ ان ہی فسوں ساز آنکھوں نے اسے اپنا دیوانہ بنایا ہوا تھا۔

"تو گویا ہم اس فوٹو کے دیکھنے کے حق دار نہیں ہیں" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"جی نہیں — حق دار ہوتے تو ہم آپ کو کبھی محروم نہ کرتے" ریتا نے ایک قاتلانہ ادا سے اپنے سر کو جھٹک کر اپنے رخِ روشن پر زلفوں کی ہلیں بکھیرتے ہوئے جواب دیا۔

"یوں کیوں نہیں کہتی کہ اپنے کسی یار کی تصویر کو سینے سے لگا لگا کر دل کو سکون مہیا کر رہی ہو — تمہارے یہ ناز نخرے مجھ پر کچھ اثر کرنے کے نہیں۔ میں نے آج تمہارا مکروہ رُخ دیکھ لیا ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم ایک وحشی کینا ہو۔ ایک زہریلی ناگن ہو — نرلج اور نیچ ہو — اگر تم کو کسی اور کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھانی تھیں تو مجھ سے شادی کیوں رچائی۔ کیوں میری زندگی کے پیالے میں زہر گھولا" سریش کے دل و دماغ میں کھولتا ہوا لاوا آخر پھٹ پڑا۔

ریتا کی آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے۔ وہ رُندھے ہوئے گلے سے بولی "مجھے امید نہیں تھی کہ تم اس قدر شکی مزاج اور تنگ دل انسان ہو گے۔ ورنہ میں تم سے شادی تو کیا کرتی تمہاری شکل بھی دیکھنا گوارہ نہ کرتی۔ اس روز تو تم بڑی بڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہے تھے۔ کہتے تھے میں بہت روشن خیال اور وسیع النظر آدمی ہوں۔ دوسرے مردوں کی طرح شکی مزاج اور تنگ نظر نہیں ہوں — دیکھ لی تمہاری وسیع النظری اور روشن خیالی۔ اس بات کو ایک مہینہ بھی نہیں گذرا — ابھی تو ان الفاظ کی گونج کی صدا بھی ہواؤں میں تحلیل نہیں ہوئی۔ اور تم لگے مجھ پر شک کرنے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ اگر مجھے کسی دوسرے سے محبت ہو گی تو میں تمہارے ساتھ زندگی کی گاڑی نہیں گھسیٹتی پھروں گی۔ بلکہ تم سے طلاق لے کر اپنی نئی دنیا بسا لوں گی۔ میں ناجائز اور چوری چھپے کی محبت کی قائل نہیں ہوں۔ سمجھے! — مجھے تم سے امید نہیں تھی کہ تم میرے اعتماد کو اس بری طرح مجروح کرو گے۔" ریتا کی آواز میں گھائل ہرنی کی چیخ سی گونج رہی تھی۔

"تمہارے اعتماد کو میں نے مجروح نہیں کیا۔ بلکہ تم نے میرے اعتماد کا گلا گھونٹا ہے۔ اگر تمہارے من میں چور نہیں ہے ــــ اگر تم نردوش ہو تو پھر فوٹو کیوں نہیں دکھاتیں؟"

"نہیں دکھاؤں گی۔ ہرگز نہیں دکھاؤں گی۔ اگر تم مجھے بے وفا۔ نرلج۔ وِشِ کینیا۔ زہریلی ناگن سمجھتے ہو تو سمجھتے پھرو۔ مجھے تمہاری رتی بھر پرواہ نہیں ہے۔ میرا من صاف ہے۔ میرا ضمیر مطمئن ہے۔ پھر میں کیوں تمہارے سامنے اپنی صفائی پیش کرتی پھروں۔"

سریش کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا تھا۔ آج وہ دوٹوک فیصلہ کرنے پر مصر تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ریتا کے ہاتھوں سے فوٹو چھیننے کی کوشش کی۔ ریتا نے مزاحمت کی۔ اس ہاتھا پائی میں فوٹو مسخ ہو گئی۔ اور ریتا کے ہاتھ سے گر کر فرش پر جا رہی۔ سریش نے جھپٹ کر فوٹو اٹھا لی ــــ

"ہیں! ــــ یہ کیا ــــ" سریش کا سارا جسم جیسے منجمد سا ہو گیا ــــ

ریتا کا نقرئی قہقہہ فضا میں گونجا ــــ "کہئے شریمان میں نہ کہتی تھی کہ سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔ لیکن آپ مرغے کی ایک ٹانگ کی رٹ لگائے جا رہے تھے ــــ میں بہت روشن خیال ہوں تنگ نظر ہرگز نہیں ہوں" ــــ ریتا نے سریش کا منہ چڑاتے ہوئے کہا۔

وہ فوٹو سریش کی اپنی فوٹو ہی تھی!

غزل

کرشن موہن
(ایم-اے)

قلب کے ارتعاش نے مارا
عاشقی کے قماش نے مارا

انتظارِ طویل میں مجھ کو
شوقِ اُمید باش نے مارا

کتنے ہی لوگ ہیں ہلاکِ قمار
کتنے لوگوں کو تاش نے مارا

کھانے پینے کی بھی نہیں پروا
رات دن کی تلاش نے مارا

یہ تصنع یہ غیریت یہ فریب
شہر کی بود و باش نے مارا

کیا ڈروں غیر سے کہ اپنوں کے
طعنۂ دلخراش نے مارا

حسن رسوا ہوا سرِ محفل
عشق کے رازِ فاش نے مارا

کچھ خیالوں کی موت نے لُوٹا
کچھ امیدوں کی لاش نے مارا

سوچتا ہوں کہ حسنِ سادہ کو
کیوں تراش و خراش نے مارا

دیدۂ فتنہ ساز نے لُوٹا
ابروئے خوش تراش نے مارا

تھے وہی فکرِ شعر میں ممتاز
جن کو فکرِ معاش نے مارا

شاعرانِ کرامِ اردو کو
قافیوں کی تلاش نے مارا

خاک میں آ پڑے عشق ملی
حسنِ تہمت تراش نے مارا

زندگیِ طویل کا ہوں قتیل
ہوسِ زندہ باش نے مارا

کرشن موہن مجھے محبت میں
سینۂ پاش پاش نے مارا

بیکل اتساہی

گیت (اندیشے)

ایک مایوس کو تونے آواز دی ———— اے یقیں دیکھ پھر کوئی دھوکا نہ ہو

تیری آواز کی چھاؤں میں ہے سکوں
بیٹھ جائے نہ تھک کر شعورِ جنوں
تیرے آنچل کی پروائی میں اڑ چلوں
ایک ناداں کی پرواز کا یہ فسوں
جیسے چنچل تخیل کی سنجیدگی ———— اے یقیں دیکھ پھر کوئی دھوکا نہ ہو

کچھ سکوں بخش یادوں کی انگڑائیاں
دھوپ میں جیسے بادل کی پرچھائیاں
سہمے سہمے ارادوں کی تنہائیاں
جیسے مرگھٹ پہ بجتی ہوں شہنائیاں
ہے مقدس اداسی میں کچھ دلکشی ———— اے یقیں دیکھ پھر کوئی دھوکا نہ ہو

چاندنی کے ہنڈولے میں جھولے گگن
جیسے ڈولے میں میکے کو سوچے دُلہن
گنگا جل پر تھرکتی ہوئی ہر کرن
جیسے صحرا میں فکرِ غریب الوطن
جیسے سہمے ہوئے آنسوؤں میں ہنسی ———— اے یقیں دیکھ پھر کوئی دھوکا نہ ہو

ایک مایوس کو تونے آواز دی
اے یقیں دیکھ پھر کوئی دھوکا نہ ہو

حامدی کاشمیری

نغموں کی پری

جلوے بکھراتی ہے گلپوش بہاروں کی سحر
مسکراتے ہوئے رنگین نظاروں کی سحر

یہ کوئی خوابِ حسیں ہے کہ بہاروں کا طلسم
نیند سے جاگتے شاداب نظاروں کا طلسم

چوم کر میری جبیں شوخ صبا گذری ہے
رقص کرتی ہوئی با نازو ادا گذری ہے

کھٹکھٹائے گی ابھی یہ درِ زنداں کتنے
اس کے انفاس میں مہکیں گے گلستاں کتنے

صحنِ گلشن میں سجے آئینہ خانے کتنے
جگمگانے لگے خوابوں کے فسانے کتنے

ہر کلی دھیرے سے سرکاتی ہے عارض سے نقاب
محشرِ حسن کی انگڑائی ہے پھولوں کا شباب

شبنم آلود شگوفوں کی خنک چھاؤں میں
زندگی تازہ و شاداب ہوئی جاتی ہے

سنبلستانوں نے خوشبو کے دریچے کھولے
آرزو جاگی ہے بیتاب ہوئی جاتی ہے

شاخ در شاخ پرندے ہوئے نغمہ پرواز
جاگ اٹھے ہیں بہاروں کے سلگتے ہوئے ساز

آبشاروں میں ترنم کے بسیرے جاگے
تیز فواروں میں نغموں کے سویرے جاگے

شاخِ گل ہلتی ہے گیتوں کے چمن کھلتے ہیں
نغمہ و نور بہاروں میں گلے ملتے ہیں

تیز ہونے لگی پھولوں کے دلوں کی دھڑکن
تھام لیتے ہیں یہ نغموں کی پری کا دامن

رقص فرما ہوئی نغموں کی پری کیا کہئے
شعلۂ ساز کی یہ جلوہ گری کیا کہئے


ٹرینوں میں
سفر
کرتے وقت
محتاط
رہئے
سگریٹ کے ٹکڑے کو پھینکنے سے پہلے
ضرور بجھا دیجئے یا
ایش ٹرے استعمال کیجئے
کمپارٹمنٹس میں
اسٹو ہرگز نہ جلائیے
حفاظت کے لئے
آگ کو روکنے کے
احتیاطی اصولوں پر
عمل کیجئے
ٹرینوں میں
کمپارٹمنٹس میں آتش گیر
اشیاء ساتھ نہ لے جائیے
لاپروائی سے بھیانک آگ لگ سکتی ہے اور
جان و مال کا کثیر نقصان ہو سکتا ہے
سفر کے دوران احتیاط کے مقصد کے تحت
سنٹرل ریلوے نے شائع کیا

ایم کوٹھیاوی راہی

بنجارے کا پیار

"یہ کتا پاگل ہے"
"وہ کیسے۔"؟
"مجھ پر بھونکتا ہے"
"تم پر نہ بھونکے تو کس پر بھونکے؟ تم کوئی اس کی گلی کے تو ہو نہیں"!
"تارا دیدی! یہاں کیا کر رہی ہو"؟
"نجومی صاحب سے باتیں کر رہی ہوں۔ معلوم ہی یہ صاحب نجومی ہی نہیں جادوگر بھی ہیں۔ ادھر سے ایک بار گزر رہے تھے کہ میں نے روک لیا تب سے....."
"تب سے یہ عالم ہے کہ جب بھی ادھر سے گزرتا ہوں روک لیا جاتا ہوں یہاں"
"کون روکتا ہے تمہیں"؟
"روکتا نہیں۔ روکتی ہے۔ آپ لڑکی ہیں تارا دیوی"!
"ہاں ہاں لڑکی ہوں۔ اب بکواس بند کرو۔ اپنی راہ لو"
"اچھی بات ہے جاتا ہوں"
"ذرا ٹھہریئے تو صاحب! دیدی تم بڑی مطلبی ہو ذرا مجھے بھی تو دکھا لینے دو ہاتھ اپنا"
"دکھا لو۔ میں چلی"
"جانے والی کو جوتشی کی نمستے"
"اب جانے بھی دیجئے۔ لیجئے دیکھئے میرا ہاتھ"
"ارے یہ تو بہت ملائم ہیں"
"لیکن پڑتے ذرا کڑے ہیں"
"خفا ہو گئیں کیا"؟
"اور کیا۔ یہ بھی کیا بدتمیزی ہے"
"جادو ہے جادو"
"کیسا جادو؟"

"میرے کمال کا"!
"کونسا کمال ہے آپ میں"؟
"جوتش کا"
"تو پھر بتایئے"
"لکیریں کہتی ہیں..... کہتی ہیں من مور کھ ہے اسکا"
"کس کا"؟
"ملائم ہاتھ والی کا"
"لے صاحب! بتلا دیجئے آپ"
"اور لکیریں کہتی ہیں... کہتی ہیں ... والی ..."
"کون"؟
"گورے مکھڑے والی"
"پر میں تو سانولی ہوں"!
"یہی تو بات ہے"
"کیا بات ہے بتا فرما۔"
"لکیریں کہتی ہیں.... کہتی ہیں کہ دیوانہ ہے"
"کون"؟
"بڑی بڑی کالی کالی آنکھوں والی"
"پر میری آنکھیں تو نیلی ہیں"
"یہی تو بات ہے"
"ہونہہ سنکی پاگل ـــــ"
"بیٹی جگنو! یہاں کیا ہو رہا ہے"؟
"ہاتھ دکھا رہی ہوں پتاجی جوتشی کو۔ تارا دیدی کہہ گئی ہے یہ جادوگر بھی ہیں"
"کون ہو جی تم"؟
"اتنا ہی تعارف کافی ہے۔ مجھے سمجھنے کیلئے تمہارا..."
"آدمی دلچسپ لگتے ہو۔ بیٹی جگنو! انھیں کمرے میں لے چلو۔ کچھ چائے وائے پلاؤ۔ میں بھی تیار ہو کر آتا ہوں"

"اٹھئے صاحب۔ چلئے یہاں سے۔"

"اٹھ سکتا ہوں۔ چل نہیں سکتا۔"

"کیا لنگڑے ہیں؟"

"کمرے میں چلتا ہے تو لنگڑا ہوں اور باہر جانے کے لئے اچھی ٹانگوں والا....."

"میرے گھر کے کمرے میں چلتے ہوئے ڈر لگتا ہے؟"

"ڈرنا بزدلی ہے۔ میں بزدل نہیں ہوں۔"

"تو پھر چلتے کیوں نہیں؟"

"میں صرف گوریوں ہی کے ہاتھ دیکھنا چاہتا ہوں۔ مردوں کے ہاتھ دیکھیں ناریاں۔"

"ارے چلے کہاں؟"

"شام ہونے کو آئی۔ اور کمائی ابھی کچھ ہو نہیں پائی۔ کوئی دوسرا گھر دیکھنا ہے۔"

"تارا دیدی نے کچھ نہیں دیا؟"

"یہ کیسے کہہ سکتا ہوں۔"

"تب کیوں کہا کمائی کچھ نہیں ہوئی؟"

"دل رکھنے کے لئے ہوتا ہے۔ کھانے کے لئے نہیں گوری۔"

"نام میرا جگنو ہے۔ کس کے دل کی بات کہتے ہو؟"

"تارا کے دل کی۔"

"ذرا رکو تو۔"

"اب رکنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

"کل تم نے جگنو سے میرے دل کی بات کیوں کی؟"

"اس لئے کہ وہ بھی دل والی ہے۔"

"صاف صاف بتاؤ اس نے میرا بہت مذاق اڑایا ہے۔"

"تو اب کچھ مجھے بھی اڑا لینے دو۔"

"تم سچ مچ پاگل ہو گئے ہو دلیپ۔"

"جادوگر کو پاگل؟ جیوتشی کو پاگل؟"

"میں کہتی ہوں بھول جاؤ وہ باتیں۔"

"کونسی باتیں؟"

"کہ میں نے کبھی تمہیں چاہا!"

"اور؟"

"کہ تم نے مجھے چاہا!"

"اور؟"

"کہ ہم میں کبھی بڑے عہد و پیماں ہوئے تھے۔"

"میں جیوتشی ہوں۔ جادوگر ہوں بے وفا نہیں۔ بے وفا نہیں۔"

"مگر میں نے..... میں نے دلیپ اب کچھ بھلا دیا ہے۔ وہ گاؤں کے دن، گاؤں کی راتیں، وہ تالاب، باغ، پگڈنڈی سب کچھ اب ایک سپنا ہے میرے لئے دلیپ۔"

"میرے لئے بھی سپنا ہے!"

"تو کیوں آئے میرے شہر؟"

"تمہارے گاؤں گیا تھا۔ وہاں تالابوں، باغوں ٹیلوں، پگڈنڈیوں اور پیڑوں سے پوچھا۔ سب سے پوچھا۔ کسی نے نہیں بتایا کہ تارا شہر چلی گئی ہے۔ شہر میں اس کے پتاجی نوکری کرتے ہیں۔ شہر میں اس کی ایک چھوٹی بہن جگنو رہتی ہے۔ کسی نے بھی نہیں بتایا..... شاید اس لئے کہ یہ باتیں گاؤں میں تم نے مجھے نہیں بتائی تھیں۔ میں اس شہر میں آپ ہی آپ چلا آیا ہوں۔ تمہارے گاؤں کے سپنے لے کر۔ تمہاری قسمیں، تمہارے وعدے، تمہارے آنسو لے کر...."

"اب کچھ بھی کہو دلیپ۔ میں مجبور ہوں۔"

"کاہے کی مجبوری؟"

"یہ شہر ہے!"

"تو کیا ہوا؟"

"یہاں کے لوگ ہر دم جاگتے ہیں دیکھ سکتے ہیں۔"

"تو کیا ہوا؟"

"بدنام ہو سکتی ہوں۔"

"تو کیا ہوا۔ اسی بہانے ایک ہو جائیں گے۔"

"مگر میں کیسے کہوں دلیپ۔ مجھے یہ پسند نہیں۔"

"یہ؟ کہ میں؟"

"جو بھی سمجھو!"

"سنا ہے بیاہ ہونے والا ہے!"

"ٹھیک ہی سنا ہے!"

"سنا ہے وہ بہت دولت مند ہے۔"

"ٹھیک ہی سنا ہے۔"

"تو پھر مجھے اجازت دو۔"

"کاہے کی؟"

"کہ میں تمھیں بھول جاؤں "

" ہاں ہاں ......"

" اور یہ کہ..... کبھی نہ آؤں، کبھی نہ ملوں "

" ہاں ہاں دلیپ "

" بھگوان تمھیں سکھی رکھے، دیوتا تمھیں آباد رکھے۔ یہ شہر یہ خوشی۔ یہ زندگی تمھیں مبارک ہو تارا۔ ایک بنجارے کی آخری نمستے قبول ہو"

" کیا سو گئیں ہو تارا دیدی "؟

" نہیں تو "

" آج میں نے اس جادوگر کو پھر دیکھا "

" کہاں "؟

" اپنے کالج کی سڑک پر "

" مت کرو اسکی باتیں۔ وہ آوارہ ہے "۔

" مگر سنو تو سہی دیدی "

" ...."

" وہ پریم کرنے لگا ہے "

" پریم؟ کس سے؟ کون دیگی اُسے دل اپنا "

" تمھاری قسم دیدی میرے کالج کی سب سے اچھی، سب سے سندر لڑکی اندرا نظر آنے لگی ہے اسکے ساتھ۔ آج میں نے دیکھا گیٹ تک چھوڑنے آیا تھا۔

" وہ.... وہ، کوئی اور ہوگا۔ دلیپ نہیں ہو سکتا "!

" تو کیا نام اُس جادوگر کا دلیپ ہے دیدی "؟

" مجھے.... مجھے کیا معلوم "

" تب تمھارے ہونٹوں پر یہ نام کیسے آیا "؟

" ایسے ہی۔ ایسے ہی۔ اب تم سو جاؤ "

" واہ۔ سو کیسے جاؤں۔ امتحان سر پر ہے۔ سوؤ تم سگائی ہو رہی ہے تمھاری "

" جاؤ جاؤ۔ کہیں تمھاری ساتھی لڑکیاں دیکھ نہ لیں "

" دیکھنے دو۔ میں آج کی یہ پکنک تمھاری نذر کرتی ہوں "

" میری نذر کہ مہاتما کبیر کی "؟

" ان کی نذر تو دل ہے "

" اور میری نذر "؟

" میرا یہ روپ، میرا یہ رنگ، میرا یہ بدن...."

" ٹھیک ہی کہا تم نے "

" کیا "؟

" تم جیسی لڑکیوں کے دل تو کسی اللہ کی نذر ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا روپ، ان کا رنگ، ان کا تن ہم بنجاروں کے لئے ہوتا ہے۔ "

" ایسی بات کیوں سوچا کرتے ہو "؟

" ...."

" ارے جوتشی صاحب۔ جادوگر صاحب۔ آپ بھی چلے آئے مگر "؟

" تم جانتی ہو انھیں جگنو "؟

" ہاں ہاں "!

" کب سے "؟

" جب سے انھوں نے ہماری گلی آنا چھوڑا "!

" یہ نہ کہو جگنو "

" اور کیا کہوں "؟

" میں نہیں جانتا کچھ بھی "!

" تارا دیدی جانتی ہے "؟

" ارے کیا بھول گئے "؟

" یہ مردذات ہوتے ہی کچھ ایسے ہیں جگنو۔ کہئے دلیپ صاحب! کیسی کہی "؟

" اچھی بہت اچھی۔ ہم مردذات جیوتشی ہوتے ہیں۔ جادوگر ہوتے ہیں۔ سر پھرے ہوتے ہیں۔ کچھ یاد نہیں رکھتے۔ ان کی یادیں ہمیشہ دوسروں کے لئے ہوتی ہیں۔ دوسروں کے کام آتی ہیں۔ کہیں جادو بن کر، کہیں جوتشی بن کر، کبھو کبھی جگنو..... کبھو کبھی اندرا "؟؟

" ہم دونوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا "

" آجائے گا دھیرے دھیرے ــــ اچھا! اب چلو اندرا۔ ذرا سمادھی کے اندر چلیں۔ تم پھول چڑھانا۔ میں دیپ جلاؤں گا۔ تم جاؤ جگنو اپنی ہمجولیوں میں۔ تم اندرا کی کلاس فیلو نہیں نا ہو "؟

" اب بتاؤ دلیپ "

" کیا "؟

" جگنو کو کب سے جانتے ہو "؟

"جب سے اسکی گلی جانا پڑا"!

"اور اسکے دیدی تارا کو"؟

"جب سے تمہیں پایا۔ تمہیں اندرا..."

"کیا آیا دیکھا گھر میں جگنو"؟

"کبیر کا دوالہ، مسجد، سعادھی، تربت، ندی اور
سمندر......"

"میرے پوچھنے کا یہ مطلب نہیں ہے جگنو"

"اور کیا مطلب ہے"؟

"وہ لڑکی اچھی لگی تھی نا"

"کون لڑکی"؟

"وہی جادوگر والی"

"کون جادوگر"؟

"وہی جیوتشی"

"کون جیوتشی"؟

"زیادہ بنو مت"

"میں کہاں بنوں"؟

"تو بتاؤ نا"؟

"کیا"؟

"کیسی تھی وہ لڑکی بھی"؟؟

"کون آخر"؟

"وہی وہی دیوانے والی"!

"کون دیوانہ"؟

"وہی... وہی دلبھو"

"کیوں نام لیتی ہو اس کا۔ گیا تھا وہ بھی"!

"ارے وہ.... وہ کیسے گیا لڑکیوں کے ساتھ"

"لڑکیوں کے ساتھ نہیں۔ لڑکی کے ساتھ کہو۔
اندرا کے ساتھ کہو تارا دیدی۔ پر تمہارے چہرے کا رنگ
اڑ کیوں گیا اس کے نام پر؟ کیسے معلوم ہوا تمہیں اس کا
نام دیدی۔ تمہارے نام پر وہاں اس نے بڑی کڑوی
کڑوی باتیں کی ہیں"

"کس سے"؟

"مجھ سے"!

"اچھا اچھا اب چپ رہو۔ اب سو جاؤ سو جاؤ۔"

"سو جاؤ تم۔ کیوں سونے لگی۔ امتحان سر پہ ہے۔
سمجھیں! ہو رہی ہے تمہاری"

"آج وہ آیا تھا سامنے والی سڑک پر"؟

"نہیں"

"اور کل"؟

"نہیں"!

"اور پرسوں"؟

"نہیں"!

"کب سے نہیں آتا"؟

"ہفتوں سے۔ مگر آج تم دیدی اس کی باتیں کیوں
پوچھ رہی ہو؟ اپنی باتیں کرو۔ اپنی خبر لو۔ سنا، تمہاری رخصتی
ہے نا! جیجا جی سے کیا کیا باتیں کروگی۔ یہ سوچا ہے۔ سنے
دیکھا ہے وہ کالے ہیں اور باتیں بہت کرتے ہیں۔ ان کی
باتوں سے نپٹنا پڑے گا تمہیں۔ سوچو کیسے نپٹو گی۔ ایسے
میں کسی پاگل سرپھرے کی بات تمہارے منہ سے بھلی نہیں لگتی
دیدی......"

"اس کے آنے سے اندرا اداس لگتی ہے نا"؟

"ہاں"!

"اور کبھی تم نے اندرا کو روتے بھی دیکھا ہے جگنو"؟

"ہاں۔ ابھی کل ہی لان پر پڑی سسک رہی تھی"

"پوچھا نہیں تم نے رونی کیوں ہے"؟!

"پوچھا تھا"

"کیا بتایا اس نے"؟

"مگر آج تم یہ باتیں کیوں مجھ سے پوچھ رہی ہو دیدی"؟

"یونہی بس یونہی"

"اچھا اب چپ ہو جاؤ۔ پڑوس والیاں آرہی ہیں۔
کیا سوچیں گی تمہیں بولتے دیکھ کر۔ دلہن ہو کر بولتی ہے"

"لے جادوگر صاحب"؟

"لے جوتشی صاحب"؟؟

"اب میں جادوگر نہیں ہوں جگنو"

"اور کیا ہو"؟

"جیوتشی"!

"تو بتاؤ میری دیدی تارا سسرال سے ابھی پلٹ کر نہیں"؟

"نہیں" !

"اور اس کے دل میں ہاں اگنا کہ نہیں" ؟

"نہیں" !

"اور وہاں وہ ہنسی کہ بنیں" ؟

"نہیں" !

"ہر خواب نہیں، ہر بات نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے" ؟

"اب تمہاری دیدی کے مقدر میں نہیں کے سوا کچھ بھی نہیں" !

"اور اندرا کے مقدر میں" ؟

"اس کے مقدر میں بھی نہیں کے سوا کچھ بھی نہیں"

"اور میرے مقدر میں" ؟

"تمہارے مقدر میں ۔ تمہارے مقدر میں ابھی نہیں کا گذر نہیں ہو سکا ہے مگر — مگر — یہاں کیا کھڑا ہے۔ چلو ادھر، آؤ ادھر — کنج میں، تاریکی میں — اپنے مقدر کی تاریکی نے مجھے سکھا دیا ہے کہ تم جیسی شوخ و شنگ لڑکیوں کو 'نہیں' کا تحفہ دیا کروں! — چلو، چلو جگنو، تم بھی نے لو ایک خوبصورت سا 'نہیں' ہے" ! ؟

پرویز باغی

خواب

میں دیکھتا ہوں کہ میرے اُداس کمرے میں
سہاگ رات دبے پاؤں جیسے آئی ہے
تمھیں سے میں نے محبت کی ابتدا کی تھی
تمھیں کو ماں مری دلہن بنا کے لائی ہے

حسین سیج پہ سمٹی ہوئی سی بیٹھی ہو
تمہارے چہرے سے گھونگھٹ اٹھا رہا ہوں میں
تمہاری شرم و حیا میں بھی وہ ادائیں ہیں
کہ اپنے آپ کو ان پر مٹا رہا ہوں میں

میں دیکھتا ہوں کہ تم میرے گھر کی رانی ہو
تمھارے دم سے در و بام جگمگاتے ہیں
تمھارے ہاتھوں نے وہ انقلاب لایا ہے
کہ مجھ کو جینے کے انداز راس آتے ہیں

خدا کرے یہ مرا خواب میری منزل ہو
تمھارا ساتھ مری زندگی کو حاصل ہو

ضیا بانی

لطائف الادب

"ابونواس"

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید، خالصہ کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ ابونواس نے اپنی حضوری کی اطلاع کروائی خلیفہ نے اجازت دی۔ ابونواس نے باادب سلام کیا۔ اور قصیدہ سنانے کی اجازت طلب کی جس کو اس نے بامید انعام نہایت محنت سے لکھا تھا۔ حکم ہوا پڑھو..... ابونواس نے قصیدہ شروع کیا۔ مگر خلیفہ خالصہ سے باتوں میں مشغول رہا۔ اور اشعار کی طرف ملتفت نہ ہوا۔ قصیدہ ختم کرکے ابونواس افسردہ خاطر سلام کرکے باہر نکلا اور جلتے ہوئے خالصہ کے محل کی دیوار پر یہ شعر لکھ گیا ؎

لقد ضاع شعری علیٰ بابکم   کما ضاع عقد علیٰ خالصہ

یعنی! آپ کے دربار میں میرے شعر ایسے ہی اکارت گئے جیسے خالصہ کے گلے میں مالا رائگاں گیا۔

خالصہ، ایک سیاہ فام لونڈی تھی۔ مگر اس کی ذکاوت و لیاقت کے باعث خلیفہ اس کو محبوب رکھتا تھا۔ اور اس کو گراں بہا جواہر کا مالا بنوا دیا تھا۔ خلیفہ چلا گیا۔ خالصہ کسی غرض سے باہر نکلی اس شعر پر نظر پڑی آگ بھبوکا ہو گئی۔ خلیفہ کو بلا بھیجا جب وہ آیا تو اس نے ابونواس کا وہ شعر پڑھ کر سنایا اور مالا اتار کر پھینک دیا۔ اور کہا کہ حکم دیجیے کہ ابونواس کا فوراً سر تن سے جدا کر دیا جائے۔ خلیفہ نے فی الفور ابونواس کو طلب کیا۔ ابونواس جونہی داخل محل ہوا سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ ضاع کی عین کے دائرے مٹا دیئے۔ اور خلیفہ کے سامنے دست بستہ حاضر ہوا۔ خلیفہ نے ترش رو ہو کر کہا! ابونواس تو نے دیوار پر یہ کیا لکھ دیا ہے ــ عرض کیا یا امیرالمومنین، آپ ہی ذرا تکلیف فرما کر ملاحظہ فرمائیں..... خلیفہ اٹھا۔ اور ساتھ ہی خالصہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ دیوار دیکھی تو تحریر تھا ؎

لقد ضاء شعری علیٰ بابکم   کما ضاء عقد علیٰ خالصہ

خلیفہ صورت حال سمجھ گیا۔ اور ابونواس کو بہت کچھ دے کر رخصت کیا۔

حافظ شیرازی

بادشاہ فارس کے روبرو کسی نے حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھا ؎

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل ما را   بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بادشاہ نے شعر سن کر حافظ کو طلب کیا اور فرمایا؟ میں نے بہ ہزار دقت ملک فارس لیا اور سمرقند و بخارا آباد کیا، تم ہو کہ ایک خال ہندو پر سب کچھ بخشتے ہو۔

حافظ نے جواب دیا "پیرو مرشد اسی بخشش سے تو فقر و فاقہ میں گرفتار ہوں۔"

"بے مثل رباعی"

خواجہ شمس الدین تبریزی چار شعبان ۶۸۳ھ کو بہ حکم ارغوان خاں، قتل کیے گئے "مجلہ" جو اپنے وقت کے بے نظیر فاضل اور ملک عراق و فارس کے ملک الشعراء، اور شیخ مصلح الدین سعدی کے ہمعصر اور سعد بن زنگی کی مجلس کے ندیم تھے۔ ایک روز شیخ سعدی کی ملاقات کو گئے اور دوران گفتگو میں فرمایا کہ میں نے خواجہ شمس الدین شمس تبریزی کے مرثیہ میں ایک رباعی کہی ہے اور آپ کو سنانے آیا ہوں۔ سعدیؒ نے کہا! سنایئے۔ مجلہ نے رباعی پڑھی۔

زد ماتم شمس از فلک خوں بچکید   مہ چہرہ بکند زہرہ گیسو ببرید
شب جامہ سیہ کرد درماتم و صبح   برزد نفس سرد و گریباں بدرید

شیخ سعدی رباعی میں کہتا ہے کہ زمانۂ سلف و خلف متفق ہیں کہ کسی شاعر نے مرثیہ میں اس سے بہتر رباعی نہیں لکھی۔

متنبی

ایک دفعہ ایک کتب فروش مشہور شاعر متنبی کے پاس اصمعی کا ایک ساٹھ صفحہ کا رسالہ لے گیا متنبی اس کو ہاتھ میں لے کر دیر تک دیکھتا رہا۔ کتب فروش انتظار کرتے کرتے تھک گیا۔ آخر تنگ آکر بولا! مجھ کو خواہ مخواہ کیوں ٹھہرا رکھا ہے۔ اگر رسالہ حفظ کرنے کا ارادہ ہو تو آپ سے ایک مہینے میں بھی نہ ہوگا! متنبی بولا! اگر میں نے حفظ کر لیا ہو تو مفت نذر کر دو گے؟ کتب فروش بولا "نذر کر دوں گا" متنبی نے فوراً سارا رسالہ نوک زبان سنا کر آستین میں رکھ لیا۔

فرزدق اور جریر

فرزدق و جریر عرب کے مشہور شاعر تھے ان دونوں کے کلام کو عبداللہ بن عطیہ جمع کر رہا تھا۔ ایک روز فرزدق نے عبداللہ کو بلا کر ایک شعر سنایا اور از راہ تفاخر کہنے لگا یہ میں نے جریر کی شان میں کہا ہے اگر اس نے اس کا جواب دیدیا تو میں اپنی بیوی نوار کو طلاق دیدوں گا۔ شعر یہ تھا ؎

فانی انا الموت الذی هو نازل   بنفسک فانظر انت تجادله

(میں موت ہوں جو تجھ پر نازل ہوئی ہے۔ لے سنبھل ذرا دیکھوں تو اس کا کیسے مقابلہ کرتا ہے) عبداللہ جریر کے پاس پہنچا دیکھا جریر ریت سے کھیل رہا ہے۔ سلام کے بعد فرزدق کا پیام دیا اور شعر سنایا جس کو سن کر جریر بالو پر لوٹنے اور سر پر خاک ڈالنے لگا۔ مغرب تک یونہی بے قرار و بے چین رہا آخر یکایک جوش مسرت سے چلا اٹھا میں نے نوار کو طلاق دلوادی، اور یہ شعر پڑھا ؎

انا الدهر یفنی الموت والدهر خالد   فجئنی بمثل الدهر شیئا یطاوله

(میں زمانہ ہوں جو موت کو ہٹا کر برقرار رہتا ہوں۔ بھلا زمانے کی سی کوئی چیز تو پیش کر جس کی زندگی اتنی طویل ہو)

"اصمعی"

اصمعی فاضل عرب لکھتا ہے کہ ایک دفعہ ایک میوہ فروش کی دکان پر گیا جو پرندوں کا گوشت بیچا کرتا تھا۔ وہاں چند خوبصورت عورتیں نظر آئیں۔ میں نے ایک آیت پڑھی جس کا مطلب تھا یہاں بھی جنت کی طرح پسندیدہ میوے پرندوں کا گوشت اور خوبصورت سفید رنگ چشم غزالاں عورتیں موجود ہیں، ایک عورت نے میری طرف گھورا اور کہا اگر پوری آیت پڑھی ہوتی تو تم کو خود بخود معلوم ہو جاتا کہ یہ سب نعمتیں بدوں کے لئے نہیں ہیں بلکہ نیک کرداروں کے واسطے ہیں۔

"شمس ولی اللہ"

شمس ولی اللہ نے ناصر علی سرہندی کو جو علی تخلص کرتے تھے تحریر کیا ؎

اچھل کر جا پڑے جوں مصرعِ برق   اگر مطلع لکھوں ناصر علی کو

ناصر علی نے جواب دیا ؎

باعجاز سخن گر اڑ چلے وہ!   ولی ہرگز نہ پہنچے گا علی کو

ذوق دہلوی

خاقانی ہند ذوق مرحوم نے ایک دفعہ ایک غزل لکھی جس میں ایک شعر تھا ؎

چک ترے دالان کی نازک بہت ہے نازنیں   کیا لگائیں اس میں ہیں پائے مگس کی تیلیاں

امام بخش ناسخ نے جب یہ شعر سنا فرمایا ؎

ذوق اتنا شعر گوئی کا ملیث کس واسطے   قافیہ میں گر نہ تھیں حضرت کے بس کی تیلیاں
آپ ہی منصف ہیں صاحب ذرا بہر خدا   سایہ کی چلمن ہوا در پائے مگس کی تیلیاں
پیر و مرشد یہ وہ چلمن ہے کہ جس میں بے دریغ   ہو سکے تو باندھئے تار نفس کی تیلیاں

ذوق مرحوم سن کر بہت خوش ہوئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔

"نئی کروٹ"

اختر عابد نوگانوی

ضیاؔء چونکہ جدید طرز کا حامی تھا۔ اس لئے وہ نہیں چاہتا تھا کہ شمیمؔ پرانے خیالات کی تاریک چادر میں لپٹی رہے۔ اور شرم وحیا سے سہمی سہمی ہی نظر آئے ۔۔۔ یہ بات بھی اس کے جدید خیالات کی حق تلفی تھی کہ اس کی شادی ایک مشرقی لڑکی سے کر دی گئی تھی۔ اگرچہ وہ خود سے یہی چاہتا تھا کہ جو بھی لڑکی اس کی زندگی میں آئے اس کے خیالات سے اتفاق رکھتی ہو۔ اور زندگی کے اس معیار کو چھوڑ چکی ہو جو اس نے اپنے لئے قائم کیا تھا۔ لیکن یہ اتفاق تھا کہ شمیمہ اس کی زندگی میں چلی آئی تھی۔ شمیمہ چونکہ حسن کے معیار پر پوری اترتی تھی اس لئے وہ اپنی بوڑھی ماں کی آخری خواہش کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس کے حسن سے متاثر ہو کر اس نے شمیمہ کا نام شیلو رکھ دیا تھا۔ اگرچہ ایک بے معنی سا نام اس نے دیا تھا۔ لیکن وہ اپنی زبان سے ، اس خطاب پر خوش تھا۔ اس کے خیالات کی لاج رہ گئی تھی۔ پھر بھی دونوں کے خیالات کے درمیان ایک خلیج سی حائل تھی ۔۔۔ ضیاء پردے کو دقیانوسی رسم کہتا تھا۔ اور شمیمہ کا آنچل اس کے سر سے کبھی نہ سرک پایا تھا۔ وہ ہیلو ڈیر! کہہ کر مخاطب کرتا اور شمیمہ گونگی کی طرح اسے گھورنے لگتی۔ اگر مخاطب ہوتی تو وہی اپنی پرانی زبان "اجی" "آپ" کو ترجیح دیتی۔ وہ صرف دسویں کلاس تک پڑھی لکھی تھی۔ اس لئے وہ انگلش میں نہ تو ضیاء سے بات ہی کر سکتی تھی اور نہ ہی اس کی بات کا جواب دے سکتی تھی۔ انگلش کے چند ہی فقرے اسے یاد تھے۔ اگرچہ مزید یاد کرنے کی سعی کرتی تو اس سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ ضیاء چاہتا تھا کہ وہ کوشش کر کے الٹا سیدھا ہی جواب دیا کرے۔ لیکن جیسے وہ انگلش میں بات کرتا تو گویا ایک لفظ زبان پر لانا بھی اپنی زبان کی توہین اور معیوب سمجھتی تھی۔ ۔۔۔ اگرچہ انگلش میں بولنا اس کے نزدیک کوئی گناہ بھی نہ تھا لیکن جتنی شیریں اسے اپنی زبان معلوم ہوتی تھی۔ وہ لطف اس نے مغربی زبان میں نہیں پایا تھا۔ نہ معلوم یہ اس کے ماحول کا اثر تھا یا اس کی فطرت کا کوئی نیا رخ۔ دوسرے یہ کہ اس کی زبان نے ایسی تہذیب کی پرورش کی تھی جس پر وہ بجا طور پر ناز کر سکتی تھی۔ شاید یہی وجہ ہو کہ وہ اپنی زبان اور اپنی تہذیب پر مغربی طرز ادا کو ترجیح نہیں دے سکتی تھی۔ لیکن یہ بات اس کے مشاہدے میں آ چکی تھی کہ جدید روش کے ساتھ نبھانے کے بعد بہت سی لڑکیاں اپنی ازدواجی زندگی میں ناکام ثابت ہو چکی ہیں۔ اور ان کے گھر کی جنت جہنم بن کر رہ گئی تھی۔ یہی سب باتیں ضیاء کی فطرت کی یکسر خلاف ورزی تھیں۔ وہ مغربی زبان مغربی تہذیب کو ہی ترقی کی منزل تصور کر چکا تھا۔ کیونکہ انگلش پروفیسر ہونے کے بعد ہی اسے عزت و وقار اچھی ملازمت اور اونچی سوسائٹی میں نمایاں مقام ملا تھا۔ شمیمہ کو بھی وہ اسی طرح دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ وہ مشرقی تہذیب کا لبادہ اتار کر پھینک دے دقیانوسی خیالات کا دامن چھوڑ کر اس کی ہمخیال بن جائے تاکہ سوسائٹی میں اس کی بھی عزت ہو اور وہ فخر سے اس کی شخصیت کو متعارف کراتے ہوئے کہے کہ "یہ ہیں مسز ضیاء شیلو۔"

وہ کہتا " ڈیر شیلو! آج پالی ووڈ کی بیوٹی فل پکچر لگی ہے دیکھنے چلو گی ۔۔"

وہ کہتی "آپ دیکھ آیئے بھینس کے آگے بین بجانے سے کیا فائدہ ۔۔۔ ؟"

وہ کہتا " شیلو! آج "ڈی لکس" میں ڈنر کریں گے ۔"

وہ اپنے آنچل کو سنوارتے ہوئے جواب دیتی۔ " وہاں پردے کا بھرم ٹوٹ جائے گا۔ ویسے آج میں نے بہت اچھا کھانا بنایا ہے کہ آپ ڈنر وِنر کو بھول جائیں گے ۔"

ضیاء اس کی حاضر جوابی پر چڑھ جاتا۔ یہ اس کے خیالات کی شکست تھی جسے وہ کسی حد تک برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

یونہی سوچنے پر مجبور ہو جاتا۔ کاش یہ شمیمہ اس کی زندگی میں اس بدعنوانی کے ساتھ نہ آتی۔ اور اگر آنا ہی تھا تو اس کے دل و دماغ پر یہ فرسودہ خیالات جنم نہ لیتے۔ کاش! وہ اپنے خیالات کے ساتھ بدصورت بھی ہوتی۔ تاکہ پہلے ہی اسے دودھ میں پڑی ہوئی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیتا۔

لیکن وہ اتنی خوبصورت کیوں ہے؟ کہ احساس پر سحر بن کر چھا گئی ہے۔ دل و نگاہ سے لاکھ کوشش کے باوجود بھی دور نہیں ہو پاتی۔ ضیاء نے ایک بار یہ بھی چاہا کہ اس کو طلاق دے کر اس سے نجات حاصل کرے اور شاہینہ کو اپنا لے وہ اس کے خیالات سے کتنی قریب تھی۔ مغربی تہذیب کی تو شیدائی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے خیالات کی وسعت اسے لندن لے گئی۔ لیکن وہ کشش شاہینہ کی آنکھوں میں نہ تھی جو اس نے شمیمہ کی آنکھوں میں دیکھی تھی۔ اور جو اس کے دل کی گہرائیوں تک اتر چکی ہے ——— اسے لگتا کہ شمیمہ کی آنکھیں کشمکشوں کا ایک جال ہیں جن میں وہ الجھ کر رہ گیا ہے۔

اس کی ہم خیال اور ہم ذوق لڑکیاں وقتی طور پر تو مل جاتی تھیں لیکن شمیمہ کی طرح اس کی زندگی سے رشتہ نہیں جوڑ سکتی تھیں۔ اور شمیمہ تھی جو اس کے جذبات کی آواز کو نہ سن سکی تھی۔ کہ جب بھی وہ کسی پارٹی میں اکیلا جاتا ہے تو اس سے پہلا سوال یہی کیا جاتا ہے کہ مسٹر ضیاء! میڈم کو ساتھ نہیں لائے؟ وہ یہ بھی دیکھتا کہ پارٹی میں شریک ہونے والا وہ ہی ایک تنہا فرد ہوتا ہے ورنہ زیادہ تر جوڑے ہوتے ہیں۔ جن کی مسکراہٹیں کانٹوں کی طرح اس کے دل میں چبھتی ہیں اس وقت اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اس پارٹی سے اٹھ کر چلا جائے جس کی رعنائیاں اسے صرف تنہائی کے باعث زہر بھری معلوم ہوتی ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ بہاروں بھرے گلستاں میں کوئی الو آ بیٹھا ہو ———

آج یکم جنوری ۱۹۶۳ء کی شب میں اسے ایک جج کی لڑکی فرزانہ کی سالگرہ کی پارٹی میں مدعو ہونا تھا۔ فرزانہ چونکہ کالج میں اس کی اسٹوڈینٹ بھی تھی۔ اس لئے اس نے شمیمہ کو بھی ساتھ لانے کی اپیل کی تھی اور اس کا سینہ فخر سے پھول گیا تھا۔ کہ ایک جج کی لڑکی نے اس سے اپیل کی تھی۔ لیکن چند منٹ بعد ہی وہ سینہ جو فخر سے پھول گیا تھا قلعی گر کی دھونکنی کی طرح پھول کر پچک گیا تھا۔ تب اسے محسوس ہوا تھا کہ فرزانہ اس اپیل کا سہارا لیکر اس کا مذاق بنا رہی ہے ——!

آج اسی وجہ سے وہ اداس تھا۔ تین گھنٹے مسلسل سوچنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ شمیمہ سے کھلے لفظوں میں کہہ دیگا "تمہاری جیسی بیوی کی مجھے ضرورت تھی اور نہ کبھی ہوگی۔ تم وہ پستی ہو جس کی گہرائیوں میں میں خود ہی ڈوبنے لگا ہوں....."

لیکن اتنا کہہ دینے سے ہی تو کام نہیں چلے گا۔ یہ الفاظ اس کے خیالات کا دھندلا آئینہ تو نہیں توڑ سکتے"؟

ایک طرف فرزانہ کے لبوں پر آئی ہوئی وہ التجا تھی جسے وہ رد نہیں کر سکتا تھا۔ اور ایک طرف شمیمہ کی فرسودہ روش تھی جسے وہ بدل نہیں سکتا تھا۔ ایسی صورت میں کسی فیصلے پر اٹل رہنا بھی محال تھا۔ پھر اس نے دوسرے رخ سے سوچنا شروع کیا جس میں کرب، حزن و ملال کی آمیزش تھی۔ مایوسی اور شکست کا شدید احساس تھا ———

شمیمہ کمرے میں چائے لیکر آئی تو وہ شکایت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ اور وہ کرب بھی نہ چھپا سکا جو مسلسل سوچتے رہنے سے اس کی آنکھوں میں سمٹ آیا تھا۔

"میں چائے نہیں پیوں گا" غیر توقع اس نے کہا۔

"کیوں؟" شمیمہ نے حیرت سے معلوم کیا۔

"ہر سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا۔"

"آپ کچھ پریشان ہیں؟"

"یہ پوچھو کہ پریشان کب نہیں تھا۔"

"مجھ سے کوئی گستاخی ہوئی ہے؟"

"تم نے میرے خیالات اور جذبات کو پرکھا ہی کب ہے"

"آپ کے خیالات اور جذبات کا خیال رکھنا تو میرا ایمان ہے!"

"یہ سب جھوٹ ہے، بکواس ہے'... تم ...تم....!"

وہ مزید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

شمیمہ نے استعجاب بھری نظروں سے اسے پھر دیکھا یہ پہلا اتفاق تھا کہ ضیاء کے لہجہ میں اسے نفرت کا احساس ملا تھا۔

"میرے سرتاج! مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی؟"

"مجھے یہ سب کچھ پسند نہیں —!"

"اس وقت میں آپ کو سمجھنے سے قاصر ہوں"

"یہی تو غم ہے کہ تم جیسی لڑکی مجھے تمام عمر نہیں سمجھ سکتی —"

"آپ کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے کبھی اسکا اظہار بھی تو نہیں کیا۔"

"جو کچھ میں چاہتا ہوں، وہ تمھاری فطرت نہیں ہے۔ اور جو تمھاری فطرت ہے وہ میرے نزدیک تمھاری تعلیم اور تمھارے ماحول کی ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔ ایسی حالت میں کیسے کہوں کہ تم سے میں کیا چاہتا ہوں؟ —"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر تو میں اپنی خوش نصیبی سمجھوں گی۔"

"تو تمھیں ان فرسودہ خیالات کا دامن چھوڑ کر نئی تہذیب اور نئی قدروں کو اپنانا پڑے گا۔ میں اس پردے وغیرہ کا قائل نہیں ہوں۔ تم سیاہ برقعہ میں بالکل تاریک معلوم ہوتی ہو۔ تمھارے بغیر میں جس محفل میں بھی جاتا ہوں میری انسلٹ ہوتی ہے۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ تم میرے ہر خیال سے اختلاف ظاہر کرو۔"

شمیمہ کے لئے یہ تمام باتیں بالکل نئی تھیں اسطرح کہ جیسے کوئی کہے کہ "کنوئیں میں گر جاؤ کوئی خطرہ نہیں ہے۔" لیکن جس ماحول میں شمیمہ نے آنکھیں کھولی تھیں۔ اور پرورش پائی تھی وہاں عفت وعصمت کا بھرم پردے ہی کو سمجھا جاتا تھا۔ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ ایک ایسی تہذیب بھی اس دنیا میں ہے جس کے نزدیک عفت وعصمت کو پردے میں رکھنا جان بوجھ کر تاریکی میں رہنے کا نام ہے۔ اور یہ اس کے شوہر کے بلند خیالات تھے۔ جو اس کے لئے باعث قدر تھے۔ اس لئے وہ ان سے اختلاف کی جرأت بھی نہ کر سکتی۔ اگرچہ یہ سب باتیں اس کی فطرت کے خلاف تھیں۔ مگر ایک مشرقی عورت کے لئے اس کی کشتیٔ زیست کا ناخدا تو شوہر ہی ہوتا ہے۔ اسے ضیاء کی خواہشات اور جدید خیالات کے آگے سر جھکانا ہی پڑا۔ اور ضیاء سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شمیمہ کے خیالات اس قدر بلند بھی ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے شمیمہ نے اسے پھر شکست دے دی تھی لیکن آج یہ شکست بھی اسے اپنی کامرانی معلوم ہو رہی تھی۔

اب شمیمہ اس کے خیالات کا ایک حسین پیکر بن کر اس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اگرچہ اس کی مسکراہٹوں میں ایک تلخی چھپی ہوئی تھی۔ لیکن ضیاء اس تلخی کو محسوس نہ کر سکا تھا۔ اسے محسوس کرنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ جس مقصد کا حل اس نے تلاش کیا تھا وہ اسے مل گیا تھا۔

پھر شمیمہ ضیاء کے ساتھ ایک جج کی بیٹی کی سالگرہ کی پارٹی میں مدعو تھی۔ اور جو مہمان وہاں مدعو تھے ان کی نظروں کا مرکز صرف شمیمہ تھی۔ اور سب لوگ ضیاء کو بھی بڑی حیرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تہنیت پیش کر رہے تھے۔ اور جو مہمان آ رہے تھے وہ بڑے تپاک سے ان دونوں سے شیک ہینڈ کر رہے تھے۔ اور جج صاحب تو شمیمہ کو دیکھتے ہی نجانے تصورات کی کن وادیوں میں بھٹک گئے تھے اور جب فرزانہ نے شمیمہ سے گلے ملتے ہوئے کہا تھا۔

"How Beautiful--!"

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی لیکن جیسے اچانک ہی اسے کوئی اپنی کمی نظر آ گئی تھی۔ مگر ضیاء نے محسوس کیا تھا۔ جیسے آج اس نے اس بلندی کو چھو لیا ہے جہاں تک اس کے ہاتھ کبھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ پھر ایسی کئی شادی شدہ لڑکیوں سے بھی شمیمہ کی ملاقات ہوئی جو شادی ہونے کے باوجود بھی ضیاء اور دوسرے لوگوں کی فرینڈس (madness) تھیں۔ اگرچہ یہ سب دیکھ کر، سن کر، اور محسوس کر کے شمیمہ شرم سے زمین کی تہوں میں گڑی جا رہی تھی۔ مگر یہ تجربات کی نئی راہ تھی جس پر اس نے پہلی بار قدم اٹھائے تھے۔ اس لئے اس کے دل میں یہ امنگ بھی پیدا ہو گئی تھی کہ اس راہ کی منزل کا بھی پتہ لگانا چاہیے شاید وہاں پہنچ کر کوئی نیا تجربہ اور حاصل ہو جائے۔

اب شمیمہ صرف شیلو تھی۔ جدید طرز کی ماہی، مغربی تہذیب کی شیدائی۔ اور اپنے شوہر کے نقش قدم پر چلنے والی شیلو! اب اسے جدید طرز کے تنگ وچست لباس بھی پسند تھے۔ وہ ہر ہفتہ کوئی نہ کوئی نیا سوٹ ضرور بنواتی۔ نئی جدید ڈیزائن کی ساڑیاں خرید کر لاتی۔ ہر ایک پروگرام، ہر ایک پارٹی وتقریب میں ہر تفریح گاہ پر وہ ضیاء کے ساتھ ہوتی۔ خاص طور پر اسے ہالی ووڈ کی فلمیں تو بہت پسند تھیں۔ رات دن انھیں کی تعریفیں کرتی۔ بہت تھوڑے عرصہ میں وہ اچھی انگلش بولنے لگی۔ کچھ تو نئے ماحول کا اثر تھا۔ باقی اس کی اپنی ذہانت کی کرامات تھی۔ اب وہ ضیاء کو "سرتاج" کہکر مخاطب کرنا انسلٹ سمجھنے لگی تھی۔ بلکہ "ڈیر ضیاء!" کہکر مخاطب کرنے میں اسے بہت لطف آتا.... ضیا کا خیال تھا کہ جلد بچے پیدا کرنا بھی سطحی خیال ہے اس لئے وہ بھی برتھ کنٹرول پر پورے طور پر قائم تھی۔

اور آج یکم جولائی سنہ ۱۹۶۲ء تھی۔ ضیاء اپنے ہی خیالات کے بنے ہوئے جال میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اس نے یہ کبھی بھولے سے

بھی نہ سوچا تھا کہ شیلو ان چھ مہینوں میں ہی اس کے خیالات کی حد سے تجاوز کر جائے گی۔ سب سے بڑی الجھن تو اس بات کی تھی کہ اس کے اخراجات اس قدر بڑھ گئے تھے کہ ایک ماہ میں پانچ سو روپے کی رقم بھی دو آدمیوں کے لئے کم ہوتی تھی۔

اب اگر اس کے تھکے ہوئے ذہن کو چائے کی ضرورت ہوتی تو وہ بھی تیار نہ ملتی تھی۔ وہ شیلو سے شکایت کرتا لیکن وہ فوراً ہی کہہ دیتی۔ "ڈونٹ کیئر ڈیئر! ریسٹورنٹ کاہے کے لئے بنی ہیں۔ آؤ وہیں پئیں گے۔" وہ تلخ گھونٹ پی کر رہ جاتا۔ جب ڈنر کا وقت ہوتا تب بھی وہ یہی کہہ دیتی "ڈنر ڈی لکس میں ہی کریں گے۔" اکثر ایسا بھی ہوتا کہ جب وہ کالج سے واپس آتا تو شمیمہ گھر پر بھی نہ ہوتی۔ معلوم ہوتا کہ "میم صاحب پکچر دیکھنے گئی ہیں۔" یا اپنی فرینڈ کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی ہیں۔ بات یہیں تک ختم نہ ہوئی۔ جب صبح کالج ٹائم ہوتا تو میم صاحب خواب غفلت کے مزے لے رہی ہوتیں، اور جب وہ بیدار کرنے کی کوشش کرتا تو جواب ملتا۔ "بدن ٹوٹا ٹوٹا ہے، ابھی سونے دیجئے۔ بیڈ چھوڑنے کا موڈ نہیں ہے۔"

پہلے وہ "خود بیڈ ٹی" کا عادی تھا اور شمیمہ کو یہ تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ لیکن اب شمیمہ اس وقت تک بستر نہ چھوڑتی جب تک "بیڈ ٹی" نہ مل جائے۔ مجبوراً اُسے ہی اسٹوو جلانا پڑتا۔ چائے بنانی پڑتی۔ اور میم صاحب کے حضور میں حاضر ہونا پڑتا۔ اور اگر شکایت کرتا۔ "شیلو! میں تمہارے نخروں سے عاجز آ گیا ہوں!" تو وہ سیدھا سا جواب دیتی۔ "ہمیں بہت دنوں سے سرونٹ کی ضرورت ہے تلاش کیوں نہیں کرتے؟ آپ بھی اس تکلیف سے بچ جائیں گے۔"

ایسی صورت میں نہ تو اب اسے شمیمہ کی آنکھوں میں ہی کوئی کشش معلوم ہوتی تھی۔ اور نہ اس کی یہ عادتیں ہی اچھی لگتی تھیں ـــــ اب وہ اس کے لئے عذاب جان بن گئی تھی یہاں تک کہ ایک دن طلاق کی نوبت آ گئی۔ لیکن طلاق کے بعد جو معاوضہ اسے ادا کرنا تھا وہ شاید زندگی کے کسی دور میں بھی پورا نہ کر سکتا تھا اس طرح بھی اس سے مفر حاصل نہ کر سکا۔ سوائے اس کے پھر کیا کرتا کہ ضبط کے پھٹے ہوئے دامن کو خود ہی سینے بیٹھ جائے۔ اپنی لگائی ہوئی آگ میں خود ہی جلتا رہے۔

آج بھی شمیمہ گھر نہ تھی۔ وہ پورے چار گھنٹے سے انتظار کر رہا تھا۔ جس کشمکش اور روحانی اذیت میں وہ مبتلا تھا وہ اس کے قلب و جگر پر بھاری پتھر کی طرح تھی۔ لیکن شمیمہ یعنی شیلو نہیں آئی تھی۔ آج پھر اسے تنہائی کی ناگن ایک دوسرے رُخ سے ڈس رہی تھی۔ اور وہ اس کی زہرناکی کو برداشت کر رہا تھا۔

اچانک ہی وہ چونکا۔ شمیمہ ایک اجنبی شخص کے ساتھ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس سے مخاطب ہوئی۔

"آئی ایم سوری ڈیر! ـــــ تمھیں میرا بہت ویٹ کرنا پڑا ہوگا؟"

ضیاء کی آنکھوں میں شیلو کو اس انداز میں دیکھتے ہی غصے کی آگ بھڑکنے لگی تھی۔ لیکن شیلو نے اس کے سلگتے ہوئے احساس کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔

آپ سے ملئے، آپ ہیں انڈو پاک کے مشہور کہانی کار مسٹر عادل!... اور مسٹر عادل! آپ سے ملئے آپ ہیں میرے ـــــ"

"تراخ" وہ جملہ پورا بھی نہ کر پائی تھی کہ ضیاء نے ایک بھرپور طمانچہ شیلو کے رخسار پر اس طرح جمادیا کہ انگلیوں کے نشان انگلش کے ورڈس کی طرح ابھر آئے۔ اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

شیلو مسکرائی جیسے وہ اس وقت شیلو نہیں بلکہ پھر شمیمہ بن گئی تھی۔ اور اسے زندگی کا مقصد آج مل گیا تھا..... وہ محبت مل گئی تھی۔ جو اس کے ماحول نے اس کی نئی تہذیب نے اسے بخشی تھی۔

پھر وہ بولی۔ "خدا کا شکر ہے کہ آج آپ کے دل میں ان خیالات کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جنھیں آپ نے ایکدن زندگی کا نصب العین اور انسان کیلئے ترقی کی منزل سمجھ لیا تھا...؟ اِن سے ملئے یہ میرے بڑے بھائی ہیں جو آج ہی دس سال بعد افریقہ سے واپس آئے ہیں۔ میں اکثر آپ سے انہی کا تذکرہ کیا کرتی تھی ـــ" اتنا کہہ کر شمیمہ اپنے بھائی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی ـــــ

اور ضیاء دیر تک اپنی جگہ خاموش کھڑا رہا... جیسے وہ کسی خواب سے بیدار ہوا ہو... جس کی تعبیر خود اس کے اپنے پاس تھی ـــــ!!

سیّدہ زہرہ دیولالوی

خوابِ گذشتہ

دل کے رِستے ہوئے زخموں کا لہو لے کر
اپنے احساس کو شاداب جوانی بخشی
اپنی خاموش نگاہوں سے عبادت کر کے
اپنے ماحول کو شائستہ کہانی بخشی

آج بھی میرے خیالات کی صحراؤں میں
میری مایوس تمنّا کے دیئے جلتے ہیں
میری غمگین نگاہوں کے اندھیرے اب تک
میری ناکام صداقت کے لئے جلتے ہیں

جن میں رقصاں تھا ترے حُسنِ تصور کا جمال
یادِ ماضی کے وہ آئینے لرز کر ٹوٹے
یک بہ یک آنکھ میں لہرایا اندھیرے کا فسوں
خود بخود ہاتھ سے پیمانے لرز کر ٹوٹے

صبر کے جام سنبھالے سے سنبھلتے ہی نہیں
اور احساس کی جنبش سے چھلک پڑتے ہیں
آج بھی خوابِ گذشتہ کے سنہرے موتی
خون بن کر مری آنکھوں سے ڈھلک پڑتے ہیں

ڈاکٹر ستیہ پرکاش نرائن

مہرد مدولوی

قدیم بھارت کی قدیم تہذیب

موہنجوداڑو کی عورت

موہنجو دارو صوبہ سندھ کے لاڑکانہ ضلع میں واقع ہے۔ مٹی کے نیچے دبی ہوئی سندھ کی تہذیب و تمدن کو روشنی میں لانے والے اس شہر کے کھنڈر ہمیں آج سے تقریباً پانچ ہزار سال قبل کی زندگی کا حال بتلاتے ہیں۔ برآمد شدہ آثار قدیمہ سے ہمیں اس زمانہ کی عورت کے متعلق بھی معلومات حاصل ہوتی ہے۔ اس سے ہمیں اس زمانہ کی عورت کے مکمل حالات تو نہیں ملتے مگر جو کچھ بھی مواد کے آدھار پر عورت کے اس دور کی اہمیت اور اس کی سماجی زندگی اور حالات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ اسی کا ایک مختصر تذکرہ ...

موہنجو داڑو کے دریافت شدہ قدیم کھنڈروں اور مجسموں وغیرہ کے سہارے ہمیں جس عورت کے درشن ہوتے ہیں یہ وہ عورت ہے جو آریہ ورت میں آریوں کے آباد ہونے سے قبل دریائے سندھ کے میدان میں ایک مہذب قوم کا جزو بن کر رہتی تھی۔ موہنجو دارو میں تمام تر مورتیاں دیویوں کی ملتی ہیں۔ ان سے اور دوسری کئی وجوہات و دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ موہنجو دارو کی تہذیب و تمدن و شرافت میں عورت کا زیادہ اثر ہے جس میں عورت کو خاص اور اہم مقام حاصل تھا۔ وہاں دریافت شدہ ماتا دیویاں کے مجسمے سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں عورت کے ماں اور شکتی روپ کو زیادہ اعزاز حاصل تھا۔ مشترکہ خاندان کا رواج بھی جاری تھا۔ اس دور میں عورت اس خاندان کا اہم جزو ہو کر رہی ——— اور سماجی یکجہتی کو بڑھانے میں ممد معاون رہی۔

اس زمانے کے مکانوں کے طرز تعمیر سے بھی اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ زیادہ تر مکانوں میں عورتوں کے لئے حمام وغیرہ الگ الگ بنے ہوئے تھے۔ کسی کسی مکان کے دیکھنے سے ایسے غسل خانوں کی بھی جھلک نظر آتی ہے جن میں کنوئیں سے پانی بھرا جاتا تھا۔ اس قسم کا ایک غسل خانہ ۱۸ فٹ لمبا ۱۰ فٹ چوڑا ہے۔ اس غسل خانہ کے چاروں طرف کے معائنہ سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کے تصرف میں دو یا تین کمرے ہوا کرتے تھے۔ اس تعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو سماج اور خاندان میں برابر کا درجہ حاصل تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت معاشی شعبہ میں بھی محفوظ تھی۔ اور عورتیں مردوں کے دوش بدوش زندگی کے ہر شعبہ میں ساری طور پر حصہ لیتی تھی۔

آرٹ سے دلچسپی :- دو ہزار سال قبل مسیح کی یہ عورت علم کے ساتھ ساتھ ہنر کے معاملہ میں بھی پوری بیدار تھی۔ وہاں جو مورتیاں ملتی ہیں ان میں ایک رقاصہ کا مجسمہ بھی ہے۔ جو رقص کے انداز میں کھڑی ہے۔ اور قدم اٹھانا چاہتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس دور کی عورتیں فن رقص کی تعلیم سے بھی سرفراز تھیں۔ اور اس کا ذوق و شوق سے ریاض کرتی تھیں۔ اسی طرح موسیقی کو بھی عورت کی زندگی میں خاص مقام حاصل رہا ہے۔

رقص و سرود اور موسیقی کے ساتھ ساتھ مصوری میں موہنجو داڑو کے زمانہ کی عورت کو خاص دلچسپی رہی۔ سرخ مٹی کے رنگ پر خوبصورت کالے رنگ کی لکیروں سے بنی ہوئی تصاویر اس جگہ کی کھدائی سے حاصل ہوئی ہیں۔ ان تصاویر اور نقش و نگار کے نمونوں سے گھروں کی سجاوٹ اور زیب و زینت کے شوق کا اظہار ہوتا ہے۔ آج بھی دیہاتی عورتیں اپنے گھروں میں اس قسم کی نقش کاری کیا کرتی ہیں۔ اس زمانے میں مٹی کے برتنوں پر بھی خوبصورت طریقہ پر نقش و نگار کئے جاتے تھے۔ پہلے انہیں مخصوص رنگوں سے رنگا جاتا تھا۔ پھر ان پر کئی طریقوں سے نقش کاری کی جاتی تھی۔ یا تو ان پر بیل بوٹے بنائے جاتے تھے یا پرندوں یا جانوروں کی اور مردوں اور عورتوں کی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔

لباس و زیورات :- کھدائی میں ملے ہوئے زیورات سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم سندھی تہذیب کے دور کی عورتوں کو جواہرات کا

بڑا اسٹور تھا۔ کڑا، چھلا اور مختلف قسم کی مالائیں (ہار) چوڑیاں، پائل، پازیب کنگن وغیرہ ان کے زیورات میں شمار ہوتے تھے۔ عورتوں کے زیورات میں کرگھنی (بازوبند) اور پائل زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ ان زیورات کی خوبصورتی دل آویزی اس دور کی فنکارانہ ترقی کی دلیل ہے۔ زیورات بنانے کے لئے سونا چاندی ہاتھی دانت اور ہڈیوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ عورتیں اس زمانے میں ہار اور مالاؤں میں جواہرات کا زیادہ استعمال کرتی تھیں۔ اوسط طبقہ کی عورتیں پتھر کے بنے ہوئے منکے اور دوسرے قسم کے دانوں کا استعمال کرتی تھیں۔ مٹی کے دانوں کا استعمال بھی مالاؤں میں ہوتا تھا۔ حالانکہ ... اس وقت کی معمولی (اوسط درجہ کی) عورت کے لباس اور بناؤ سنگار کے بارے میں بھی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت معمولی اور اوسط درجہ کی عورت بہت کم کپڑے استعمال کرتی تھی۔ عورتیں موسم و محل اور موسم کے لحاظ سے اونی اور سوتی کپڑے استعمال کرتی تھیں۔ معمولی عورتیں زیادہ تر کمر سے اوپر برائے نام ہی کپڑے پہنتی تھیں گھٹنوں تک ... عورتیں لنگوٹی بھی لگاتی تھیں۔ ایک پتھر پر کندہ عورت کی تصویر سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ عورتوں کے بال پیچھے کی طرف بکھرے رہتے تھے۔ اور بال بنانے ... کنگھی کا استعمال بھی کرتی تھیں۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ موہنجو داڑو کی عورت آج کی عورت کی طرح بناؤ سنگار ... میں بڑھ چڑھ کر دلچسپی لیتی تھی۔ ... کہ موہنجو داڑو کا سماج اس زمانے میں دنیا بھر میں سب سے زیادہ ... مزاج تھا۔ وہاں کی کھدائی میں ایسی چیزیں ملتی ہیں جن پر کوئی شبہ ... جہاں عورتیں اپنا سنگار کیا کرتی تھیں۔ ... ملا ہے جس میں کاجل کریم جیسی ... اور دیگر آرائش حسن کی اشیاء رکھی جاتی تھیں ——— ... جیسی ایک چیز ملتی ہے جس میں عورتیں ... رکھتی تھیں ... لپ اسٹک کا بھی علم تھا۔

گرہستی:— اس دور ... چکنی پالش دار رکابیاں، ... اور گھڑوں کے علاوہ کانسے کے برتن عورت کی خانہ داری گرہستی کے اجزا تھے۔ مٹی کی بنائی ہوئی سوت کاتنے کی تکلی ... کی ... کی ہوتی تھی ... تانبے اور کانسے کی ... چھوٹی کلہاڑی، ... چاقو کھرپے وغیرہ وغیرہ ... اس دور کی عورت کی گرہستی کے لوازمات کے ساتھ ساتھ محنت ... اور مصروفیات کا پتہ دیتے ہیں۔

اس زمانے کی عورتیں لوہے کی کسی بھی چیز کا استعمال نہیں کرتی تھیں۔ کیونکہ اس وقت تک لوہے کی دریافت نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت کی عورت روز مرہ کے استعمال میں سونا، چاندی، تانبہ، سیسہ کانسہ وغیرہ کام میں لاتی تھیں۔ ... کے برتنوں کا اس زمانے میں زیادہ رواج تھا۔

اس تمام حقائق کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ موہنجو داڑو کی عورت اپنے وقت کے سماج میں شکتی۔ ماتا اور کنیا ——— تینوں کے دائرہ میں اہم، بلند اور عظیم مقام رکھتی تھی۔ اور اس کا مقام ... مہذب و متمدن ہستیوں میں قابل فخر تھا۔

(نوبھارت ٹائمز ہندی سے ترجمہ)

مولانا ابوالکلام آزاد

قوموں کی عظمت

قوموں اور ملکوں کی عزت اگر زیادہ خون بہانے اور انسانی گلوں کے ہاتھ پاؤں باندھنے میں ہوتی تو درندوں کے بھٹ انسانی عبادت گاہوں سے زیادہ مقدس ہوتے۔ مگر اس کے شرف و تقدیس کا معیار الٰہی اوصاف اور ملکوتی اخلاق ہیں۔ اگر چند لمحے بھی اس کے میسر آ جائیں تو وہ خونخوارانہ فتح یابیوں کے ہزار سال سے زیادہ افضل ہیں ———

اختر بستوی

آگرہ میں آپ کو دو طرح کے تاج محل نظر آئیں گے ایک تو جمنا کے کنارے ملے گا جس کے متعلق گرد دیو ٹیگور نے فرمایا ہے کہ "یہ محبت کی آنکھوں سے ٹپکا ہوا آنسو ہے جو وقت کے رخسار پر جم گیا ہے" اور دوسرا شہر کی دوکانوں میں دستیاب ہوگا. جس کے بارے میں خاکسار اختر بستوی کہتا ہے کہ "یہ غربت کی آنکھوں سے گرا ہوا قطرۂ حقیر ہے جو تاجروں کے شوکیسوں میں سج گیا ہے" اول الذکر تاج محل کو دیکھ کر ترقی پسند شاعروں کو محسوس ہوتا ہے کہ "ایک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر غریبوں کی محبت کا مذاق اڑایا ہے" اور آخر الذکر تاج محل پر نظر کر کے رجعت پسند شعراء کہہ سکتے ہیں کہ "چند مفلس فنکاروں نے تنگ آکر محبت کی عظیم یادگار پر طنز کیا ہے۔"

ان دونوں تاج محلوں کی "تعمیر و تباہی" میں بعض باتیں مشترک ہیں۔ شاہجہاں کے تاج محل کو جن معماروں نے دودھ کے پھین کی طرح سفید اور سبک بنایا تھا ان کے ناموں کو بھی شہرت کے دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکا گیا تھا۔ اور دکانداروں کے تاج محلوں کو جو کاریگر چاندی کے اوراق کی طرح چکنا بناتے ہیں ان کی زندگیوں میں بھی گمنامی کی دیمک لگی ہوئی ہے۔ ممتاز محل کی محبت میں حیات ابدی کا پھندا لگانے کے لئے جو تاج محل برسوں کے ریاض کے بعد وجود میں آیا تھا اس کے بنانے والوں

آگرہ کے تاج محل سے بمبئی کے تاج محل تک

کے ہاتھ بھی اس خیال سے کٹوا لئے گئے تھے کہ کہیں وہ اپنی کالی کلوٹی محبوباؤں کے عشق میں کوئی ایسا ہی لافانی ستارہ نہ ٹانک دیں۔ اور پیٹ کی خندقوں کو روٹی کے ٹکڑوں سے پاٹنے کے لئے جو تاج محل تنگ و تاریک گلیوں میں روزانہ سیکڑوں کی تعداد میں ڈھالے جاتے ہیں ان کے فنکاروں کے ہاتھ بھی قسمت یہ سوچ کر کاٹ دیتی ہے کہ کہیں وہ اپنے جھپروں کو رئیسوں کی خوابگاہوں کی طرح خوبصورت نہ بنالیں۔ تین صدی قبل تعمیر ہونے والے جس تاج محل کی پائیداری جاہلوں کے ایمان اور روس کی ڈکٹیٹری کی طرح اٹل سمجھی جاتی تھی وہ بھی اب جمنا کے تھپیڑے اور جمہوریت کے تھپیڑے سہتے سہتے اتنا کمزور ہوگیا ہے کہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کی بنائی ہوئی عمارتوں کی طرح کسی لمحہ بھی زمین بوس ہو سکتا ہے۔ اور بیسویں صدی میں بننے والے جن تاج محلوں کی کاریگری کو انگلینڈ کی بادشاہت اور ہندوستان کی سوشلزم کی طرح حیرت انگیز تصور کیا جاتا تھا وہ بھی اب عوام کی ناقدری اور مفلسی کی وجہ سے اتنے کمیاب ہوتے جا رہے ہیں کہ غریبوں کی غیرت کی طرح کسی وقت بھی ختم ہو سکتے ہیں۔ تین سو سال پرانے تاج محل کے میناروں میں جو شگاف پڑ گئے ہیں انھیں دور کرنے کے لئے بھی محکمۂ آثار قدیمہ کے کچھ اشخاص اس قسم کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ جن کی بدولت وہ دن بدن زیادہ سے زیادہ بدصورت ہوتے جا رہے ہیں۔ اور موجودہ زمانے کے تاج محلوں کی صنعت پر جو زوال آگیا ہے اسے ختم کرنے کے لئے بھی بعض ناسمجھ حضرات اخباروں اور رسالوں میں اس طرح شور واویلا مچا رہے ہیں کہ ان کی ساری چیخ و پکار صدا بہ صحرا ثابت ہو رہی ہے۔

اس بات کا فیصلہ انتہائی مشکل ہے کہ آگرہ کے دونوں تاج محلوں میں سے کونسا تاج محل زیادہ اچھا ہے۔ پروفیسر حبیب اور ڈاکٹر ایشوری پرشاد کا فیصلہ تو اس تاج محل کے حق میں ہوگا جسے بیرونی ممالک کے سیاح لندن کے عجائب گھر سے زیادہ قابل دید اور شمالی ہندوستان کے لوگ گھر کی مرغی سے زیادہ ناقابل اعتنا سمجھتے ہیں لیکن ماسٹر اختر بستوی ان تاج محلوں کی موافقت میں ہاتھ اٹھائے گا جو امریکن اسٹائل کے شاندار بنگلوں کی رنگ برنگی الماریوں میں

بھی نظر آتے ہیں۔ اور ہندوستانی طرز کے کھپریل مکانوں میں جالوں سے اَٹے ہوئے طاقوں میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا مورخین اپنے فیصلے کی حمایت میں یہ دلیل دیں گے کہ نقل ہر حالت میں اصل سے کمتر اور تخلیق ہر صورت میں پیروڈی سے بہتر ہوتی ہے۔ لیکن مذکورہ بالا مدرس اپنی رائے کو درست ثابت کرنے کے لئے یہ نکتہ بیان کرے گا کہ اگر نقل اصل سے زیادہ کارآمد اور پیروڈی تخلیق سے زیادہ مفید ہو تو ہر سمجھدار آدمی کو اسے ہی پسند کرنا چاہئے۔ میں اگر اصلی تاج محل کو دیکھنے کے لئے بمبئی سے آگرہ جاؤں تو بیس پچیس روپئے خرچ کر کے صرف اس کی یاد اپنے دل میں بسا لاؤں گا لیکن اتنے ہی روپے دیکر اگر میں کسی دوست کے ذریعے ایک عدد نقلی تاج محل منگوالوں تو اسے اپنے گھر کے کسی گوشے میں سجا سکتا ہوں۔ اور چونکہ موجودہ زمانے کی تہذیب میں کسی حسین چیز کو دل میں بسانے کے بجائے گھر میں سجانا زیادہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے میں بھی دوکانداروں کے تاج محل کو شاہجہاں کے تاج محل سے بہتر تصور کرتا ہوں۔

آگرہ کے تاج محلوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ میرے لئے ضروری ہے کہ میں بمبئی کے تاج محلوں کے بارے میں بھی چند باتیں عرض کردوں ورنہ جنوبی ہندوستان میں بسنے والے حضرات یہ سوچیں گے کہ میں بھی اسی علاقائی تعصب کا شکار ہو گیا جس کی وجہ سے شمالی ہند کے لوگ ہمیشہ ان مقامات کی اچھائیوں کو نظر انداز کرتے رہے ہیں جو ہندوستان کے نقشے میں نیچے کی طرف دکھائے جاتے ہیں ـــــ ہاں تو سنئے ـــــ جس طرح آگرہ میں دو قسم کے تاج محل ملتے ہیں اسی طرح بمبئی والوں کے پاس بھی دو طرح کے تاج محل موجود ہیں۔ اول "تاج محل ہوٹل" اور دوم "تاج محل فلم" یہ دونوں تاج محل کسی طرح بھی آگرہ کے تاج محلوں سے کمتر نہیں ہیں۔ کیونکہ "تاج محل ہوٹل" میں بہت سی خوبیاں ایسی ہیں جو تاریخی تاج محل میں پائی جاتی ہیں۔ اور "فلم تاج محل" میں کئی صفات ایسی موجود ہیں جنکی بناپر نکلی تاج محل سے اس کا مقابلہ جائز قرار دیا جا سکے۔ اس بات کو ذرا تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اب تک کسی نے بھی اسے احاطۂ تقریر و تحریر میں لانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ حالانکہ ان "رازہائے درون پردہ" کو عوام الناس پر ظاہر کرنا اتنا ہی ضروری تھا جتنا کہ بحث پر بحث کرنا

تفصیل اس امر کی یہ ہے کہ آگرہ کے تاریخی تاج محل کی پشت پر بھی کافی دور تک پانی دکھائی دیتا ہے جس کا نظارہ مصر اور جاپان جیسے ترقی یافتہ ممالک کے معماروں کو بھی چلو بھر پانی کی یاد دلاتا ہے۔ اور بمبئی کے تاج محل ہوٹل کے پس منظر میں بھی حد نگاہ تک پانی کی چادر پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ جسے دیکھ کر فٹ پاتھ پر سونے والے غریبوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے شاہجہاں کے تاج محل پر بھی ہمہ وقت غیر ملکی سیاحوں کا ہجوم رہتا ہے۔ جو سنگ تراشی کرتے کے ساتھ ساتھ یہ بھی سوچتے ہیں کہ ایسی عظیم الشان عمارتیں بنوانے والے بادشاہوں سے انگریزوں نے حکومت کس طرح چھینی ہوگی۔ اور تاج محل ہوٹل میں بھی چوبیس گھنٹے بیرونی ممالک سے آنے والے اشخاص کی ریل پیل رہتی ہے۔ جو شام کو کاک ٹیل پارٹیاں اور رات کو عریاں رقص دیکھ کر اس عقدے کو یہ آسانی حل کر لیتے ہیں کہ ایشیائی ممالک کے دسترخوانوں پر یورپی تہذیب کی مکھیاں اب تک کیوں بھنبھنا رہی ہیں؟ مغلوں کے عہد کا تاج محل بھی محاوراتی مرغے کی ٹانگ کی طرح ایک ہی ہے۔ جس کے مقابلے میں اگر کسی درزی یا حجام نے اپنی دکان پر "تاج محل ٹیلرنگ ہاؤس" یا "تاج ہیر کٹنگ سیلون" کا بورڈ لگا رکھا ہے تو اسے راشٹرپتی بھون کے سامنے بنے ہوئے تنکے کی طرح ناقابل توجہ سمجھنا چاہئے۔ اور انگریزوں کے زمانے کا تاج محل ہوٹل کیتھولک عیسائیوں کے پوپ کی طرح ایک ہی ہے جس کے جواب میں اگر کسی غلیظ اور گمنام گلی میں جمن یا شبراتی نے اپنے میلے کچیلے چائے خانے کو "تاج محل ٹی ہاؤس" یا "تاج محل کیفے" کا نام دے رکھا ہے تو اسے گونگے کی زبان کی طرح ناقابل ذکر تصور کرنا چاہئے۔

اسی طرح آگرہ میں بننے والے نمائشی تاج محل اور بمبئی میں تیار ہونے والے فلم تاج محل کی ملتی جلتی خوبیوں کو بھی نہایت آسانی کے ساتھ واضح کیا جا سکتا ہے ـــــ دوکانداروں کے شوکیسوں میں نظر آنے والے تاج محلوں کی تجارت سے بھی اس کے اصلی کاریگروں کو صرف اتنا ہی فائدہ پہنچتا ہے جتنا کہ بنک میں رکھے ہوئے روپیوں میں سے اس کی حفاظت کرنے والے چوکیدار کو ملتا ہے۔ اور فلم تاج محل کی آمدنی سے اس کے اصلی آرٹسٹوں کو صرف اتنا ہی منافع ہوا ہے جتنا کہ اونچے گھرانے میں استعمال

ہونے والے دودھ کی مقدار میں سے محلے کی بلی کا حصہ ہوتا ہے۔ نقلی تاج محل کو بناتے وقت بھی بعض کاریگر کہیں کہیں لال ہرے رنگوں کا استعمال کر دیتے ہیں تاکہ وہ بچوں اور بوڑھوں کو یکساں طور پر پسند آسکیں۔ اور فلم تاج محل کو بھی "خوبصورت رنگوں میں" بنایا گیا ہے تاکہ موجودہ زمانے کے رنگین مزاج نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ لبھایا جا سکے۔ بناوٹی تاج محل بھی سینکڑوں کی تعداد میں بنائے جاتے ہیں۔ جو آگرہ کی متعدد دکانوں میں۔ کٹنے کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے بڑے شہروں میں بھی دگنی چوگنی قیمت پر فروخت ہوتے ہیں۔ اور فلم تاج محل کی بھی سینکڑوں کاپیاں بنائی گئی ہیں جو بمبئی کے بہت سے سینما گھروں میں چلنے کے ساتھ ساتھ بھارت کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں "بڑھے ہوئے دروں" پر دکھائی جاتی ہیں۔

جس طرح آگرہ کے دونوں تاج محل بعض باتوں کے اعتبار سے آپس میں مماثلت رکھتے ہیں اسی طرح بمبئی کے دونوں تاج محلوں میں بھی بعض مشترک خصوصیات موجود ہیں جن کے بارے میں مہاراشٹر کی حکومت کو وظیفے دیکر ریسرچ کروانا چاہیے لیکن چونکہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کافی عرصہ لگے گا اس لئے چند ایک باتیں میں ہی بیان کئے دیتا ہوں تاکہ جنوبی ہند کی تاریخ و تہذیب سے دلچسپی رکھنے والے اس معاملے میں بالکل ہی تاریکی میں نہ رہیں۔

اول یہ کہ بمبئی کا تاج محل ہوٹل بھی صرف نام کا تاج محل ہے ورنہ جمنا کے کنارے بنا ہوا حسین و جمیل مقبرہ دور سے جتنا ہی زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے، سمندر کے ساحل پر کھڑا ہوا ضخیم ہوٹل دور سے اتنا ہی زیادہ بھدا دکھائی دیتا ہے اور بمبئی میں بنائی جانے والی تاج محل فلم بھی صرف نام ہی کے اعتبار سے تاج محل کہی جا سکتی ہے ورنہ اس میں شروع سے اسی قسم کے عامیانہ ناچ اور گانے بھرے ہوئے ہیں جیسے کہ "بہادر لٹیرا" اور "ظالم جادوگر" جیسی فلموں میں پائے جاتے ہیں۔ دوئم یہ کہ تاج محل ہوٹل کی تعمیر کا مقصد بھی صرف یہ ہے کہ دنیا کی حسین ترین عمارت کے نام کی آڑ لے کر معمولی تام جھام کا دام پھیلا کر ملکی اور غیر ملکی امیرزادوں سے پیسے اینٹھے جائیں۔ اور فلم تاج محل کے بنانے کی غرض بھی صرف یہی ہے کہ محبت کی عظیم یادگار کے نام کو استعمال کر کے سرکاری افسروں سے لیکر سبزی فروشوں تک، ہر خاص و عام کی جیب پر ڈاکہ ڈالا جائے۔ سوئم یہ کہ تاج محل ہوٹل میں بھی بورکے لڈو کی سی خاصیت پائی جاتی ہے۔ جو وہاں جا کر لنچ کھائے وہ بھی پچھتائے اور جو نہ جائے وہ بھی پچھتائے۔ (جانے والا لٹی ہوئی جیبوں کا غم مناتا ہے اور نہ جانے والا نا کام حسرتوں کا ماتم کرتا ہے) اور فلم تاج محل میں بھی تجریدی آرٹ کے شاہکاروں جیسی خصوصیت ملتی ہے کہ جو دیکھے وہ بھی سر پیٹے اور جو نہ دیکھے وہ بھی افسوس کرے (دیکھنے والا وقت کی بربادی کا خیال کر کے خود کو لعنت ملامت کرتا ہے اور نہ دیکھنے والا یہ سوچ کر کڑھتا ہے کہ اگر آگرہ جا کر اصلی تاج محل دیکھنا نصیب نہ ہو سکا تو کم از کم اپنے شہر کے سینما ہال میں فلم تاج محل ہی دیکھ لی ہوتی)۔

اب ذرا چلتے چلاتے اس بات پر بھی روشنی ڈالتا چلوں کہ بمبئی کے دونوں تاج محلوں میں سے کون سا تاج محل زیادہ بہتر ہے۔ اگر آپ اس سلسلے میں ڈالمیا اور دلیپ کمار کی رائے معلوم کریں تو وہ تاج محل ہوٹل کی موافقت فرمائیں گے کیوں کہ ان کی بے مزہ شامیں اور بے لطف راتیں اس کی وجہ سے پر بہار بن جاتی ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف اگر بدھو چمار اور بقاتی کمھار سے پوچھا جائے تو وہ فلم تاج محل کو ترجیح دیں گے۔ کیونکہ چند پیسوں کے عوض میں یہ چلتا پھرتا جادو ان کے جسموں سے محنت کی تھکن اور ذہنوں سے غربت کا غم دور کر دیتا ہے۔ اور وہ اپنی بیویوں کے مدقوق چہرے بھول کر ممتاز محل کے حسن و شباب میں ڈوب جاتے ہیں۔ اب رہی میری رائے تو میرے جیسے افادیت پسند انسان کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ آخر الذکر حضرات کی ہاں میں ہاں ملائے۔ کیونکہ ڈالمیا اور دلیپ کمار کی حمایت کرنے سے مجھے کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ ان کے مقابلے میں بدھو چمار اور بقاتی کمھار کی ذات سے کم از کم اتنی امید تو رکھ ہی سکتا ہوں کہ اگر کسی وقت مجھ کو جوتے منگوانے یا صراحیاں بنوانے کی ضرورت پڑی تو ممکن ہے یہ اشخاص دوسروں کے مقابلے میں مجھ سے دو چار پیسے کم طلب کریں ———

بمبئی جو اک شہر ہے عالم میں انتخاب

گیٹ وے آف انڈیا — اپولو بندر پر شیوا جی کے مجسمے کے سامنے تاج محل ہوٹل کے قریب واقع یہ عمارت شاہ جارج پنجم اور ملکہ میری کی آمد کی یادگار کے طور پر ۱۹۱۱ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ شاہ جارج پنجم کے بعد ہندوستان کے وائسرائے بھی اسی راستے ہندوستان پہنچے۔ اور ۱۹۴۸ء میں انگریزوں کا آخری دستہ اسی راستے سے ہندوستان چھوڑ کر واپس گیا۔ یہ عظیم دروازہ نما عمارت میلوں تک پھیلے ہوئے سمندر کے کنارے بڑا دلکش منظر پیش کرتی ہے۔ اس کی تعمیر کا انداز ۱۶ ویں صدی کے گجراتی فن تعمیر سے ملتا جلتا ہے۔

ایلیفنٹا کے غار — یہ چھوٹا سا خوبصورت جزیرہ گیٹ وے آف انڈیا سے ۷½ میل دور واقع ہے اور تقریباً ۴½ میل رقبہ کا مالک ہے اس کا نام ایلیفنٹا اس لئے پڑا کہ جزیرے پر کشتی سے اترنے کی جگہ پر ہاتھی کا ایک بڑا مجسمہ لگا ہوا ہے۔ اور انگریزی میں ہاتھی کو ایلیفنٹ کہتے ہیں۔ اس سارے جزیرے پر بہت سی چھوٹی بڑی پہاڑیاں ہیں جو آموں اور دیگر قسم کے درختوں سے بھری پڑی ہیں۔

اس جزیرے میں ۶ غار ہیں۔ جو سب کے سب پرتگیزوں کی توڑ پھوڑ کا شکار ہیں۔ کیونکہ انھوں نے ان غاروں کو مویشی خانے اور فوجی مشق کے لئے نشانہ بازی کی جگہ بنایا تھا۔ پرتگیز فوجی قدیم فن کے نادر نمونوں کو اپنی نشانہ بازی کا ہدف بناتے تھے۔ ان غاروں میں جتنی مورتیاں ہیں سب کی سب ایلورا کے بعد خوبصورت ترین کہی جاتی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ شاندار تین مورتی ہے۔ جو برہما کی تین کیفیات۔ خالق محافظ اور تباہی نازل کرنے والا کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس مورتی کے تین چہرے ہیں۔ اور ہر چہرہ علیحدہ کیفیت کا حامل ہے۔ جزیرہ پر جانے کے لئے گیٹ وے آف انڈیا سے لانچ مل سکتی ہے۔

پرنس آف ویلز میوزیم — اس عجائب گھر کا نام شاہ جارج پنجم کے نام پر رکھا گیا تھا کیونکہ ۱۹۰۵ء میں انھیں نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ اس میں شاندار چیزیں جمع ہیں۔ اس کے تین حصے ہیں۔ آرٹ، فن تعمیر اور قدرتی تاریخ۔ اور یہ میوزیم ہر روز صبح ۱۰ بجے سے شام ۵½ تک کھلا رہتا ہے۔ صرف پیر کو بند رہتا ہے۔

بمبئی یونیورسٹی — اس عمارت کا ڈیزائن سر گلبرٹ اسکاٹ نے تیار کیا تھا۔ اور اس میں گوتھک فرانسیسی اور جدید طرز تعمیر کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

راجہ بھائی ٹاور — یونیورسٹی کی لائبریری پر واقع ہے۔ اور ۲۶۰ فٹ اونچا ہے۔ اس مینار سے فورٹ کے علاقے کی زینت میں اضافہ محسوس ہوتا ہے۔ اس پر جانے کے لئے اوپر تک سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ اور چوٹی پر پہنچ کر شہر کا عجیب نظارہ دکھائی دیتا ہے۔

فلورا فاؤنٹن — ایک حسین اور نازک مجسمہ ہے جو ایک فوارے پر کھڑا ہے۔ یہ جگہ شہر کا سب سے معروف علاقہ ہے۔ اور یہاں ہارن بی روڈ، ویر نریمان روڈ اور مہاتما گاندھی روڈ آکر ملتے ہیں۔

مرین ڈرائیو — نریمان پوائنٹ سے ملابار ہل تک ۲ میل لمبا خمدار سمندری کنارہ ہے۔ اسے ۲۵ سال پہلے سمندر پاٹ کر بنایا گیا تھا۔ ملابار ہل کے کملا نہرو گارڈن سے اسے دیکھنے پر عجیب دغریب منظر دکھائی دیتا ہے۔ خاص طور سے

رات کے وقت تو ایک طلسمی منظر نظر آتا ہے جگمگاتی ہوئی روشنیاں جو اس خمدار راستے پر لگی ہوئی ہیں سمندر میں اپنا عکس ڈالتی ہیں۔ اسی لئے اسے "کوئنس نیکلس" کہتے ہیں۔

تارا پور والا اکویریم — مرین ڈرائیو پر چوپاٹی کے قریب واقع ہے۔ مچھلیوں کی انتہائی نادر و نایاب قسمیں رکھی گئی ہیں۔ اور اسے ہندوستان کا بہترین مچھلی خانہ (اکویریم) کہا جاتا ہے۔ ہر آنے والا یہاں کی عجیب و غریب حسین مچھلیاں دیکھ کر اس قدر حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ آئے اپنا منہ بھی بند کرنا یاد نہیں رہتا۔ یہ اکویریم صبح ۱۱ سے شام ۸ بجے تک عوام کیلئے کھلا رہتا ہے۔

چوپاٹی — جہاں مرین ڈرائیو ختم ہوتا ہے وہاں ریتیلے ساحل کا کچھ حصہ ہے اس کو چوپاٹی کہتے ہیں۔ جنگ آزادی میں اس ریتیلے ساحل پر زبردست جلسے ہوتے ہیں۔

شام کو یہاں کی بھیڑ بھاڑ نہ پوچھئے۔ بھیل پوری والے سے لیکر دھوکہ باز تک سب اپنا ہنر دکھاتے ہیں۔ اور عوام خوشی خوشی سب برداشت کرتے ہیں۔

ہینگنگ گارڈن — ملبار ہل کی بلندی پر واقع یہ خوبصورت اور خوش منظر باغ پانی کے ایک ذخیرہ کے اوپر بنایا گیا ہے۔ اس کی صفائی اور دلکشی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ خاص طور سے درختوں کو مختلف جانوروں کی شکل دی گئی ہے۔ جسے دیکھنے کے لئے بمبئی آنے والے یہاں ضرور آتے ہیں۔

ٹاور آف سائیلنس — ہینگنگ گارڈن کے کچھ فاصلے پر درختوں کے گھنے احاطے کے اندر پوشیدہ ٹاور آف سائیلنس اور اصل پارسی لوگوں کی آخری منزل ہے۔ یہاں مردہ پارسیوں کی لاشوں کے آخری رسوم ادا کئے جاتے ہیں عوام اسے نہیں دیکھ سکتے۔ مگر اس کا ایک ماڈل پرنس آف ویلز میوزیم میں رکھا ہے۔

بابل ناتھ مندر — یہ تاریخی مندر ۱۷۸۰ء میں بنا تھا۔ اور ہندو یاتریوں کے لئے خاص توجہ کا مالک ہے۔

مہالکشمی مندر — کمبالا ہل جہاں ختم ہوتا ہے وہاں بحیرۂ عرب کے ساحل پر یہ مندر واقع ہے۔ اس میں دیوی لکشمی کی پوجا ہوتی ہے۔ اور تہواروں کے دنوں میں تو یہاں مسرور چہروں اور رنگ برنگے کپڑوں کی وہ چہل پہل دکھائی دیتی ہے کہ بس دیکھتے ہی بنے۔

حاجی علی — ایک مسلم بزرگ کا مزار ہے جو زمین سے ۵۰۰ گز دور سمندر میں واقع ہے۔ اور تیلا چٹانی راستہ زمین کو مزار سے ملاتا ہے۔ پانی کا دباؤ بڑھنے کی صورت میں یہ راستہ پانی کی چادر کے نیچے آجاتا ہے۔ اور آمد و رفت بند ہو جاتی ہے۔ ہر روز شام کو یہاں معتقدین کی بہت بڑی تعداد پہنچتی ہے۔ اور گھنٹوں اسی دلکش منظر کا نظارہ کرتی ہے۔

ریس کورس — حاجی علی سے نظر اٹھائیے تو سامنے ہی مہالکشمی ریس کورس ہے۔ جو مشرق میں بہترین سمجھا جاتا ہے۔ اور ویسٹرن انڈیا ٹرف کلب کی ملکیت ہے — ریس کے دنوں میں آدمی تو آدمی کاریں ہی اتنی ہوتی ہے کہ اس کی گنتی نہیں ہو سکتی۔

وہار لیک اور پوائی لیک — اپنی خوش منظری کے باعث مشہور ہے ہر روز یہاں سیکڑوں افراد پکنک منانے کے لئے آتے ہیں۔ ان جھیلوں پر بس کے ذریعہ پہنچا جا سکتا ہے۔

تلسی لیک — اپنے حسین منظر کے باعث عوام میں بہت مقبول ہے۔ اس میں کشتی بھی چلائی جا سکتی ہے۔ لوگ پکنک منانے کے لئے اکثر پہنچتے رہتے ہیں۔

نیشنل پارک — بوریولی میں واقع یہ حسین پارک دراصل کرشنا گیری اپون ہے۔ یہاں پر ٹورسٹ بنگلے بھی ہیں جو ۶ روپے روز پر کرایہ پر حاصل ہو سکتے ہیں۔

آرے ملک کالونی — گورے گاؤں میں ۳۰۰۰ ایکڑ کے رقبہ پر پھیلی ہوئی یہ کالونی شہر کے بڑے حصے کو دودھ سپلائی کرتی ہے۔ گورے گاؤں اسٹیشن سے بسیں کالونی جاتی ہیں۔

جوہو — شہر سے ۱۰ میل دور تاڑ کے درختوں میں گھرا ہوا جوہو کا ریتیلا ساحل میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اور دنیا کے چند خوبصورت ساحلوں میں شمار ہوتا ہے۔ اتوار کی شام یہاں بڑی گہما گہمی رہتی ہے۔

وکٹوریہ گارڈن — خوبصورت باغ میں چڑیا گھر ہے — بہت سے نادر و نایاب جانور یہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ صبح ۷ بجے سے شام ۷ تک یہ چڑیا گھر کھلا رہتا ہے۔

مہاتما پھولے مارکیٹ — مہاتما پھولے مارکیٹ (کرافورڈ مارکیٹ) یہ کرناک روڈ اور دادا بھائی نوروجی روڈ کے نکڑ پر ہے۔ اس کی بنیاد آرتھر کرافرڈ نامی انگریز نے ڈالی تھی جبکہ اس زمانہ میں میونسپل کمشنر تھا۔ بمبئی میں یہ سب سے بڑا مارکیٹ ہے جہاں کھانے پینے اور گھریلو استعمال کی تقریباً ہر چیز ملتی ہے۔

کراس میدان :— مہاتما گاندھی روڈ کے مغرب میں ایک وسیع میدان ہے جس کا نام کراس میدان ہے اس وسیع میدان کو کھیلوں اور اہم تقریبات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

آزاد میدان :— اس میدان کا نام پہلے اسپلینیڈ میدان تھا جس کے مشرق میں مہاتما گاندھی روڈ اور دھوبی تالاب کے سامنے ہے۔ آزادی کی جنگ میں اس میدان میں کئی عظیم الشان جلسے ہوتے ہیں اور اسی یادگار میں اس کا نام آزاد میدان رکھا گیا ہے۔ آجکل یہ کھیل اور جلسوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

اسلام جمخانہ :— اسی طرح کیتھولک جمخانہ اور اسلام جمخانہ کے ساتھ کئی اور جمخانے ہیں۔ جیسے ولسن کالج جمخانہ۔ گرانٹ میڈیکل کالج جمخانہ وغیرہ ہیں۔

جامع مسجد :— بمبئی کی یہ جامع مسجد نہایت خوبصورت اور کافی وسیع ہے۔ بمبئی کے کوکنی مسلمانوں نے اسکی تعمیر میں کافی حصہ لیا ہے۔ یہ فن تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہے — شہر کی گنجان آبادی اور کرافورڈ مارکیٹ سے قریب ہے۔ عبدالرحمٰن اسٹریٹ سے متصل ہے۔ شہر بمبئی میں کئی مسجدیں اعلیٰ فن تعمیر کا نمونہ ہیں۔ منارہ مسجد۔ پائیدھونی مسجد۔ مدنپورہ کی بڑی مسجد اور باندرہ کی جامع مسجد وغیرہ۔

درگاہ ماہم :— بمبئی سے بس کے ذریعہ ۱۵۔۲۰ منٹ کی دوری پر ماہم ایک بستی ہے جہاں قطب کوکن مخدوم المہائمی کا مزار ہے۔ حضرت مخدومؒ جید عالم اور مفسر قرآن روحانی بزرگ تھے۔ آپ کے مزار پر ہمیشہ عقیدتمندوں کا ہجوم رہتا ہے۔ سالانہ عرس ۸ روز تک رہتا ہے۔

اسی طرح بمبئی میں سیکڑوں قابل دید مقامات۔ عمارتیں اور قدیم تاریخی مقامات ہیں۔ مثلاً کنہیری کیوز۔ نیشنل پارک۔ جوگیشوری کیوز۔ وجریشوری کے گرم چشمے۔

چھپتے چھپتے :

مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن

نئی صنعتوں کے مالکان کو حکومت کی جانب سے مراعات

وزیر صنعت حکومت مہاراشٹر شری بروے نے ستمبر کے آخری ہفتہ میں ایک پریس کانفرنس میں انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے متعلق بیان دیا ہے جسے ادارہ صنعتی مضامین کے حصہ کی طباعت کے بعد حاصل کرسکا۔ اس لئے قارئین کی معلومات کے لئے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

شری ایس۔ جی۔ بروے وزیر صنعت حکومت مہاراشٹر نے مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حکومت نے صوبہ بھر میں، صنعتی حلقے قائم کئے ہیں تاکہ صنعتوں کو ترقی ہو۔ جہاں پانی کی بہم رسانی، راستے بجلی، اور ڈرینج اور دوسری مراعات مثلاً فنی تربیت، کی مراعات طبی امداد، گودام، بنک، پوسٹ آفس، وقت ضرورت حاصل ہوسکیں اس کا مقصد یہ ہے کہ بمبئی تھانہ حلقہ میں صنعتی دباؤ کم ہو اور نئی صنعتوں کی براہ راست ہمت افزائی ہوسکے۔ نئی صنعت کے مالک کے لئے مندرجہ ذیل مراعات مہیا کی جائیں گی:۔

(۱) صنعتی لائسنس کے لئے مرکزی حکومت سے صوبائی حکومت سفارش کرے گی۔ (۲) صنعتی کارخانہ کی تیاری کے لئے حکومت ۷۵ فیصدی امداد کرے گی جو شیئر کیپیٹل میں شمار ہوگی۔ یہ رقم واپس بھی کی جاسکتی ہے (۳) حکومت قرضہ دینے کی سفارش کرے گی۔ (۴) مہاراشٹر اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ بمبئی کے باہر بجلی کی قیمت پر ربیٹ دے گی۔

(۵) خام اشیاء پر ادا کئے ہوئے سیلس ٹیکس پر ریفنڈ ملے گا۔ یہ ۸ فیصدی سے زیادہ نہ ہوگا۔ (۶) تربیتی عملہ کی خدمات مفت دلائی جائیں گی۔ (۷) خام اشیاء ساز وسامان، تعمیری سامان حکومت کی حدود کے اندر خرید کردہ کو اکٹرائے ڈیوٹی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔ (۸) حکومت عمارتی سامان مثلاً سیمنٹ، لوہا، فولاد، وغیرہ کے ذخیرے کا انتظام کرے گی تاکہ عمارتی سامان کے پرمٹ حاصل ہونے سے قبل قرض دیا جائے (۹) صنعتی رہائشی گاد کی اسکیم کی ۲۵ فیصدی روپیہ سے حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(۱۰) نئی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ابتدائی وقفہ میں حکومت کی ۳۳ فیصدی مزید سنٹرل اسٹورس پرچیزنگ ارگنائزیشن کے ذریعے کم سے کم دام والے کھلے ہوئے ٹینڈر سے کی جائے گی۔

(۱۱) حکومت پانی پر کوئی ٹیکس نہ لے گی۔ (۱۲) حکومت غیر زرعی زمین پر تعمیر کی ہوئی صنعتوں سے ٹیکس نہ لے گی۔ اس حوصلہ افزائی کا فائدہ لائسنس کے حصول سے ۱۲ سال تک رہے گا۔ الکٹرک کے معاملہ میں پیداوار کی تاریخ سے پانچ سال تک ہوگا۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ صنعتوں کو گنجائش صنعتی علاقوں سے باہر لے جایا جائے اور صنعتی حلقوں میں یک جہتی قائم ہو۔ نئی صنعتیں قائم ہوں اور بمبئی کے باہر صنعتوں کے قیام کو فروغ حاصل ہو۔ ان صنعتوں میں ۴۲ چیزیں شامل ہیں۔

ماہنامہ شمع امید بمبئی

مہاراشٹر نمبر حصہ اوّل کے مضامین کی ایک جھلک

مہاراشٹر میں اردو
شعلہ و شبنم ——— پیغامات
تصاویر
——— تاریخ ہند کو متاثر کرنے والی نئی ریاست
مہاراشٹر میں ثقافتی سرگرمیاں
مہاراشٹر کے قلعے۔
مہاراشٹر میں تعلیم کی از سرِ نو تنظیم۔
مہاراشٹر میں نشہ بندی
مہاراشٹر میں صحت عامّہ
ٹرانسپورٹ۔ ذرائع آمدورفت۔
مہاراشٹر کی تفریح گاہیں
سیر و تفریح کی اسکیمیں
شکر کے کارخانے
مہاراشٹر میں ماہی گیری کی ہمہ جہتی ترقی۔
دیہاتوں میں تعلیم کی ترقی
ودربھ اور مرہٹواڑہ۔
مہاراشٹر کی تاریخ کا سرسری جائزہ
ماضی کے دھندلے نقوش۔
خراجِ عقیدت۔ چکبست۔ حسرت موہانی۔
اردو کا پہلا ڈرامہ نویس۔
کھڑکی۔ پیرانا اور نگ آباد۔
ڈاکٹر امبیڈکر

——— علم و ادب ———

مرہٹی زبان
مرہٹی شعراء اور ان کا کلام
جنوبی ہند کے مرہٹی شعراء
امریکی صحافت
مہاراشٹر اور صحافت
بمبئی بدل رہی ہے۔
مذہبی تہوار قومی تہوار کے روپ میں
شعراء کے تخلص۔

——— غزلیات ———

——— حرم پاک میں عید
عید کے دن
لندن کی عیدگاہ
ایک ماڈرن گھرانے کی عید
——— افسانے ———
ماضی کی راکھ۔
انسانیت ابھی زندہ ہے۔

مہاراشٹر نمبر حصہ اوّل ——— کے مشہور قلمکار

ڈاکٹر ٹی، آر، نرونے وزیر نشہ بندی۔ شری ہومی جے، ایچ طالع یار خاں وزیر صحت عامّہ۔ ایس۔ جی۔ قاضی (مرحوم) سیتو مادھو راؤ پگڑی ایم۔ اے۔ ڈاکٹر عبدالعلیم نامی، ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ پروفیسر مبارز الدین رفعت۔ ایم۔ اے۔ انوار احمد سوپاروی۔ شری یشونت راؤ چوہان وزیر دفاع حکومت ہند۔ عبدالحمید بوبیرے۔ اکرام حسین۔ ایم ایشور راج ماتھر۔ ایم۔ اے پروفیسر سید اقبال قادری بی۔ اے۔ گوروبال سنگھ والیہ۔ سید نعمت جالندھری۔ شکیل بدایونی بی۔ اے سکندر علی وجد بی۔ اے۔ موہن سنگھ دیوانہ ایم، اے۔ شفا گوالیاری نیر آبجی۔ محشر نقوی۔ منور لکھنوی۔ سید حرمت الاکرام۔ کرشن موہن کیلاش ماہر۔ پروفیسر شہاب۔ ثریا محمود ندرت۔ عادل منصوری بشیر الہ آبادی (مرحوم) مہر مہسلائی۔ لطیف رضوانی۔ قیصر تمنا۔ عرفان معروف شریفی۔ بی، اے۔ اختر راہی۔ ابراہیم طالب۔ شاکر بانکوٹی۔ عبداللہ ناصر۔ نور قاضی منیری۔ آدم نصرت۔ شرف کمالی۔ ناظر جلگانوی۔ خاور بانکوٹی۔ محشر احمد نگری۔ ضیا بانی۔ ساقی تورٹیلوی۔ محمد یوسف صدیقی۔ سرشار گمندوی، مرحوم مولوی نصیرالدین ہاشمی۔ قاضی مشتاق احمد۔ ایس این گمندھرو رضا عباس جعفری۔

مہاراشٹر نمبر حصہ اوّل قیمت ۲ روپیے

مہاراشٹر نمبر حصہ دوم پڑھنے والے حصہ اول بھی ملاحظہ فرمائیں۔

صبح اُمیدؔ کے چند یادگار نقوش

صبح اُمیدؔ کی ۲۸ سالہ تاریخ مہاراشٹر میں اُردو ادب و صحافت کی تاریخ کا ایک دلآویز باب ہے۔ اس طویل سفر میں صبح اُمیدؔ نے کچھ ایسے نقش پا چھوڑے ہیں جو رہروانِ ادب کے لئے سنگِ میل اور منارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صبح اُمیدؔ کے خاص نمبر کسی نہ کسی اچھوتے موضوع پر شائع کئے گئے ہیں اور اپنے دامن میں علمی و ادبی تحقیقی مضامین کا قیمتی ذخیرہ چھپائے ہوئے ہیں۔ ان یادگار نمبروں کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

جگر نمبر کس کا جگر ہے کہ جگر کے کلام اور مقام کا صحیح جائزہ لے سکے۔ پھر بھی صبح امیدؔ نے اردو کے اس عظیم المرتبت شاعر کی یاد میں جگر نمبر کے طور پر جو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے وہ جگر کو جاننے اور سمجھنے میں بڑی مدد دیتا ہے۔ ملک کے نامور ادیبوں اور شاعروں نے اپنی تخلیقات سے اس کو سنوارا ہے۔ جگر کے کلام کی گہرائیوں کو، معانی و رموز کو جاننا ہو تو جگر نمبر ضرور ملاحظہ کیجئے ۔۔۔ قیمت دو روپیہ

سلور جوبلی نمبر صبح امید کی برسہا برس کی ادبی خدمات کو چند سو صفحات میں سمیٹ لانا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ لیکن سلور جوبلی نمبر میں یہی کام بڑے سلیقے اور ندرت کے ساتھ انجام دیا گیا ہے۔ سلور جوبلی نمبر کی ترتیب و تدوین میں اس جاں سوزی و عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے کہ یہ صرف "صبح امید" کی نہیں بلکہ "بمبئی" کے علم و ادب کے مد و جزر کی داستان ہے ۔۔۔ اس ضخیم نمبر میں دو صفحات پر پھیلی ہوئی ایک خوبصورت تصویر "بہاردن" نے ایک ایسا جمالیاتی نکھار پیدا کر دیا ہے کہ بے اختیار دیدہ و دل فرش راہ ہو جاتے ہیں۔ سہ رنگی خوبصورت ٹائٹل کے علاوہ متعدد عکسی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت تین روپیہ۔

گجرات نمبر مہاراشٹر کا پڑوسی گجرات تاریخ، ادب، اور کلچر کے لحاظ سے ایک اچھوتا اور دلپذیر دیس ہے۔ گجرات کی زندگی مہاراشٹر کی زندگی سے کتنی ملتی جلتی ہے پھر بھی کتنی مختلف ہے۔! "صبح اُمیدؔ" کا گجرات نمبر ایک "دریچہ" ہے جس سے جھانک کر آپ اس اچھوتے دیس کے ہر پہلو کا نظارہ کر سکتے ہیں۔ گجرات نمبر کی بہترین تعریف یہ ہے کہ یہ نئے گجرات کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ادبی بھی اور صنعتی بھی! گجرات نمبر حصہ اوّل اور حصہ دوم ہر ایک کی قیمت دو روپے ہے۔

افریقہ نمبر موجودہ صدی افریقہ کی صدی کہلاتی ہے۔ آج کرۂ ارض کے نصف انقلاب سیاہ فام باشندوں اور گھنے جنگلوں کے اسی دیس میں رونما ہوتے ہیں۔ صبح اُمیدؔ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے بدلتے ہوئے دور کی نبض پہچانی اور اُردو زبان میں سب سے پہلے افریقہ نمبر شائع کیا۔ افریقہ میں بسے ہوئے ہندوستانیوں کی تاریخ ان کی روزمرہ کی زندگی ان کے مسائل اور ان کے مستقبل کا بھی آپ کو یہ نمبر پتہ دیتا ہے۔ تاریک براعظم کی کئی تصویروں نے اس خاص نمبر کی دلچسپیوں کو کئی گنا بڑھا دیا ہے۔ قیمت دو روپیہ

مہاراشٹر نمبر حصہ اوّل مہاراشٹر کی تاریخی، ادبی، تعمیری اور تہذیبی زندگی کا صحیح نقشہ آپ کو (۱۵۰) صفحات کے اس حسین و دلکش نمبر میں مل جائے گا۔ ریاست مہاراشٹر کی گوناگوں خصوصیات کو اس نمبر میں نہایت عمدگی سے پیش کیا گیا ہے۔ عکسی تصاویر کی شمولیت نے اس نمبر کی افادیت اور دلچسپی میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ ساری تصویریں آرٹ پیپر پر شائع کی گئی ہیں۔ نہایت خوبصورت سہ رنگی سرورق۔ سادی طباعت گلیزڈ کاغذ پر۔ قیمت دو روپیہ۔

مہاراشٹر نمبر حصہ دوم "صبح اُمیدؔ" کے نمبروں نے ہمیشہ وقت کے تقاضوں پر نظر رکھی ہے۔ چنانچہ صنعتی ترقی کے اس دور میں ضروری سمجھا گیا کہ مہاراشٹر کے ۲۶ اضلاع کی چیدہ چیدہ صنعتوں کو اُردو زبان میں پہلی بار یکجا کرنے کا کام انجام دیا جائے۔ مہاراشٹر نمبر حصہ دوم اسی عزم کی تکمیل کا آئینہ دار ہے۔ قیمت تین روپے

دفتر صبح اُمیدؔ ——— بلاسس روڈ ——— بمبئی ۸

صبحِ اُمید کے پاکستانی خریدار

ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ صُبحِ امید کی ایک اشاعت میں ایک اعلان شائع ہوا تھا کہ ہم نے پاکستان میں "پیراڈائز بک ٹریڈنگ ایجنسی" کراچی کے ذریعہ یہ انتظام کر رکھا تھا کہ پاکستانی خریدار اپنا چندہ انھیں بھیج دیا کریں۔

"اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے ایکسچینج کنٹرول کے قواعد میں اپنے ایک سرکلر کے ذریعہ کچھ ایسی ترمیمات کر دی ہیں کہ اب پاکستان کا کوئی باشندہ ہندوستان سے کسی رسالہ یا کتاب منگانے کے لئے کوئی رقم ہندوستان منتقل نہیں کر سکتا۔

چنانچہ صبح امید کے پاکستانی خریداروں و ناظرین سے ہم معذرت چاہتے ہیں کہ اُن تک صبح اُمید نہ پہنچ سکے گا۔

جو حضرات ابتک خریدار بن چکے ہیں ان کے نام رسالہ جاری رہے گا۔

(مینجر)

خریداروں کے لئے:

- صبح اُمید ہر ماہ کی یکم تک تمام خریداروں کے نام پوسٹ کیا جاتا ہے۔ نمونہ منگوانے کے واسطے ۵۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ ارسال فرمایئے۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا لفافے کے ٹکٹ بھیجئے۔
- مدت خریداری ختم ہونے کی اطلاع ملتے ہی سالانہ خریداری کی رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمایئے۔ دفتر میں وی۔ پی کا قاعدہ نہیں ہے۔
- صبح امید میں شائع ہونے والے تمام ادبی اور نیم ادبی مواد میں واقعات اور کردار فرضی ہوتے ہیں ان کی مطابقت اتفاقیہ ہو سکتی ہے۔ جس کی ذمہ داری ایڈیٹر، پبلشر یا مصنف پر عائد نہیں ہوتی۔ متنازعہ فیہ امور کی سماعت کا حق صرف بمبئی کی عدالتوں کو ہے۔

(ادارہ)



A Mid—after noon in a Village

صبح امید

ONE 75238 SUBH-E-UMMID REGD.NO. B 4951

